یہ مسائل نحو وصرف کے متعلق ایک مختصر وجامع کتاب ہے۔ جو علم النحو وعلم الصرف اور متعلقات نحو وصرف کی تقریباً ۲۱۱، کتابوں کا خلاصہ قاری کو مختصر وقت میں مل سکے گا، جو علوم دینیہ وصرف ونحو کے متعلق ایک جامع واہم راہنما ثابت ہوگا۔

مسائل النحو والصرف

مولانا محمد نور حسین قاسمی صاحب
فارغ التحصیل دار العلوم دیوبند



دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

مسائل النحو والصرف

مولانا محمد نور حسین قاسمی صاحب
فارغ التحصیل دارالعلوم دیوبند

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : مئی ۲۰۰۱ء علمی گرافکس

ضخامت : 296 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
کتب اسلامیہ گامی اڈا ایبٹ آباد

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ:

حضرت مولانا الحاج مفتی عبدالغفار صاحب مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جامعہ مدینۃ العلوم ناظم آباد، کراچی)

الحمد للہ و کفی سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

جناب مولانا محمد نور حسین قاسمی صاحب کی کتاب ''مسائل النحو والصرف'' کا میں نے جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ کتاب ماشاء اللہ بہت معلومات افزا ہے اور ایسے نکات ومواد پر مشتمل ہے جس کیلئے طلبہ عام طور پر متلاشی رہتے ہیں اور جو عام درسی کتب میں نہیں ملتے، اور کمال یہ ہے کہ ہر بات کا اور ہر نکتہ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ گویا کتاب کی ہر چیز مستند ہے۔ نحو وصرف سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اہل علم کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(حضرت الحاج مولانا مفتی) عبدالغفار عفااللہ عنہ

وعافاہ وجعل آخرتہ خیراً من اولاہ (مدظلہ العالی)

جمعرات: ۸، رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بمطابق: ۱۳، اکتوبر ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ:

امام النحو والمناظرہ شیخ الحدیث اشرف المدارس الحاج مولانا ابوعمر عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)

الحمدلمن ھو اھلہ والصلوٰۃ علی اھلھا۔ امابعد!

کتاب ''مسائل النحو والصرف'' تالیف لطیف مولانا محمد نور حسین قاسمی، کو کچھ مقامات سے دیکھا۔ کتاب کو دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ مولانا موصوف نے خوب محنت فرمائی ہے، ہر مسئلہ کو واضح اور سہل انداز میں ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہیں کسی قسم کا ابہام محسوس نہیں ہوا، نیز مسائل کے بیان میں حوالہ جات کا حتی الوسع اہتمام فرمایا ہے۔ جس سے کتاب کے معتمد اور مستند ہونے میں اضافہ ہوا ہے۔ گویا کہ مولانا فرمارہے ہیں: ......

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اصل سرمایا اکابر واسلاف کے علوم ہی ہیں، اور ہمارا علم وفضل انہیں کی کاوشوں اور اخلاص کا مرہون منت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم اس کتاب کو مولانا کی دیگر کتب کی طرح قبول عام وخاص نصیب فرمائے اور پڑھنے والوں کے علم میں برکت عطا فرمائے اور مولانا موصوف کیلئے آخرت میں نجات کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔ برحمتک یاارحم الراحمین۔

(حضرت مولانا الحاج) عبدالرشید غفرلہ (مدظلہ العالی)

بروز ہفتہ: ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقوش وتأثرات

(سابق شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ، کراچی)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبيه الكريم.

وعلى اله واصحابه اجمعين. امابعد !

عزیز مکرم جناب مولانا محمد نور حسین صاحب قاسمی کی کتاب ''مسائل النحو و الصرف'' کو میں نے از اول تا آخر جستہ جستہ مطالعہ کیا، کتاب ماشاءاللہ کافی معلومات افزاء ہے۔ کمزور ذہن، کم فرصت، کم وقت اور اس فن سے کم مناسبت رکھنے والے طلب کیلئے بھی یہ ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے، دور حاضر بھی اختصار کا متقاضی ہے، مباحث کے پیراگراف مناسب ومختصر ہے، موضوع ومضمون بڑے دلچسپ ہیں، طرہ یہ ہے کہ ہر ایک مسئلہ مستند وبا حوالہ ہے فن نحو وصرف سے محبت ومناسبت رکھنے والوں کیلئے یہ سرمایۂ گراں مایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ گرامی قدر موصوف کو علم وعمل سے مالا مال فرمائے، اوران کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج اوراسلاف علماء دیوبند کے نقش قدم پر خوب علمی کام کرنے کی توفیق خیر رفیق کا مصداق بنائے۔ آمین یارب العالمین

(حضرت مولانا) خادم العلم محمد نور الحسن صاحب (مدظلہ العالی)

جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ، منزل: لانڈھی، کراچی ۳۰، پاکستان

اہم گذارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا، اسلئے اس کتاب "مسائل النحو والصرف" کے اندر اگر کوئی علمی، نحو وصرف کے متعلق اچھی چیز ملی ہوتو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر کوئی کوتاہی یا سہواً کوئی اغلاط رہ گئی ہوں، تو وہ اس کا ذمہ دار، فکرِ نارسا اور شیطانی تصرف کو سمجھا جائے، لیکن اس کی تصحیح واصلاح کا انتہائی اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر مؤلف وناشر کی جانب سے کتاب کی تصحیح پر زرِ کثیر صرف کیا جاتا ہے۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں، تو اسی گذارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ " تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

وَمَاذَالِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

اظہارِ تشکر وامتنان

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اپنے بندوں کو راہ ہدایت کے ساتھ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دی اور ساتھ ساتھ اپنے دین کی خدمت کا موقع بھی عطاء فرمایا اور مرتب ناچیز کو بھی چودہ، پندرہ سال طلبۂ عزیز کے سامنے درس دینے کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران بندہ نے عزیز طلبہ کیلئے علوم نحو وصرف کے متعلق بعض اہم اور ضروری مضامین کو جمع کیا تھا، جنہیں بعض اکابر اور دوستوں کے حکم پر ایک کتابی شکل دی گئی ہے۔ اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ مضامین اہم اور دلچسپ ہوں اور طویل بھی نہ ہوں۔ چونکہ علم النحو کا احاطہ نہ کوئی کرسکتا ہے نہ ممکن ہے۔ پھر بھی قارئین کو اس کتاب میں بہت سی کتابوں کے اہم مضامین وخلاصہ مل جائے گا۔

اور یہ سب کچھ ناممکن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بعض دوستوں اور بزرگوں کی راہنمائی میسر فرمائی، جس کی وجہ سے اس علمی میدان میں قدم رکھنے کی ہمت ہوئی۔ اس سلسلے میں جن صاحب علم، حفاظ وعلماء کا تعاون شامل رہا ان میں مشفق مکرم مولانا الحاج محمد اشفاق علوی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ کی شفقت سرفہرست رہی۔ کیونکہ جہاں بھی راقم کی نوکِ قلم نے ٹھوکریں کھائی، وہاں ان کی شفقت نے راہبری کی، ان کے علاوہ عزیز مولوی حافظ حبیب اللہ زکریا صاحب (استاد جامعہ فاروقیہ) کی توجہ وتعاون بندہ کے ساتھ رہا، اور عزیز مولوی کفایت اللہ ودیگر معاونین کی مدد بھی شامل رہی۔ اس کے علاوہ جن لوگوں سے بندہ کو کسی بھی قسم کا تعاون ملا بندہ ان سب کا بھی شکر گذار ہے۔

مرتب: مولوی محمد نور حسین قاسمی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

مقدمۃ الکتاب

دنیا میں یہ بات ہر خاص وعام پر عیاں ہے کہ معمولی سے مکان سے لے کر عالیشان شاہی محل تک جو بھی عمارت کھڑی کی جاتی ہے اُس عمارت کے پختہ اور مضبوط ہونے کا دار ومدار اُس کی بنیاد پر ہے۔ اگر اس کی بنیاد مضبوط ہوگی تو وہ عمارت بھی مضبوط ہوگی اور اگر اس کی بنیاد کمزور ہے تو پھر اُس پر کتنا عالیشان شاہی محل ہی کیوں نہ ہو، کسی وقت بھی منہدم ہوکر ملبہ کا ڈھیر بن سکتا ہے۔ اسی بناء پر دنیا میں آپ نے بارہا یہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب بھی کوئی آدمی خوبصورت مکان، کوٹھی، بنگلہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرتا ہے تو وہ اس کی بنیاد پر خصوصی توجہ دیتا ہے کہ کہیں اگر بنیاد کمزور رہ گئی تو یہ خوبصورت عمارت اور یہ عالیشان محل تباہ ہوکر مٹی کا ڈھیر بن جائے گا۔ اور برسوں کی کمائی ومحنت خاک میں مل جائے گی۔ لہٰذا جیسے مادی وظاہری تعمیرات میں عمارت کے پختہ اور مضبوط ہونے کا دار ومدار، بنیاد کے قوی اور مضبوط ہونے پر ہے۔ ایسے ہی روحانی تعمیرات کی بنیاد کی مضبوطی دو چیزوں سے ہوگی، اول علوم قرآنیہ، دوم احادیث نبویہ ﷺ سے۔ اور یہ اپنی عظمت ومرتبت کے لحاظ سے سونے، چاندی، ہیرے اور جواہرات سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور ان عظیم علوم کی بنیاد علوم نحویہ اور صرفیہ ہیں۔

اس لئے علوم صرفیہ ونحویہ کی اہمیت کو بیان کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ علوم بنیاد بن رہے ہیں علوم قرآنیہ واحادیث نبویہ ﷺ، جیسے بے مثال عظیم المرتبت محل کے لئے۔ اسی فضیلت واہمیت کے پیش نظر راقم نے اپنی تیرہ چودہ سالہ تدریس کے دوران بے ترتیب علوم نحویہ وصرفیہ کے مسائل کو جمع کیا تھا، جن کو محض اللہ پاک کی توفیق وکرم سے طالبان علوم دین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ بارگاہ ایزدی میں التجاء ہے کہ الٰہی! ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایئے اور طلباء کرام اور مستفیدین کیلئے نافع بنایئے اور راقم کے والدین واساتذہ، معاونین اور مخلصین کیلئے نجات کا ذریعہ بنایئے، آمین یارب العالمین۔

بحث اسم

بحث "بِسْمِ اللّٰہِ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح کلام پاک، تمام علوم اولین وآخرین کا مجموعہ ہے۔اسی طرح انہوں نے قرآن کے پہلے لفظ یعنی "بسم اللہ الخ" کی ترکیب کے بارے میں عجیب باتیں لکھی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے اندر کل پانچ ہزار تین سو بارہ (۵۳۱۲) تراکیب کی اختلاف معانی کے ساتھ گنجائش ہے۔

(مزید تفصیل کیلئے ،فرائد منثورہ در تحقیقات کلمات مستورہ،ص:۶۱ تا ۶۳)

بسم اللہ کے اسرار

علماء نے بسم اللہ کے بہت سارے اسرار بیان کئے ہیں ان میں سے چند اسرار مندرجہ ذیل ہیں۔پہلا سر یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ہر ہر حرف اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ابتدائی حرف ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم "بَصِیْرٌ" ہے اس سے حرف باء لیا اور سَمِیْعٌ سے سین لیا۔مَلِکٌ سے میم لیا اور اللہُ سے الف لیا، لَطِیْفٌ سے لام لیا۔اور ھَادِیٌّ سے ہاء لیا اور رَزَّاقٌ سے راء لیا، اور حَلِیْمٌ سے حاء لیا۔اور نُوْرٌ سے نون لیا۔دوسرا سر یہ ہے کہ بسم اللہ کا ابتدائی حرف باء ہے اور انتہائی حرف میم، دونوں حروف شفویہ ہیں، دونوں ایک ہی مخرج کے حروف ہیں کہ دونوں ہونٹوں کے درمیان سے نکلتے ہیں۔تیسرا سر یہ ہے کہ دوزخ کے ذمہ دار انیس (۱۹) فرشتے ہیں اسی طرح بسم اللہ کے حروف کی تعداد بھی انیس (۱۹) ہے۔(تحفۃ الطالبین،ص:۱۳)

اس آیت مبارکہ میں کل انیس (۱۹) حروف بنتے ہیں۔اس آیت کے

ہر لفظ کا استعمال بھی قرآن پاک میں اس ترتیب سے ہوا ہے کہ ان کا شمار انیس (۱۹) کا مرکب مضاعف بنتا ہے۔ آپ اس طرح سمجھ لیجئے کہ اس آیت کا پہلا لفظ "اسم" ہے اس کا استعمال قرآن میں انیس مرتبہ ہوا ہے۔ دوسرا لفظ "اللہ" ہے، اور یہ قرآن میں کل دو ہزار چھ سو اٹھانوے (۲۶۹۸) مرتبہ آیا ہے جو کہ انیس (۱۹) ہی کا حاصل ضرب ہے۔ مثلاً: ۱۴۲×۱۹=۲۶۹۸ ہے۔

تیسرا لفظ "الرحمن" ہے۔ اور لفظ "الرحمن" قرآن میں ۵۷ مرتبہ تحریر ہے، جو کہ انیس (۱۹) کا ۳ سے حاصل ضرب ہے۔ اس کے علاوہ چوتھا اور آخری لفظ "الرحیم" ہے۔ جو قرآن میں ۱۱۴ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی ۱۹ کے عدد سے ۶ کا حاصل ضرب ہے۔ (واضح ہو کہ لفظ اسم جو قرآن میں ۱۹ دفعہ آیا ہے۔ یہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے علاوہ ہے)۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ پانچ گھنٹوں کیلئے تو پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہیں اور بقیہ انیس گھنٹوں کیلئے یہ بسم اللہ کے انیس حروف عطا فرمائے گئے تا کہ انیس گھنٹوں میں ہر نشست و برخاست ہر حرکت و سکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعے برکت و عبادت حاصل ہو۔ یعنی ان حروف (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں، اور قرآن کی ایک سو چودہ سورتیں بھی انیس (۱۹) سے تقسیم ہو جاتی ہیں۔ نیز تسمیہ بطور آیت قرآنیہ، قرآن کریم کے ۱۹ ویں پارے میں مذکور ہے۔

فائدہ:...... اور عدد انیس (۱۹) کے بارے میں علماء نے بہت سی حکمتیں اور نکات لکھے ہیں۔ (۱) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان کی تعداد انیس ہے (۲) حکمائے اسلام اور مفسر مہائمیؒ کہتے ہیں کہ دوزخ پر انیس فرشتے مقرر کرنے میں بھی حکمت یہ ہے کہ انسان کے حواس ظاہرہ بھی پانچ ہیں، اور

حواس باطنہ بھی پانچ اور اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو قوتیں رکھی ہیں وہ نو، تو اس طرح انیس ہوئے (۳) حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہر جاندار کے اندر آلات کسب انیس (۱۹) ہیں (۴) انسانی روح کے مراکز بھی انیس ہیں (۵) نماز میں جو چیزیں ضروری ہیں وہ بھی انیس باتیں ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، حقیقت قرآن، فضائل حفظ القرآن، ص:۲۰۴، وقرآن کے محیر العقل شماریات، ص:۵، ۶، ناشر: عالمی ادارۂ اشاعت علوم اسلامیہ، ملتان، تفسیر عزیزی، ج۱ص:۱۶، آداب القرآن، مؤلف خطیب اسلام مولانا اجمل خان صاحبؒ، خزینہ، مؤلف مولانا اسلم شیخوپوری صاحب زید مجدہم)

بسم اللہ کی ''ب'' مکسور کیوں؟

بسم اللہ کی باء پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حرف باء مکسور کیوں؟ حالانکہ مبنی میں اصل سکون یا فتحہ ہے۔ کسرہ پر مبنی ہونا خلاف اصل ہے۔ یہاں اصل سے خلاف اصل کی طرف عدول کرنے کی وجہ کیا ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ باء پر سکون تو نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس وقت شروع میں ساکن ہونے کی وجہ سے اس کا تلفظ محال ہو جائے گا، اس لئے اسے حرکت دینی ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حرکاتِ ثلثہ میں سے کون سی حرکت سکون کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کسرہ کو سکون کے ساتھ مناسبت ہے۔ بایں طور کہ سکون کا معنیٰ ہے عدم الحرکت۔ اور کسرہ قلیل الاستعمال ہے۔ چونکہ فعل اور غیر منصرف پر کسرہ نہیں آتا ہے اور قلت نام ہے عدم الکثرۃ کا۔ پس معنیٰ عدم میں کسرہ کو سکون کے ساتھ مناسبت ہے۔ اس لئے وقت ضرورت میں سکون کے بجائے کسرہ کو قائم کر دیا گیا نہ کہ ضمہ یا فتحہ کو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ باء کا اثر جر ہے۔ اس لئے باء کو بھی

کسرہ دیا گیا تا کہ اثر اور مؤثر میں پوری مناسبت ہو جائے۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حرف باء اسم کے ساتھ خاص ہے فعل اور حرف پر باء داخل نہیں ہوتی۔ اور کسرہ بھی اسم کے ساتھ خاص ہے لہذا حرف باء کو کسرہ دیا گیا شدت مناسبت کی بناء پر۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ باء کو کسرہ دے کر کسر نفسی کی تعلیم و تربیت دینی مقصود ہے تا کہ شروع ہی سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ کمال عبودیت اور تقرب الی اللہ، کسر نفسی اور اپنی نیستی و پستی میں مضمر ہے۔ (تحفۃ الطالبین، ص:۱۹، ۲۰)

بسم اللہ کی ''ب'' کتنے معانی کیلئے مستعمل ہے؟

''بسم اللہ الخ'' کی باء جارہ ہے، اور حرف ''باء'' تقریباً پندرہ معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے (۱) الصاق کیلئے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (۲) استعانت کیلئے جیسے كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (۳) تعلیل (بیان علت کیلئے) جیسے: ﴿اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ . (۴) مصاحبت کیلئے مثال ﴿وَقَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ﴾ (ای مع الکفر)۔ (۵) تعدیہ کیلئے جیسے: ﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾ (۶) تعویض کیلئے بِعْتُ الثَّوْبَ بِالدِّرْهَمِ (۷) قسم کیلئے: بِاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ رَمَضَانَ (۸) ظرفیت: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ (۹) تبعیض کیلئے: ﴿فَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ (۱۰) باء بمعنی عن: ﴿فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا﴾ (ای عنہ). (۱۱) باء بمعنی علیٰ: ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ﴾ ای عَلٰى قِنْطَارٍ (۱۲) باء بمعنی إلی: ﴿وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ﴾ (اَیْ اِلَیَّ) ۔ (۱۳) باء زائدہ: ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ . (۱۴) تفدیہ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ (۱۵) بدل کیلئے: كَقَوْلِ الصَّحَابِیِّ: ''مَايَسُرُّنِیْ اَنِّیْ شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ'' اَیْ بَدَلَهَا . بہر حال حرف باء ان مختلف معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے، ان میں حقیقی معنی الصاق کے ہیں۔ یہاں ''بسم اللہ الخ'' میں

باء الصاق کی بھی ہوسکتی ہے، استعانت کی بھی ہوسکتی ہے اور مصاحبت کیلئے بھی، علامہ زمخشریؒ کے نزدیک اس میں باء مصاحبت کیلئے ہے اور قاضی بیضاویؒ کے نزدیک یہاں باء استعانت کیلئے ہے۔ (مقدمہ، درس مقامات، بتغیر یسیر)

بسم اللہ اور بسملہ کا فرق

بَسْمَلَةٌ بروزن دَحْرَجَةٌ یہ باب فَعْلَلَةٌ کا مصدر ہے۔ لغت میں اس کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک تو بسم اللہ کہنا دوسرا بسم اللہ لکھنا۔ مجازاً بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بھی بسملہ کہا جاتا ہے۔ یہ مصدر بمعنی مفعول کے قبیل سے ہے۔ بعض لوگ لفظ بسملہ اور تسمیہ کے ایک ہی معنی سمجھتے ہیں۔ غایۃ المقصود میں ہے کہ بسملہ اور تسمیہ میں فرق ہے۔ بایں طور کہ بسملہ کے معنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا اور تسمیہ کے معنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور یاد کرنا خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی بھی نام سے ہو۔ حاصل فرق یہ نکلا کہ تسمیہ عام ہے بسملہ خاص.

(تحفة الطالبين في تحقيق خطبة المصنفين، ص: ۱۰)

بسملہ اور تسمیہ میں فرق

بعض لوگ دونوں کو ایک ہی معنی میں سمجھتے ہیں غایۃ المقصود میں لکھا ہیں کہ بسملہ اور تسمیہ میں فرق یہ ہے کہ بسملہ کا معنی ہے " بسم اللہ الرحمن الرحیم " کہنا اور لکھنا۔ اور تسمیہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور یاد کرنا خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی بھی نام سے ہو۔ حاصل یہ نکلا کہ تسمیہ عام ہے اور بسملہ خاص ہے جس کو منطق کی اصطلاح میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت کہتے ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے، مآرب الطلبہ ص: ۲۳)

لفظ ''اسم'' پر کتنی لغات جائز ہیں؟

بعض اہل لغت نے لفظ ''اسم'' کے اندر اٹھارہ لغات بتائی ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل دو اشعار سے ظاہر ہیں: ......

لِلِاسْمِ عَشْرُ لُغَاتٍ مَعَ ثَمَانِيَةٍ بِنَقْلِ جَدِّیْ بِشَیْخِ النَّاسِ اَکْمَلَهَا

سُمٌ سِمَاتٌ سُمَاوَاِسْمٌ وَزِدْ سِمَةً كَذَا سُمَا بِتَثْلِيْثٍ لِاَوَّلِهَا

(تحفة الطالبين في تحقيق خطبة المصنفين، ص: ۲۳)

مبادیٔ علوم

بیان کیا جاتا ہے کہ ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے جن کو ''مبادیٔ عشرہ'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) علم کی تعریف (۲) علم کا موضوع (۳) واضع علم [مصنف کتاب]۔ (۴) وجہ تسمیہ (۵) ما بہ الاستمداد۔ (۶) حکم شارع (۷) مسائل (۸) شرف و مناقب (۹) بیان غرض و غایت (۱۰) تصدیق بالفائدہ یا فائدہ جلیلہ۔ انہی کو عربی شعر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فاول الابواب في المبادى وتلك عشرة على المراد

الحد والموضوع ثم الواضع والاسم والاستمداد وحكم الشارع

تصور المسائل وفضيلتها وغايته فائدة جليلة

(مآرب الطلبہ فی تحقیق الفاظ مترادفہ، ص: ۱۴)

ابتداء حقیقی، ابتداء اضافی اور ابتداء عرفی میں فرق

جاننا چاہئے کہ ابتداء کی تین قسمیں ہیں (۱) ابتداء حقیقی (۲) ابتداء اضافی (۳) ابتداء عرفی اور تینوں میں فرق یہ ہے کہ ابتداء حقیقی وہ ہے جو سب پر مقدم ہو، اس طور پر کہ اس سے پہلے کوئی شئے نہ ہو اور ابتداء عرفی اُس ابتداء کو کہتے ہیں جو مقصود سے پہلے ہو، خواہ اس شئے سے پہلے کوئی شئے ہو یا نہ ہو۔ اور ابتداء اضافی کی تعریفیں دو ہیں ایک یہ ہے کہ ابتداء اضافی وہ ہے جو کسی شئے پر مقدم ہو، عام ہے کہ اس سے پہلے کچھ ہو یا نہ ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ بعض پر مقدم ہو اور بعض پر مؤخر۔ (مآرب الطلبہ ص:۴۴)

الحمدُ للہ اور نحمدہٗ میں فرق

حضرات مصنفینؒ حمدِ باری تعالی کیلئے دو جملے ذکر فرماتے ہیں (۱) ایک جملۂ اسمیہ یعنی الحمدللہ (۲) دوسرا جملۂ فعلیہ مضارعیہ یعنی "نحمدہ" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لمعات شرح مشکوۃ ص:۲۵ ج ۱، میں تحریر فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ "الحمدُ" سے اس بات کی خبر دینا مقصود ہے کہ تمام محامد ذاتِ پاک کے ساتھ مخصوص ہیں اور "نحمدُ" سے انشاء حمد مقصود ہے گویا پہلا جملہ صورۃً و معنیً خبریہ ہے اور دوسرا جملہ صورۃً خبریہ ہے اور معنیً انشائیہ ہوگا، دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ "الحمدُ للہ" جملۂ اسمیہ ہے، اسمیت استمرار و دوام پر دلالت کرتی ہے۔ اور اسمیت جملہ کا معنی ہے۔ "عدول الجملة عن الفعلية الى الاسمية" اور نحمدہ، جملہ فعلیہ مضارعیہ ہے جو فعل ہونے کی بناء پر حدوث و تجدد پر دال ہے اور مضارعیت استمرار پر دلالت کرتی ہے، اس طرح سے جملہ فعلیہ مضارعیہ استمرار تجدد پر دال ہوگا۔ (اشرف التوضیح ص:۸۰ ج ۱)

حمد، مدح اور شکر میں فرق: ان تینوں لفظوں کے درمیان مختلف فروق بیان کے گئے ہیں۔ لیکن مختصر طور پر چند فروق نقل کرتے ہیں، حمد اور مدح کے فروق یہ ہیں، (۱) حمد زندہ کے ساتھ خاص ہے، اور مدح عام ہے زندہ ومردہ دونوں کیلئے مستعمل ہے۔ (۲) حمد اختیاری وصف کے ساتھ خاص ہے۔ اور مدح اختیاری اور غیر اختیاری سب کیلئے ہے۔ (۳) حمد صاحب علم کے ساتھ خاص ہے۔ اور مدح عالم اور غیر عالم دونوں کیلئے عام ہے۔ (۴) حمد محبت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور مدح محبت اور غیر محبت سب کیلئے عام ہے۔ (۵) حمد عظمت کے ساتھ ہوتی ہے اور مدح عظمت وغیر عظمت سب کے ساتھ ہوتی ہے۔ (اسلئے حمد اور مدح میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، علامہ زمخشریؒ کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں مترادف ہیں لہذا نسبت تساوی ہوگی)۔ (۶) حمد بعد الاحسان ہوتی ہے، اور مدح قبل الاحسان ہوتی ہے۔ (۷) حمد علی الاطلاق مامور بہ ہے، اور مدح کبھی منہی عنہ ہوتی ہے۔ (۸) حمد یقین کے ساتھ ہوتی ہے اور مدح ظن سے بھی ہوتی ہے۔ (۹) حمد صرف صفات کمالیہ پر ہوتی ہے، مدح صفات کمالیہ اور صفات مستحسنہ پر عام ہے۔ (۱۰) حمد کی نقیض (ذم) برائی ہے اور مدح کی نقیض ہجو ہے۔

اور مزید، حمد وشکر میں فروق یہ ہیں: (۱) حمد صرف زبان سے ہوتی ہے، اور شکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب یا جوارح سے۔ (۲) حمد عام ہے چاہے نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نہ ہو، اور شکر صرف نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ (۳) حمد حسّی کیلئے مخصوص ہے، اور شکر عام ہے۔ (۴) حمد قول کے ساتھ خاص ہے اور شکر عام ہے۔ (۵) حمد نعمت باطنہ پر ہوتی ہے۔ اور شکر نعمت ظاہرہ پر ہوتا ہے۔ (۶) حمد دفع شر کا نام ہے اور شکر اعطاء خیر کا نام ہے۔ (۷) حمد صرف زبان سے ہوتی ہے، نعمت کے مقابلہ میں ہونا ضروری نہیں۔ شکر نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے، خواہ زبان سے ہو یا

قلب سے یا اعضاء وجوارح سے۔امام مبردؒ کا قول ہے کہ حمد اور شکر میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ دونوں ہم معنی ہیں۔(تفصیل کیلئے دیکھئے،مسودہ درس سراجی، ص: ۲۳، ۲۴، ۲۵، مؤلف مولانا مفتی عبدالسنان صاحب، نائب مفتی دارالافتاء، دارالعلوم کراچی)

لفظ ''نحو'' کی لغوی تحقیق

جاننا چاہئے کہ لغت میں لفظ "نحو" کے سات معانی بیان کئے جاتے ہیں۔

جو حسب ذیل ہیں:(۱)نحو: بمعنی قصد وارادہ کرنا جیسے : نحوتُ هذا نحوًا یعنی میں نے اس کا ارادہ کیا، ارادہ کرنا۔(۲)نحو: بمعنی راستہ جیسے: هٰذَا النَّحْوُ السَّوِیُّ یعنی یہ سیدھا راستہ ہے(۳)نحو: بمعنی جہت،طرف، جیسے: ذَهَبَ نَحْوَ الْبَيْتِ . یعنی وہ گھر کی طرف گیا۔(۴)نحو: بمعنی پھرانا، گھمانا جیسے نَحَوْتُ بَصَرِیْ اِلَیْهِ یعنی میں نے اپنی نظر کو اس کی طرف پھیرا(۵)نحو: بمعنی نوع، قسم جیسے هٰذَا عَلٰی اَرْبَعَةِ اَنْحَاءٍ یعنی یہ چار قسم پر ہے(۶) نحو: بمعنی مثل جیسے هٰذَا نَحْوُهٗ یعنی یہ اس کا مثل یا اس جیسا ہے (۷)نحو: بمعنی فصاحت جیسے مَا اَحْسَنَ نَحْوَكَ فِي الْكَلَامِ یعنی بات چیت کے اندر تمہاری فصاحت کیا خوب ہے۔عام طور سے یہ سات معانی لفظ "نحو" کے بتائے جاتے ہیں، کسی فارسی شاعر نے ایک شعر کے اندر نحو کے سات معانی کو جمع کر دیا ہے:

ہفت معنی نحو دارد جملہ را از من بجو
قصد و مقدار و قبیلہ نوع و شرح و شبہ و سو

اور نحو کے ان سات معانی کو عربی قطعہ کے اندر بھی جمع کر دیا ہے:

نحونا نحو نحوك ياحبيبي ... نحونا نحو الف من رقيب
وجدناهم مراضا نحو قلبي ... تمنوا منك نحوا من زبيبي

''یعنی قصد کیا ہم نے طرف تیرے قبیلے کے اے میرے دوست۔ پھر

گذرے ہم اندازاً ایک ہزار رقیبوں کے پاس سے۔ پایا ہم نے انہیں مریض مثل دل کے۔ تمنا کر رہے تھے وہ تجھ سے ایک خاص قسم کی کشش کی۔"

(توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی، تحفۃ الطلبہ، فرائد منثورہ، ص:۵۱)

علم النحو کی جامع اصطلاحی تعریف

علم النحو کی جامع اصطلاحی تعریف وہ ہے جو صاحب ہدایۃ النحو نے کی ہے:

عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ۔ یعنی علم نحو ایسے قاعدوں کو جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے کلماتِ ثلثہ (اسم، فعل اور حرف) کی حالتیں معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے اور ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی کیفیت معلوم ہو۔

واضح ہو کہ علم النحو کا دوسرا نام علم الاعراب ہے۔ (مصباح النحو، مقدمہ علوم درسیہ)

☆...... علم النحو کی غرض کے متعلق صاحب ہدایۃ النحو فرماتے ہیں: وَالْغَرَضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِيِّ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ۔ یعنی علم نحو کی غرض یہ ہے کہ ذہن کو لفظی غلطیوں سے بچانا (کلامِ عرب میں گفتگو کرتے وقت یا کلمات کو باہم ملاتے وقت)۔

☆...... علم نحو کے موضوع ویسے تو تین بیان کئے جاتے ہیں لیکن سب سے جامع ومشہور موضوع وہ ہے جو صاحب ہدایۃ النحو نے بیان کیا ہے: مَوْضُوْعُهُ الْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ۔ یعنی علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں۔ اور بعضوں نے تمام مرکبات ومفردات کو بیان کیا ہے۔ (باقی تفصیل دیگر کتب نحو میں دیکھئے)

غرض، غایت اور فائدہ میں فرق: واضح ہو کہ جب آدمی کوئی کام کرتا ہے تو اس پر کوئی نہ کوئی اثر مرتب ہوتا ہے اگر اس اثر کو ثمرہ ونتیجہ سے تعبیر کیا جائے تو اس کا نام

فائدہ ہے۔ اگر اس اثر کو فعل کی نہایت سے تعبیر کرتے ہیں تو اس کا نام غایت ہے اور جب تک وہ فائدہ حاصل نہ ہو تب تک غرض ہے اور جب وہ فائدہ حاصل ہو جائے تو یہ غایت ہے، یا یوں کہیے کہ اگر اس اثر کی نسبت فاعل کی طرف ہو تو غرض ہے، اگر فعل کی طرف ہے تو غایت ہے۔ (دیکھیے، مقدمات ص ۱۶۴۔ ومآرب الطلبہ، ص: ۱۵)

☆...... اَللّٰهُمَّ :۔ اصح قول کے مطابق لفظ "اللھم"، "یاء" حرف ندا اور لفظ "اللہ" کا مجموعہ ہے۔ اور "ھا" کا ضمہ منادیٰ مفرد کی بناء پر ہے۔ تخفیف کیلئے حرف ندا کو حذف کر کے اس کے عوض میں بغرض تعظیم، خلاف قیاس آخر میں "میم مشدد" کو ملا دیا گیا ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۷، اللطائف المثمرة في تحقيق الكلمات المشكلة)

قاعدہ: ...... اکثر لفظِ اللہ کے ساتھ حرف ندا کے عوض آخر میں میم مشدد لایا جاتا ہے جیسے: اَللّٰهُمَّ ۔ ہے۔ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن)

☆...... اَللّٰهُمَّ :۔ بصریوں کے نزدیک اس کی اصل "یا اللہ" ہے، حرف ندا کو حذف کر کے میم مشدد لے آئے ہیں اور یہ صرف لفظ اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ فَلَا يُقَالُ زَيْدُمَّ وَعَمْرُومَّ. اور کوفیوں نے کہا کہ اس کی اصل: يَآ اَللّٰهُ اُمَّ بِخَيْرٍ اَیْ اِقْصِدْنَا بِخَيْرٍ ۔ پھر یہ حَيْهَلًا کی طرح مرکب امتزاجی بنالیا گیا۔ یا ابتداء سے حرف نداء کو حذف کر دیا اور آخر سے "اُمَّ بخير" میں باقی سب حذف کر کے صرف "اُمَّ" کی میم کو باقی رکھا گیا، تو اَللّٰهُمَّ ہو گیا۔ اُمَّ، باب نصر سے امر حاضر کا صیغہ ہے، اَمَّ (ن) اَمًّا، ارادہ کرنا، قصد کرنا تو اَللّٰهُمَّ کے معنی ہیں اے اللہ! (ہمارے ساتھ) بھلائی اور خیر کا ارادہ فرما۔ (تحفۃ الادب ص: ۴۳، درس مقامات، ص: ۶)

☆...... اَلْبَتَّةَ: لفظ البتہ باب نصر سے ہے، قطعی کے معنی میں ہے، مصدر منصوب ہے کبھی بغیر الف لام بھی مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے: لَآ اَفْعَلُهٗ بَتَّةً ۔ اور نصب کی وجہ فعل مقدر

سے مفعول مطلق واقع ہوتا ہے۔ تقدیری عبارت اس طرح ہے. بَتَّ اَلْبَتَّةَ يَابَتَّةً اور البتۃ کا الف لام عہد ذہنی ہے۔ اور تحفۃ الطلبہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ البتۃ مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل ''بت'' محذوف ہے۔ اس کے استعمال کی تین صورتیں ہیں، اول: الف لام کے ساتھ ''البتۃ'' اس صورت میں الف لام عہد کیلئے ہوگا، جیسے البتۃ۔ دوم: بغیر الف لام کے جیسے بتۃ. سوم: بتاتا، اس کا استعمال بہت کم ہے۔ اور البتۃ کا مقام استعمال: اول البتۃ کا استعمال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں تردد نہ ہو۔ دوم: جہاں فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہوتا ہو اس کی تقدیری عبارت یہ ہے بت البتة بمعنی قطع قطعاً۔ اور ''البتۃ'' کے ہمزہ کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس کا ہمزہ قطعی ہے۔ دوسرے ہمزہ وصلی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ثلاثی کا مصدر ہے، اور مصادر ثلاثیہ کے ہمزہ وصلی ہوتے ہیں۔ (اللطائف المثمرة، علمی جواہر پارے، ص:۹، تحفۃ الطلبہ، ص:۴۷)

☆......هَلُمَّ جَرًّا: شرح عقائد میں ہے وَشَاكٌّ فِي اَنَّهُ شَاكٌّ وَهَلُمَّ جَرًّا. هلم جَـرًّا، جمہور محققین کے نزدیک یہ مرکب ہے اور بعد ترکیب ''إئْـتِ'' کے معنی میں بولا جاتا ہے اور یہ لازم ومتعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (اللطائف المثمرة في تحقيق الكلمات المشكلة، علمی جواہر پارے، ص:۹)

☆......وَمِنْ ثَمَّ كَانَ كَذَا: کافیہ میں ہے ''وَمِنْ ثَمَّ اُخْتُلِفَ فِي رَحْمٰنَ'' یہاں لفظ ''مِنْ'' جارہ تعلیلیہ اور ثَمَّ بفتح الثاء اور میم مشددہ سے ملکر بنا ہے۔ ''ثَمَّ'' اسم اشارہ جو دور کی محسوس جگہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے بولا جاتا ہے، کبھی مجازاً اس کی تفسیر ''هُنا'' سے کی جاتی ہے اور کبھی ''هُناكَ'' سے۔ (علمی جواہر پارے، ص:۹)

☆......يَاادَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ: یہاں پر، یا حرف ندا قائم مقام ''ادعو'' کے ہیں۔ ادعو فعل ضمیر ''انا'' اس میں فاعل ''آدم'' منادیٰ مبني على الضم، منصوب

محلاً مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر، نداء۔ "أنبیء" صیغہ واحد مذکر حاضر، فعل، ضمیر "انت" فاعل "ھم" ضمیر مفعول بہ، "باء" حرف جار، "اسماء" مضاف، "ھم" مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا باء حرف جار کا، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا، انبیء فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے ملکر، جملہ انشائیہ ہوکر مقصود بالنداء۔ نداء اپنے منادیٰ سے ملکر جملہ انشائیہ ہوا۔ (ترغیب الاخوان، ص:۲۳)

☆...... مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَ بِهٖ. یہاں "من" شرطیہ جازم، محلاً مبتداء ہے، یعمل فعل مجزوم، "ھو" ضمیر فاعل "سوء" مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر، شرط۔ "یُجْزَ" فعل مجہول "ھو" فاعل "بہ" میں باحرف جار اور "ہ" ضمیر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا۔ "یجز" فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا۔ شرط باجزا ملکر جملہ شرطیہ ہوکر محلاً خبر، برائے مبتدا۔ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن، ص:۲۳)

نوٹ:...... ہر جگہ قانون عام ہوتا ہے اور نکتہ خاص ہوتا ہے۔ (شرح علم الصیغہ، ص:۱۱۶)

☆...... لفظ اسم اور صفت کی تعریف:۔ جو لفظ صرف ذات پر دال ہو اور کسی قسم کی کیفیت پر دال نہ ہو تو اس لفظ کو اسم کہتے ہیں۔ اور جو لفظ ذات مع الکیفیت پر دال ہو اس کو صفت کہتے ہیں۔ (شرح علم الصیغہ، ص:۶۸)

قاعدہ:۔...... کسی بھی لفظ کو معنی مجازی میں استعمال کرنے کیلئے اولاً دو شرطیں ہیں (۱) اس کے معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان کچھ مناسبت ہو۔ (۲) معنی حقیقی چھوڑنے کی کوئی وجہ ضروری ہو۔ (علمی جواہر پارے، ص:۱۰)

☆...... لَا بُدَّ مِنْهُ كَذَا: یہ لفظ لا ئے نافیہ اور بُدٌّ بمعنی مفارقت سے مرکب ہے اور یہی اس کے اصلی معنی ہیں۔ اور جمہور نحاۃ کے نزدیک، لا نفی جنس کا ہے اور "بد" اس کا اسم

نکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے مبنی بر فتح ہے اور "لَہٗ" ظرف مستقر ہو کر خبر ہے کبھی اس کی خبر محذوف بھی رہا کرتی ہے۔(علمی جواہر پارے،ص:۱۲)

☆......لَابُدَّ: عندالجمہور بمعنی "ضرور بالضرور" عندسیبویہ "لا" حرف نفی اور "بد" سے مرکب ہے مگر شدت اتصال کی وجہ سے مثل حبذا کے مفرد ہو گیا۔اس کی دو ترکیبیں کی جاتی ہیں اول: اگرچہ "لابد" حرف نفی بد سے مرکب ہے لیکن شدت اتصال کی بناء پر مفرد کے حکم میں ہو کر مبتدا ہوگا اور اس کے مابعد جو عبارت ہوگی وہ اس کی خبر بنے گی۔ چنانچہ حَبَّذَا زَیْد میں بھی بعض نحویوں سے یہی ترکیب منقول ہے۔اور جمہور نحاۃ کے نزدیک اس میں "لا" نفی جنس کا ہے اور "بُد" اسم لائے نفی جنس بسبب نکرہ مفرد ہونے کے مبنی علی الفتح ہے۔اور "لہ" ظرف مستقر ہو کر خبر ہے لائے نفی جنس کی اور بسا اوقات خبر اس کی محذوف رہا کرتی ہے اور بعض کے نزدیک اسم لا یعنی "بد" شبہ مضاف ہے اور قولہ "لہ" "بُدّ" کے ساتھ متعلق ہے خبر نہیں بلکہ خبر اس کی محذوف ہے یعنی "موجود" اور قولہ "من کذا" جار مجرور ظرف مستقر ہو کر مبتدا محذوف کی خبر ہے اور قولہ "لابد" حذف مبتدا پر قرینہ ہے اور وہ مبتدا محذوف بُدّ المنفی ہے۔مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ مستانفہ ہوگا،اور یہ بھی جائز ہے قولہ "من کذا" خبر بعد خبر ہو یا یہ بھی مثل "لہ" کے "بد" کے ساتھ متعلق ہو اور خبر یعنی "موجود" ہر دونوں متعلقین کے بعد محذوف ہو۔(تحفۃ الطلبہ،ص:۴۵،اللطائف المثمرۃ فی تحقیق الکلمات المشکلۃ،فرائد منثورہ،ص:۱۳)

<u>لابدلہ اور لابدمنہ کا فرق:</u> ان دونوں کے معنی ہیں "اس کیلئے ضروری ہے،اس کے بغیر چارہ کار نہیں" اس کی ترکیب میں دو قول ہیں (۱) لا، لائے نفی جنس، بدّ، شبہ مضاف، لہ یا منہ، بدّ سے متعلق ہے بدّ شبہ مضاف اپنے متعلق سے مل کر اسم لا اس کی خبر محذوف ہے جو فعل عام (حصول،ثبوت،وجود،اور کون) سے ہوگی تقدیر عبارت یوں

ہوگی "لابدلہ ثابتٌ" لیکن اس صورت میں اعتراض یہ ہوگا کہ جب اسم شبہ مضاف ہوتا ہے تو منون ہوتا ہے، جیسے: یَاطَالِعًا جَبَلاً یہاں "بُدّ" منون کیوں نہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں شبہ مضاف کو مضاف پر محمول کر کے مضاف کا اعراب دیا گیا ہے۔ (۲) بُدَّ لا کا اسم ہے "لہ" یا "منہ" ظرف مستقر ہو کر اس کی خبر ہے (۳) لابُدّ مِنْ کَذا، اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) لَابُدَّ، الگ جملہ ہے (کما مرّ تفصیلہ) (۲) من کذا الگ جملہ ہے "من کذا" اصل میں بعد المنفي من کذا "تھا بعد المنفي مبتدا ہے من کذا، ظرف مستقر ہو کر خبر ہے اس صورت میں "من کذا" جملہ مستانفہ ہوگا دوم "من کذا" لا کی خبر ثانی ہے اور اسکی خبر اول فعل عام محذوف ہے۔ (دیکھئے مقدمات، ص: ۸۱۔ اور صاحب مجموعۃ النوادر نے بھی اس کے دو مزید فرق بیان کئے ہیں۔ دیکھئے، مجموعۃ النوادر، از مولانا مفتی علی احمد صاحب قاسمی مدرس ومفتی حال مدرسہ مرادیہ مظفرنگر یوپی۔ (انڈیا)

☆...... لابُدَّ مِنْ کَذا: اس کی ترکیب کے بارے میں دو احتمال ہیں، اول: "لابد" ایک جملہ ہے اور "من کذا" دوسرا جملہ ہے اور "من کذا" اصل میں وبعد المنفي من کذا ہے۔

ترکیب: ...... بعد المنفي، مبتدا۔ من کذا، ظرف مستقر ہو کر خبر بن رہا ہے۔ دوم: من کذا، لا کی خبر ثانی ہے، اس کی خبر اول فعل عام محذوف ہے۔ اور فعل عام سے مراد کون، حصول، ثبوت اور وجود ہے۔ (تحفۃ الطلبہ، ص: ۴۶)

☆...... لاسَیَّمَا کَذا: یہ لفظ اکثر "لا" کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے، کبھی بغیر لا کے بھی ہوتا ہے "لَاسَیِّمَا" مشدد ومخفف، اور "لَاسَوَاءَمَا"، ہر طرح بولا جاتا ہے۔ اور مابعد "لاسیما" کے منصوب پڑھنے میں تین وجوہ ہیں (۱) یہ استثنا کی وجہ سے منصوب ہے، بشرطیکہ ماقبل سے تعلق نہ ہو اور ما زائدہ ہو، یہی ترکیب اصح ہے۔ کیونکہ "لاسیما" استثنا

کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (۲) سی لفظ ما سے تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہو بشرطیکہ ما نکرہ غیر موصوفہ ہو، کیونکہ تمیز کا نکرہ ہونا ضروری ہے۔ (۳) مابعد لَاسِیَّمَا، اَعْنِیْ فعل مقدر کا مفعول ہوتا ہے۔ (اللطائف المثمرة فی تحقیق الکلمات المشکلة، علمی جواہر پارے، ص:۱۴)

☆......لَاسِیَّمَا: یہ دراصل سِیٌّ ہے اور "ما" زائدہ ہے یا موصوفہ یا موصولہ سے مرکب ہے۔ اور لَاسِیَّمَا نحاۃ کے یہاں کلمہ مستثنیٰ ہے۔ (تحفۃ الادب، ص:۳۰)

☆......سَوَاءٌ کَانَ کَذَا اَمْ کَذَا: یہاں سَوَاءٌ اسم مصدر ہے لہذا یہ بھی مصدر کی طرح موصوف کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ جیسے: قال اللہ تعالیٰ: تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ. میں ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص:۱۴)

☆......فَصَاعِدًا: شرح جامی میں ہے "لَایَقَعُ الْاَعْلٰی الثَّلَاثَ فَصَاعِدًا" یہ لفظ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیلئے بولا جاتا ہے اور حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ "فاء" عاطفہ ہے معطوف علیہ عامل، اور ذوالحال تینوں ماقبل میں مقدر ہیں، تقدیری عبارت یہ ہے "اُذْکُرِ الْعَدَدَ نَازِلًا فَصَاعِدًا. "اُذْکُرْ" فعل، "اَنْتَ" فاعل "اَلْعَدَدَ" مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ذوالحال ہوا، نازلاً، معطوف علیہ، فا، حرف عطف، فصاعداً معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال ہوا ذوالحال کا، حال ذوالحال سے ملکر جملہ حالیہ ہوا۔ (تحفۃ الطلبہ، ص:۲۶، ۲۷، علمی جواہر پارے، ص:۱۷)

☆......فَبِهَا: یہ لفظ "ب" جارہ اور "ھا" ضمیر مؤنث سے ملکر بنا ہے اور ضمیر کا مرجع ماقبل میں مقدمہ شرط کا مضمون ہے، اور فاء جزائیہ ہے، جار مجرور اور ظرف مستقر سے ملکر شرط محذوف کی جزاء ہے تقدیر عبارت یوں ہے: اِنْ کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ فَخُذْبِهَا، ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص:۱۷)

☆......لَامُحَالَةَ: کہاجاتا ہے "هٰذَا لَامُحَالَةَ كَذَا" یہاں لامحالہ میں لانفی جنس اور "محالة" سے ملکر بنا ہے، اور لغت میں "لا" انتقال کے معنی میں ہے، ترکیب یوں ہے، لانفی جنس، مُحَالَةَ، اس کا اسم ونکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور "موجودٌ" اس کی خبر محذوف ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص:۱۹)

☆......مَعًا: (ساتھ) جمہور نحاۃ کے نزدیک لفظ "معًا" معرب اور منصرف ہے۔ اور اس کے منصوب ہونے میں دو احتمال ہیں، اول ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔ دوم: حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اور اس کیلئے نصب ہی مخصوص ہے۔ امام سیبویہؒ کے نزدیک کے یہاں "مَعًا" مبنی علی السکون ہے کیونکہ اس کی وضع حروف کی وضع سے مشابہ ہے مگر اصح اور پسندیدہ قول معًا کا معرب ہونا ہے۔ کیونکہ اس پر تنوین تمکن اور جر داخل ہوتا ہے، جیسے: كُنَّا مَعًا اور جیسے: خرجت من معه۔ اور حال ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ: خَرَجْتُ مَعًا بمعنی حَالَ كَوْنِهِ مُجْتَمِعِيْنَ. (تحفۃ الطلبہ، ص:۴۴، علمی جواہر پارے، ص:۲۰)

☆......جَمِيْعًا: یہ لفظ تاکید کیلئے ہے معًا کے مانند حالیت کی بناء پر منصوب ہے تو قولنا: خَرَجْنَا جَمِيْعًا ۔ بمعنی حَالَ كَوْنِهِ مُجْتَمِعِيْنَ. ہوگا۔ اور "مَعًا" و "جَمِيْعًا" کے حال ہونے کی صورت میں فرق یہ ہے کہ مَعًا میں اجتماع بالفعل ایک ہی وقت میں شرط ہے اور جَمِيْعًا میں کوئی شرط نہیں۔ (تحفۃ الطلبہ، ص:۴۴، علمی جواہر پارے، ص:۲۱،۲۲)

☆......فَقَطْ: اس فاء میں تین اقوال ہیں۔ البتہ لفظ قط: بالاتفاق اسم فعل ہے بمعنی اِنْتَهِ، اس کے شروع میں کبھی فافصیحہ لائی جاتی ہے کیونکہ وہ شرط محذوف پر دال ہے اسی شرط محذوف کی بناء پر اس کے فاکے بعد جزا واقع ہوتی ہے۔ اور عبارت یوں ہوگی۔ اَیْ اِنْ کَانَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ فَانْتَهِ عَنْ غَيْرِهٖ ۔ اور یہی اصح ہے کیونکہ ان شرطیہ کے

علاوہ اور کسی حرف شرط کی تقدیر جائز نہیں۔ بعض حضرات نے قط کو قد کے معنی میں اسم ظرف بھی بتایا ہے۔ (تحفۃ الطلبہ، ص:۴۷، اللطائف المثمرة في تحقيق الكلمات المشكلة، علمی جواہر پارے، ص:۳۲)

☆......فَقَطْ: یہ (قط) اسم فعل ہے امر حاضر کے معنی میں ہے ای انتہ (رک جا) اور "ف" جو اس پر داخل ہے جزائیہ ہے شرط محذوف کی، اور فقط کی اصل عبارت اس طرح ہے: إِذَاجَرِرْتَ بِهَاالْإِسْمَ فَانْتَهِ عَنْ عَمَلٍ غَيْرِالْجَرِّ ۔ (مصباح العوامل، شرح مائۃ عامل، ص:۱۲)

☆......قَطُّ: یہ ظرف زمان ہے استغراق ماضی کیلئے آتا ہے اور نفی کے ساتھ خاص ہے خواہ لفظاً ہو جیسے: مَافَعَلْتُ هٰذَاقَطُّ يامَعنا، جیسے: لَمْ يَسْمَعْ قَطُّ مِثْلَهُ. قَطَّ (ن) قَطًّا. مصدر ہے۔ (تحفة الادب، ص: ۱۴۶)

☆......ایضاً: یہ مفعول مطلق ہے اس کا فعل آض کا وجوباً وسماعاً حذف کیا جاتا ہے۔ آض فعل ھو ضمیر فاعل، "اَیْضًا" مفعول مطلق ملکر جملہ فعلیہ خبریہ معترضہ ہوتا ہے۔
(اللطائف المثمرة في تحقيق الكلمات المشكلة، مصباح العوامل، ص:۶۲)

☆......اَیٌّ: یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے، جیسے أَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ . اس کے استعمال مختلف ہیں، موصوف ہوتا ہے جیسے يَـٰٓأَيُّهَا الرَّجُلُ اور کبھی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَیِّ رَجُلٍ غَيْرِهِ. (مصباح العوامل، ص:۵۹)

☆......"بِـمَ" یہاں حالت جری میں ما استفہامیہ کا الف گرا دینا اور حرکت فتحہ کا باقی رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ الف کے حذف پر دلالت کرے، اور ما استفہامیہ کو ما موصولہ سے ممتاز بنا سکے۔ (تحفۃ الادب، ص:۱۴۸)

☆......هَاؤُمْ: بمعنی خذ (پکڑ) یہ اسم فعل ہے امر کے معنی میں مستعمل ہے۔

☆......هَيْتَ لَكَ بمعنی هَلُمَّ (تو آ) یہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب کیلئے آتا ہے۔

☆......هَاتِ: اسم فعل ہے بمعنی امر یعنی "أعْطِ" اور "اِئْتِ" (آ دَ، لا وَ) کے معنی میں ہے۔

☆......بَخٍ بَخٍ : یہ کلمہ مدح کیلئے مستعمل ہے، مبالغہ کیلئے مکرر لایا جاتا ہے۔

☆......لَا اَبَا لَکَ: بمعنی لامحالہ یعنی ضرور بالضرور۔ یہ مقام دعا میں استعمال ہوتا ہے۔

☆......صنعت براعت استھلال: یہ ہے کہ مقدمہ میں ایسا کوئی لفظ استعمال کرنا جس سے مسائلِ کتاب کی طرف اشارہ ہو جائے۔

☆......جرِّ جِوَار: سے وہ جر مراد ہے جو عامل جارہ کے ذریعہ نہ ہو، بلکہ ماقبل کے مجرور ہونے کی وجہ سے اس میں جر دیا گیا ہو جیسے مَنْ مَلَکَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ۔ یہاں محرم کو جر حرف جر کی وجہ سے نہیں، بلکہ مجرور کے قریب ہونے کی وجہ سے دیا گیا۔

☆......اختلاف عوامل در شرط و جزا۔ اس بارے میں نحویوں میں اختلاف ہے کہ شرط وجزا میں عامل کون اور معمول کون ہے؟ تو ایک قول یہ ہے کہ حرف شرط دونوں میں عامل ہیں، جس طرح حروف مشبہ بالفعل اسم وخبر دونوں میں عامل ہوتے ہیں یہ علامہ سیرانی کا مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِن تو شرط میں عامل ہوا کرتا ہے پھر اِن اور شرط دونوں ملکر جزا میں عمل کرتے ہیں، مبرد اور خلیل نحوی یہی کہتے ہیں۔ اور اخفش کا قول یہ ہے کہ اِن تو شرط کے اندر عامل ہے اور شرط جزا میں عمل کرتی ہے، اور کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ شرط تو حروف شرط کی وجہ سے جزم پاتی ہے اور جزا مجاورت کی وجہ سے مجزوم ہوتی ہے اور امام مازنیؒ کا قول یہ ہے کہ شرط وجزا دونوں مبنی ہیں کیونکہ یہ اسم میں نہیں آتے صرف فعل میں داخل ہوتے ہیں، یہی قول تقریباً پسندیدہ ہے۔ (مصباح العوامل، ص:۵۸)

کل اسمائے مشتقات

☆......کل اسمائے مشتقات سات ہیں: (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم ظرف (۴) اسم آلہ (۵) اسم تفضیل (۶) صفت مشبہ (۷) اسمائے مبالغہ۔ (ماخوذ من خلاصۃ النحو، لمولانا ولایت حسین اراکانی، ص: ۲۰)

اقسام مرفوعات مع امثال

اقسام مرفوعات کل آٹھ ہیں: (۱) فاعل جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ (۲) نائب فاعل جیسے: ضُرِبَ زَیْدٌ (۳) مبتدا جیسے: زَیْدٌ عَالِمٌ (۴) خبر جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ (۵) حروف مشبہ بالفعل کی خبر جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ (۶) افعال ناقصہ کا اسم جیسے: کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا (۷) ماولا مشبہ بلیس کا اسم جیسے: مَا زَیْدٌ قَائِمًا (۸) لائے نفی جنس کی خبر جیسے: لَا رَجُلَ ظَرِیْفٌ فِي الدَّارِ. (تحفۃ الطلبہ، ص: ۵۴، ۵۵)

بحث اسم فاعل

(۱)......اسم فاعل، مضارع سے اسلئے مشتق ہے کہ اسم فاعل و مضارع دونوں عدد حروف و حرکات اور سکنات میں مناسبت تامہ رکھتے ہیں، جیسے: یَضْرِبُ وَضَارِبٌ اور اسم فاعل یفعل سے مشتق ہوتا ہے کیونکہ اسم فاعل اسم ظاہر ہے اور اسمائے ظاہرہ غائب کا حکم رکھتے ہیں۔ (تبیان، شرح میزان، ص: ۵۰)

(۲)......اسم فاعل میں "الف" کو اسلئے زیادہ کیا جاتا ہے کہ الف حروف ابجد میں سب سے مقدم ہے اور زیادت حرف کیلئے حرف علت عمدہ اور بہتر ہے اور ان میں الف زیادہ خفیف ہے، اسلئے الف کو اسم فاعل میں زیادہ کیا گیا ہے۔ اگر زیادت کیلئے الف کو نہ

بڑھائیں تو فا کو فتحہ دیتے وقت فَاعِلٌ حالت وقف میں فعل معروف سے مشابہ ہوجاتا ہے۔ (تبیان، شرح میزان، ص:۵۰)

(۳)......اسم فاعل میں الف کو شروع میں اسلئے نہیں لایا گیا کہ ابتدا بسکون ہوگا اگر واؤ کو شروع میں زیادہ کرتے، مگر واو زائد شروع کلمہ میں نہیں آتا، یاء کو لاتے، تو پھر مضارع سے مشابہ ہوتا۔ اگر میم کو ضمہ کے بجائے فتحہ دیتے، تو اسم ظرف اَفعل مکرِم (مکسور العین) مضارع کے اسم ظرف سے مشابہ ہوجاتا ہے۔ اور کسرہ وضمہ دینے کی صورت میں ضمہ قوی ہے اور اول کلام میں متحمل بھی ہوسکتا ہے، اسلئے میم کو ضمہ دیا گیا۔ اور میم وضمہ دونوں شفوی بھی ہیں لہذا میم کو ضمہ دیا گیا۔ اور اسم فاعل میں ماقبل آخر کو کسرہ دیا جاتا ہے تاکہ اسم مفعول سے فرق ہوجائے۔ اور اسم فاعل کو اسم مفعول پر اسلئے مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ فاعل، مفعول کی بنسبت عمدہ ہے۔ جب فاعل کو عمدہ ہونے کی بناء پر فعل مضارع سے بناتے ہیں تو مفعول بھی مضارع سے بنایا گیا تاکہ مناسبت باقی رہے۔ (تبیان شرح میزان، ص:۵۰)

☆......فاعل جب اسم ضمیر ہو تو فعل واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث میں فاعل کے مطابق ہوگا جیسے: اَلرَّجُلُ قَامَ۔ اَلرَّجُلَانِ قَامَا۔ اَلرِّجَالُ قَامُوْا۔ اَلْمَرْأَةُ قَامَتْ، اَلْمَرْأَتَانِ قَامَتَا۔ اَلنِّسَاءُ قُمْنَ۔ (کتاب النحو، ص:۲۸)

☆......جب اسم فاعل مستقبل یا حال کے معنی میں ہو تو اس وقت معرفہ کا فائدہ نہیں دیتا، ورنہ اضافت کے وقت معرفہ کا فائدہ دیتا ہے۔ (از تقریر حضرت مولانا ابوالزاہد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ)

☆......فاعل ذی کذا، جس کو نسبت والا فاعل کہتے ہیں، اس کے پانچ اوزان یہ ہیں، جیسے تَامِرٌ (تمر والا) لَابِنٌ (لبن والا) اور کبھی ان دونوں کو لَبَّانٌ وَتَمَّارٌ بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ بَقَّالٌ۔ (سبزی فروش والا) جَمَّالٌ (جمل والا) سَیَّافٌ

(تلوار چلانے والا)۔(توضیحات، ص:۲۸)

☆......اسم فاعل جب مستقبل وحال کے معنی میں ہو تو اس وقت معرفہ کا فائدہ نہیں دیتا ہے، ورنہ وہ اضافت کے وقت معرفہ کا فائدہ دیتا ہے۔(معلم الانشاء اول)

<u>اسم فاعل اور فاعل میں فرق:</u> دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسم فاعل خاص ایک صفت مشبّہ کو کہا جاتا ہے جس میں ذات اور صفات دونوں موجود ہوں، مثلاً ضارب، کہ اس کے اندر ایک مارنے والی ذات ہے اور وہ ذات صفت ضاربیت کے ساتھ متصف بھی ہے اور فاعل صرف اس ذات کو کہا جاتا ہے، جس سے صرف فعل کا صدور ہو جیسے:"ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرواً"۔ (دیکھئے مآرب الطلبہ ص:۸۸)

☆......نکتہ: <u>اسم فاعل کے صیغے کم کیوں؟</u> یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسم فاعل کے صرف چھ صیغے آتے ہیں، کیونکہ یہ فعل کی فرع ہے اور فرع کا مرتبہ اصل سے کم ہوتا ہے لہٰذا اسم فاعل میں صرف صفات لازمہ یعنی واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے چھ صیغے لائے ہیں، تاکہ اصل وفرع میں برابری نہ ہو اور فعل میں صفات غیر لازم یعنی غیبت، خطاب اور متکلم کا بھی اعتبار کیا گیا، تاکہ اس کو فرع پر فوقیت حاصل رہے۔(تحفہ سعیدیہ شرح علم الصیغہ، ص: ۳۷)

☆......فاعل اگر مؤنث معنوی حقیقی ہو تو فعل مؤنث لایا جائے گا بشرطیکہ فعل وفاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو نیز مؤنث انسانوں میں سے ہو اور فعل متصرف ہو جیسے جَاءَتْ مَرْيَمُ . اگر ایک شرط مفقود ہو یا فاعل مؤنث حقیقی ہو یا جمع تکسیر یا جمع سالم ہو تو فاعل اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے اگر فعل کا فاعل ضمیر ہے تو ان تمام صورتوں میں فعل مؤنث لایا جائے گا۔(منیۃ الادب، ص: ۲۰ ج ۱)

<u>فاعل نسبتی اور فاعل مبالغہ میں فرق:</u> ان دونوں کے درمیان دو اعتبار سے فرق ہے (۱) یہ ہے کہ جو فاعل نسبتی ہے اس کا فعل اور مصدر نہیں ہوتا جیسے: نَابِلٌ کے معنی ہے تیر چلانے

والا اس کا نہ مصدر ہے نہ فعل۔ (۲) فاعل نسبتی کی مؤنث تائے تانیث کے بغیر آتی ہے، جیسے: حائضٌ کے معنی ہے حیض والی عورت۔ (دیکھئے، تحفۃ سعیدیہ، شرح علم الصیغہ، ص: ۵۰)

بحث مبتدا و خبر

☆..... مصدر جب مبتدا ہوتا ہے تو اس کی خبر مذکر و مؤنث دونوں ہو سکتی ہے جیسے: فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ. (روایۃ النحو، ص: ۹)

☆..... مبتدأ، یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افتعال سے بمعنی جس سے ابتدا کی جاتی ہے۔ (عربی کا معلم اول)

☆..... مبتدا ہمیشہ معرفہ ہوتا ہے، یا نکرہ مخصوصہ۔ صرف نکرہ کبھی مبتدا نہیں ہو سکتا ہے۔

اقسام معرفہ ایک شعر کے اندر

معارف ایں ہمہ پنجم است زیں نہ بیش و نہ کم
مضاف و مضمر و ذو اللام و مبہم است و علم

(سعیدیہ شرح کافیہ، ص: ۱۶)

☆.....: خبر اکثر نکرہ ہوتی ہے مگر کبھی معرفہ بھی ہوتی ہے، (ا) جیسے: زَیْدٌ کَاتِبٌ، (ب) اَلْعَدْلُ مَحْمُوْدٌ. ان دونوں مثال میں، زَیْدٌ وَعَدْلٌ مبتدا و معرفہ ہے۔ (ج) نکرہ مخصوصہ کے مبتدا ہونے کی مثال جیسے: وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ مُشْرِکٍ. اس میں عبد، نکرہ۔ مومن صفت سے خاص ہو گیا ہے۔ (کتاب النحو، ص: ۱۸)

(۲)..... اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَاَۃٌ. اس میں رجل نکرہ ہے مگر تقیید سے خاص ہو گیا ہے۔ (ب) مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ. اس میں ''احد'' نکرہ ہے جو ما نافیہ کے تحت آنے سے خاص ہو گیا ہے۔ (ج) سَلَامٌ عَلَیْکَ۔ یہ اصل میں سَلَامِیْ عَلَیْکَ ہے۔

اس میں یائے متکلم کی طرف اضافت سے خاص ہو گیا ہے. (کتاب النحو ص: ۱۸)

(۳)......خبر: عموماً مفرد ہوا کرتی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا، مگر کبھی جملہ بھی آ جاتی ہے، تو اس صورت میں ایک ضمیر بارز مستتر اکثر مبتدا کی طرف راجع ہوتی ہے، جیسے زَیْدٌ أَبُوْهُ قَائِمٌ ، اس میں ابوہ کی ضمیر بارز زید کی طرف راجع ہے. (کتاب النحو)

(۴)......خبر جب اسم مشتق یا منسوب ہو تو تذکیر و تانیث، وحدت و جمعیت میں مبتدا کے موافق ہوگی جیسے (الف) خبر مفرد کی مثال: اَلرِّزْقُ مَقْسُوْمٌ (ب) خبر مفرد مؤنث کی مثال اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ. (ج) خبر تثنیہ مذکر کی مثال: طَلْحَةُ وَزُبَیْرٌ صَحَابِیَّانِ (د) خبر جمع مذکر کی مثال اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ (ھ) خبر جمع مؤنث کی مثال: نِسَآءُ الْحَيِّ جَمِيْلَاتٌ. (کتاب النحو)

مندرجہ ذیل صورتوں میں مبتدا کا مقدم لانا واجب ہے (الف) مبتدا ایسا کلمہ ہوں جو شروع کلام میں ہونا ضروری ہے جیسے: مَنْ أَبُوْكَ. (ب) دونوں معرفہ ہوں جیسے: زَیْدٌ اَخُوْكَ (ج) دونوں تخصیص میں برابر ہو جیسے: اَفْضَلُ مِنِّیْ وَاَفْضَلُ مِنْكَ. (د) مبتدا کی خبر واقع ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ. (کتاب النحو)

مندرجہ ذیل صورتوں میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔ (الف) خبر ایسا کلمہ ہو جو شروع کلام میں آنا واجب ہے جیسے اَیْنَ زَیْدٌ (ب) خبر جبکہ ظرف یا جار مجرور ہو اور مبتدا نکرہ ہو جیسے عِنْدِیْ مَالٌ، فِی الدَّارِ رَجُلٌ ۔ (ج) متعلق خبر کی ضمیر مبتدا میں ہو جیسے عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا. (د) کبھی ایک مبتدا کی کئی خبریں بھی آ جاتی ہیں جیسے: زَیْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ. (کتاب النحو، ص: ۱۹)

☆......علم نحو کی متداول کتابوں میں عام طور سے یہ قاعدہ مشہور ہے کہ ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں، لیکن ایک خبر کے متعدد مبتدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ قاعدہ نہیں ملتا، حالانکہ قرآن وحدیث میں اور عربی کتابوں میں ایسی مثالیں اور عبارتیں ملتی ہیں

کہ جہاں ایک خبر کے متعدد مبتدا موجود ہیں جیسے قول باری تعالیٰ ہے: اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. تو اس آیت میں "اُولٰئِکَ" مبتدا اول ہے اور "ھُمْ" مبتدا ثانی ہے اور "المفلحون" اس کی خبر ہے۔ (مقدمہ علوم درسیہ، جلالین، سورہ بقرہ)

مبتدا اور خبر میں کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے؟

مبتدا اور خبر میں چار چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) اگر مبتدا مفرد ہے تو خبر بھی مفرد ہوگی جیسے: اَلتِّلْمِیْذُ مُجْتَھِدٌ. (۲) اگر مبتدا تثنیہ ہے تو خبر بھی تثنیہ ہوگی، جیسے: اَلتِّلْمِیْذَانِ مُجْتَھِدَانِ (۳) اگر مبتدا جمع ہے تو خبر بھی جمع ہوگی جیسے: اَلتَّلَامِیْذُ مُجْتَھِدُوْنَ (۴) اگر مبتدا مؤنث ہے تو خبر بھی مؤنث ہوگی جیسے: اَلتِّلْمِیْذَۃُ مُجْتَھِدَۃٌ، اور کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے، جیسے: کَانَ التِّلْمِیْذُ یَلْعَبُ. (الطریقة العصریة جلد دوم، ص: ۱۲ اور ۵۰)

☆...... جاننا چاہئے کہ مبتدا خبر کے درمیان مطابقت کے ضروری ہونے کیلئے آٹھ شرطیں ضروری ہیں، جب ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو مطابقت بھی ضروری نہیں ہوگی: (۱) خبر مشتق ہو لہذا "اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ" سے اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ لفظ مشتق نہیں بلکہ مصدر ہے۔ (۲) خبر کا فاعل ضمیر راجع الی المبتدا ہو لہذا "اِمْرَأَۃٌ قَائِمٌ اَبُوْھَا" سے اعتراض نہیں ہوگا کہ امرأۃ مبتدا اور قائم خبر ہے اور ان میں مطابقت نہیں کیونکہ فاعل خبر ضمیر نہیں بلکہ اسم ظاہر یعنی ابوھا ہے (۳) خبر ضمیر مبتدا کی حامل ہو لہذا زَیْنَبُ وَسَفَرُ وَمَاہُ وَجُوْرُ مُمْتَنِعٌ سے اعتراض نہیں ہوگا کہ مبتدا متعدد ہیں اور خبر مفرد کیونکہ خبر یعنی ممتنع کا فاعل الصرف مقدر ہے نہ کہ ضمیر جو کہ اسمائے مذکورہ کی طرف راجع ہو۔ (۴) یہ کہ مبتدا خبر دونوں اسم ظاہر ہوں لہذا ھِیَ اِسْمٌ، فِعْلٌ وَ حَرْفٌ سے اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ (۵) خبر صفت خاصہ للمؤنث نہ ہو لہذا "اَلْمَرْأَۃُ حَائِضٌ"

سے اعتراض نہ ہوگا۔(۶) خبر علی وزن فعیل نہ ہو کہ جس میں مذکر ومؤنث برابر ہوتے ہیں لہذا"اَلْامرأۃُ جریح" سے اعتراض نہ ہوگا۔غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہاں لفظ میں یہاں متعدد شرطیں مفقود ہیں، باقی نہیں لکھا گیا۔(توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی،ص:۵۱،۲۰)

☆......مبتدا اور خبر میں مطابقت کیلئے چار شرطیں ہیں:(۱) خبر مشتق کا صیغہ ہو اگر وہ اسم جامد کا صیغہ ہو تو اس میں مطابقت ضروری نہیں،(۲) خبر اسم ظاہر ہو،(۳) خبر ایسا صیغہ نہ ہو جس میں مذکر ومؤنث کا ہونا برابر ہو،(۴) خبر میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو۔(ماخوذ از مسودہ مولانا محمد نذیر صاحب استاد اشرف المدارس سابقا)

☆......جب مبتدا میں شرط کے معنی پائے جائیں تو خبر پر "ف" لائی جاسکتی ہے، جیسے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ.

☆......جب قرینہ پایا جائے تو مبتدا کا حذف کرنا جائز ہے جیسے: اَلْھِلَالُ وَاللّٰہِ. اس جگہ "ہٰذا" مبتدا محذوف ہے۔اسی طرح کبھی خبر بھی محذوف ہوتی ہے جیسے: خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ . اس جگہ "وَاقِفٌ" خبر محذوف ہے۔(من کتاب النحو،ص: ۱۹)

☆......جس طرح مبتدا کی خبر مفرد یا مرکب ناقص آتی ہے اسی طرح اس کی خبر بھی جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ اور شبہ جملہ بھی آتی ہے۔(معلم الانشاء،ص: ۸۴ ج ۱)

☆......مبتدا عموما معرفہ اور خبر عموما نکرہ ہوتی ہے، مگر موصوف، صفت میں یعنی مرکب توصیفی میں ہمیشہ یا تو دونوں معرفہ ہونگے یا دونوں نکرہ.(معلم الانشاء،ص: ۳۸ ج ۱)

قاعدہ:......مبتدا اور خبر میں عام دستور یہ ہے کہ مبتدا معرفہ اور خبر نکرہ ہوتی ہے، جہاں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو وہاں ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہوتے ہیں جیسے حدیث میں ہے، اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ (یعنی دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے) تو یہاں

"الدین" مبتدا ہے اور "النصیحۃ" خبر ہے۔ (از خطبات فقیر مخدوم العلماء ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب)

☆......کبھی کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے (الف) زَیْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اور آدَمُ اَبُوْنَا۔ ان مثالوں میں جز اول معرفہ ہے اور جز ثانی اضافت سے معرفہ ہو گیا (ب) یا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جسے: زَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ (ج) جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ اِنْ جَاءَ نِیْ فَاَکْرَمْتُهُ (د) یا ظرفیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ خَلْفَکَ وَعَمْرٌو فِی الدَّارِ (زید تیرے پیچھے اور عمرو گھر میں ہے)۔ اور ظرف کا ہمیشہ متعلق ہوتا ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک وہ متعلق "اِسْتَقَرَّ" فعل محذوف ہوتا ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۴۳ تا ۴۶)

☆......نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کیلئے چھ شرطیں ہیں (ا) اس سے پہلے کوئی حرف نفی ہو جیسے: مَا اَحَدٌ حَاضِرٌ (ب) اس سے پہلے کوئی حرف استفہام ہو جیسے: هَلْ کَرِیْمٌ یَبْخَلُ بِمَالِهٖ (ج) یا مبتدا کسی نکرہ کی طرف مضاف ہو جیسے: تَاجِرُ ثَوْبٍ مُسْلِمٌ (د) یا وہ موصوف ہو جیسے: وَرَقَةٌ خَضْرَاءُ تَتَفَتَّحُ. (ھ) یا تو وہ مجرور ہو جیسے: فِیْکَ شَجَاعَةٌ (و) یا مبتدا ظرف کی صورت میں خبر مقدم ہو جیسے عِنْدِیْ حِصَانٌ. (معلم الانشاء، اول)

☆......اگر خبر معرفہ ہو تو اسکے لئے دو شرطیں ہیں: (ا) خبر کسی موصوف کی صفت نہ بنتی ہو جیسے: اَنَا یُوْسُفُ. (۲) یا جب مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لائی جائے، جیسے: اَلْوَلَدُ هُوَ الْقَائِمُ. (معلم الانشاء، ص: ۳۹ ج ۱)

☆......(ا) مبتدا اور خبر دو ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں ایک مسند الیہ ہوتا ہے جس کو مبتدا کہتے ہیں، دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اس کو خبر کہتے ہیں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ۔ (۲) مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ (۳) جب نکرہ کی صفت لائی جاتی ہے تو نکرہ مبتدا بن سکتا ہے جیسے: وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ

خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ (۴) اسی طرح جب نکرہ کی تخصیص کردی جائے تو نکرہ مبتدا واقع ہوسکتا ہے جیسے: أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمْ اِمْرَأَةٌ۔ یہاں حرف استفہام کی وجہ سے تخصیص ہوگئی لہذا، أَرَجُلٌ أَمْ اِمْرَأَةٌ مبتدا واقع ہوگئے۔ (۵) مَا أَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ۔ یہاں بھی نکرہ موصوفہ (احد) مبتدا واقع ہوسکتا ہے۔ (۶) فِي الدَّارِ رَجُلٌ۔ یہاں "فِي الدَّارِ" خبر مقدم اور رجل مبتدا مؤخر ہے۔ اور قاعدہ "تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ" کے مطابق یہاں "رجل" میں تخصیص پیدا ہوگئی لہذا مبتدا واقع ہوسکتا ہے (۷) سَلَامٌ عَلَیْکَ: اس جملہ کی اصل سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَیْکَ تھی دوام کے ارادہ سے سَلَّمْتُ فعل کو حذف کردیا گیا اور گویا استمرار و دوام کے ارادہ سے بطور دعا مخاطب سے کہا گیا: سَلَامِيْ مِنْ قِبَلِيْ عَلَیْکَ۔ یعنی میری جانب سے تجھ پر دوامًا برابر سلامتی پہنچتی رہے۔ اس سے سَلَّمْتُ فعل کو حذف کرکے "سَلَامًا" کے نصب کو رفع سے بدل دیا گیا اور متکلم کی جانب سلام کی نسبت کرنے کی وجہ سے سلام میں تخصیص پیدا ہوگئی۔ (۸) اگر دونوں میں سے ایک معرفہ، دوسرا نکرہ ہے تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنایا جائے گا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ۔ (۹) اگر دونوں معرفہ ہیں تو تم کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مبتدا و خبر بناؤ، جیسے: اَللّٰهُ اِلٰهُنَا۔ وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا۔ (من تیسیر النحو)

☆...... اگر مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہو تو اس وقت مبتدا اور خبر کے درمیان فصل لانا ضروری ہے، تاکہ یہ دونوں صفت اور موصوف کے ساتھ ملتبس نہ ہوں۔ (معلم الانشاء)

سوال:...... اَلْکَلِمَةُ لَفْظٌ۔ میں اعتراض ہے کہ یہاں "اَلْکَلِمَةُ" جو مبتدا ہے اور یہ مؤنث ہے۔ اور "لَفْظٌ" جو خبر ہے مذکر ہے؟ لہذا مبتدا خبر میں مطابقت نہیں ہوئی؟

جواب:...... یہ ہے کہ مبتدا اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے جب خبر مشتق ہو اور یہاں خبر مشتق نہیں ہے بلکہ مصدر ہے۔ لہذا مطابقت کی ضرورت نہیں۔ (درایة النحو شرح هدایة النحو، ص:۸)

☆...... جہاں مبتدا مقسم بہ ہو اور خبر قسم ہو تو خبر کو حذف کر کے جواب قسم کو قائم مقام خبر کے بنا دیتے ہیں جیسے: اَیْمُ اللّٰهِ لَلْحَقُّ ۔ ہے اور اصل میں اَیْمُ اللّٰهِ ، یہ مبتدا ہے خبر واجب الحذف ہے ای اَیْمُ اللّٰهِ قَسَمِیْ ۔ اور لَلْحَقُّ یہ جواب قسم ہے جو قائم مقام خبر ہے۔(تفھیمات شرح مقامات ، ج ۱ ص: ۱۵۲)

☆...... مبتدا و خبر میں مطابقت ہر جگہ لازم نہیں ، بلکہ تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہے (الف) یہ کہ خبر مشتق ہو یا مشتق کے حکم میں ہو جیسے اسم منسوب: بصری، کوفی، ہندی وغیرہ۔ (ب) یہ کہ خبر کی اسناد اس ضمیر کی طرف ہو جو مبتدا کی طرف راجع ہو، مثال: زَیْنَبُ وَسَقَرُ وَمَاهُ مُمْتَنِعٌ ۔ اس مثال میں "ممتنع" خبر مذکر ہے حالانکہ مبتدا "زینب" مؤنث ہے (ج) یہ کہ خبر ایسا اسم نہ ہو جس میں تذکیر و تانیث برابر ہوتی ہو جیسے: جُرَیْح وغیرہ، لہذا اَلْکَلِمَةُ لَفْظٌ میں تینوں شرطیں مفقود ہونے کی وجہ سے مطابقت ضروری نہیں۔ (سعیدیہ شرح کافیہ، ص:۲۰، مقدمات علوم درسیہ، ص:۳۳۸)

قاعدہ:...... عربی زبان میں کسی لفظ کو معرفہ بنانے کیلئے اس کے شروع میں الف، لام لگا دیتے ہیں ، اور جس لفظ پر الف لام لگا دیا گیا ہو اس پر حرف ندا "یا" براہ راست داخل نہیں ہو سکتا، کیونکہ الف لام بھی معرفہ بنانے کیلئے ، اور "یا" بھی معرفہ بنانے والا ہے۔ ہاں! پوری عربی زبان میں صرف اللہ کا نام ایسا ہے کہ اُس پر الف لام بھی داخل اور یاء بھی داخل ہو سکتی ہے۔ گویا کہ اللہ کا نام دونوں معرفوں کا متحمل ہے۔ (خطبات فقیر، ۱۱/ ۲۷، ۲۸)

فائدہ:...... عربی میں استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کے واسطے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا جاننا اور یاد ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر عربی عبارت کا پڑھنا اور سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ اسلئے ان تینوں اقسام کو یاد کر لینے سے عربی اور علم نحو میں آسانی ہو جاتی ہے اور یہ آپس میں مذاکرہ کرنے سے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ جو

مختصراً حسب ذیل ہیں:

اقسام منصوبات مع مثالیں

اقسام منصوبات کل بارہ ہیں: (۱) مفعول مطلق جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا (۲) مفعول بہ جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا (۳) مفعول معہ جیسے: جَاءَ الْبَرْدُ وَ الْجُبَّاتِ (۴) مفعول فیہ جیسے: صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ (۵) مفعول لہ جیسے: ضَرَبْتُ تَادِیْبًا (۶) حال جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا (۷) تمیز جیسے: عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَماً (۸) مستثنیٰ جیسے: جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْداً (۹) حروف مشبہ بالفعل کا اسم جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ (۱۰) افعال ناقصہ کی خبر جیسے: کَانَ زَیْدٌ قَائِماً (۱۱) ما اور لا کی خبر جیسے: مَا زَیْدٌ قَائِماً۔ (۱۲) لائے نفی جنس کا اسم، جیسے: لَارَجُلَ ظَرِیْفٌ فِي الدَّارِ. (تحفۃ الطلبہ ص:۵۵)

بحث مفاعیل خمسہ

☆...... مفعول مطلق تین طرح سے مستعمل ہے (۱) تاکید کیلئے، جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا۔ (۲) بیان نوع کیلئے، جیسے: جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِيْ. (۳) بیان عدد کیلئے، جیسے: جَلَسْتُ جَلْسَةً. (ایک دفعہ بیٹھنا) یہ تینوں اقسام ایک شعر کے اندر ؎

اَلْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ وَالْفُعْلَةُ لِلْقُدْرَةِ وَالْمِفْعَلُ لِلْاٰلَةِ

(بدر منیر: ۹۸ مصباح المنیر: ۴۴)

مصدر اور مفعول مطلق کے درمیان فرق: مصدر وہ ہے کہ معنیٰ حدوثی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے فعل نکلتا ہو، یعنی مصدر ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) معنیٰ حدوثی پر دلالت کرنا۔ (۲) اس سے فعل وغیرہ نکلنا، جیسے: ضَرَبَ. الضربُ

مصدر سے نکلا ہے اور مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اپنے ماقبل کا ہم معنی ہو، جیسے: ضربتُ ضرباً میں ضرباً مفعول مطلق ہے وہ اپنے ماقبل فعل ضرب کا ہم معنی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفعول مطلق کیلئے صرف مصدر یعنی معنیٔ حدوثی ہونا کافی ہے اس سے فعل نکلنا شرط نہیں جیسے وَیْحَةً وَیْلَةً یہ مفعول مطلق ہے اور اس سے فعل نکلتا نہیں اب دونوں کے درمیان عام وخاص مطلق کی نسبت نکلی ہے یعنی ہر ہر مصدر مفعول مطلق ہو سکتا ہے لیکن ہر ہر مفعول مطلق مصدر نہیں ہوگا۔ (دیکھیے ہمارب الطلبہ ص:۲۶)

☆...... جو مفعول مطلق تاکید کیلئے ہوتا ہے اس کے فعل پر اگر نفی داخل ہو تو نفی صرف مفعول مطلق کی ہوتی ہے، جیسے حضرت انسؓ کی حدیث ہے: اِنَّهُ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا الخ. (یعنی مجھے بکثرت حدیثیں بیان کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہی روکتا ہے)

پس یہاں حدیث انسؓ کے قول میں تحدیث کثیر کی نفی ہے، مطلق حدیث کی نفی نہیں ہے۔ مزید کیلئے دیکھیے، فیض المنعم شرح مقدمہ مسلم، ص:۶۴)

بحث اسم مفعول

(۱)...... اسم مفعول کے میم کو فتحہ "اَلْفَتْحَةُ اَخَفُّ الْحَرَكَاتِ" کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ عین کلمہ کو ضمہ اس لئے دیا گیا ہے، کیونکہ اسم ظرف، کبھی مفتوح العین اور کبھی مکسور العین ہوتا ہے۔ صرف اسم مفعول فعل مضارع مجہول سے بنتا ہے۔ باقی اسم فاعل واسم ظرف، اسم آلہ، اسم تفضیل اور صفت مشبہ فعل مضارع معروف سے بنتے ہیں۔ (تبیان، شرح میزان الصرف، ص:۵۲)

(۲)...... مفعول کی چار علامتیں ہیں۔ فتحہ، کسرہ، الف اور یاء۔ اب ہر ایک کی مثالیں: جیسے: رَاَيْتُ زَيْدًا. رَاَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَاِيَّاكَ وَمُسْلِمِيْنَ. (مزید کیلئے، ایضاح

المطالب، شرح کافیہ، ص:۴۸)

اسم مفعول اور مفعول میں فرق: دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسم مفعول جیسے صفت مشتقہ کو کہا جاتا ہے جسکے اندر ذات اور صفات دونوں موجود ہوں اور مفعول کے اندر صرف ایک ذات ہے یعنی جس پر فعل واقع ہو مثلاً ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا میں عمرو کے اندر صرف ایک ذات ہے جس پر فعلِ ضرب واقع ہوا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مفعول کے اندر صرف ذات کا لحاظ ہے اور اسم مفعول کے اندر ذات مع الوصف دونوں کا لحاظ ہے۔ (مآرب الطلبہ، ص:۸۸)

☆...... مفعول فیہ ظرف زمان: خواہ محدود ہو یا غیر محدود یہ دونوں ''فی'' کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے: سَافَرْتُ شَهْرًا. قسمتُ دَهْرًا أَیْ فِیْ شَهْرٍ وَفِیْ دَهْرٍ۔ لیکن ظرف مکان محدود میں ''فی'' کا ذکر کرنا ضروری ہے جیسے: جَلَسْتُ فِی الدَّارِ. (کتاب النحو، ص:۳۳)

☆...... مفعول فیہ نام ہے اس زمان یا مکان کا، جس میں فعل مذکور واقع ہو اس کو ظرف کہتے ہیں، اور ظرف کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف مکان (۲) ظرف زمان۔ ظرف زمان وہ ہے جس وقت میں کوئی کام واقع ہو جیسے: صُمْتُ دَهْرًا، سَافَرْتُ شَهْرًا. اور ظرف مکان وہ ہے جس جگہ میں کوئی کام واقع ہو، پھر مکان وزمان کی دو قسمیں ہیں (الف) محدود (ب) مبہم۔ محدود وہ ہے جس کی حد ونہایت متعین ہو۔ اور مبہم وہ ہے جس کی حد ونہایت متعین نہ ہو، پھر زمان محدود ومبہم اور مکان مبہم میں (فی) کو مقدر کر کے نصب پڑھیں گے، اور مکان محدود اگر نَزَلَ، دَخَلَ، سَكَنَ کے باب کے بعد واقع ہو تو اس مقام پر بھی (فی) کو مقدر کر کے نصب پڑھیں گے، ورنہ فی کو ظاہر کر کے جر پڑھیں گے، اور ظاہر میں جہاں (فی) مقدر ہوگا وہاں فعل کا ظرف کے ساتھ تعلق بلاواسطہ حرف جر کے ہوگا اور جہاں حرف جر موجود ہوگا وہاں فعل کا تعلق

ظرف کیساتھ حرف جر کے واسطہ سے ہوگا مثالیں ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆...... جِئْتُ وَزَیْدًا ۔ اس مثال میں ''زیدا'' مفعول معہ ہے اور ''واؤ'' مفعول معہ کی علامت ہے، لیکن اگر فاعل منفصل ہو تو اسے منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ جیسے: جِئْتُ اَنَا وَزَیْدٌ، یا جِئْتُ اَنَا وَزَیْدًا. (تسہیل قواعد النحو، ص: ۶۴)

☆...... مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول لہ، اور جار مجرور یہ سب نائب فاعل ہو سکتے ہیں، لیکن حال اور تمیز کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں۔ (مہر منیر: ۱۰۴، ہدیہ صغیر: ۱۰۰)

☆...... چھ حروف مشبہ بفعل کے بعد جب ''ما کافہ'' آتا ہے تو ان کے عمل کو زائل کر دیتا ہے، جیسے: اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. اِنَّمَاقَامَ زَیْدٌ . كَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ.

(کتاب النحو، ص: ۴۴)

قاعدہ:۔ ناقص (جس کے لام کلمہ میں حرف علت ہو) سے اسم ظرف کا صیغہ مطلقاً مفتوح العین آتا ہے۔ (من علم الصیغہ)

اقسام مجرورات مع مثال

اقسام مجرورات کل دو ہیں: (۱) مضاف الیہ ہونا جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ (۲) جس پر حرف جر داخل ہو جیسے: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ. (تحفۃ الطلبہ، ص: ۵۵)

☆......: اگر حرف جر داخلِ اسم ظاہر ہو تو مدخول کو مجرور کہتے ہیں اگر حرف جر ظاہر نہ ہو تو مجرور کو مضاف الیہ کہتے ہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۳۷)

بحث اسمائے اشارہ

ذاک : یہ اسم اشارہ ہے جو مفرد مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے جب کے وہ درمیانی

مسافت پر ہو۔

ذالک : یہ اسم اشارہ ہے جو مفرد مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے جب کے وہ دور ہو۔

تلک : یہ اسم اشارہ ہے جو مفرد مؤنث کیلئے استعمال ہوتا ہے جب کے دور ہو۔

ذانک : یہ اسم اشارہ ہے جو تثنیہ مذکر کیلئے مستعمل ہے جب کے دور ہو جیسے : ذانک طالبان.

تانک: یہ اسم اشارہ ہے جو تثنیہ مؤنث کیلئے مستعمل ہے جب کے دور ہو جیسے: تانک طالبتان۔(الطریقه العصریه، ص: ۳۶ ج ۱)

ھذا:...... یہ واحد مذکر قریب کیلئے۔ھذان: یہ تثنیہ مذکر قریب کیلئے. ھذہ: یہ واحد مؤنث قریب کیلئے، ھاتان: یہ تثنیہ مؤنث قریب کیلئے استعمال ہوتا ہے۔(الطریقہ العصریہ، ص: ۱۴ تا ۲۸ ج ۱)

ھذا :...... کا مشارالیہ ماقبل میں مذکورہ الفاظ یا معانی مخصوصہ ہیں اس میں دو احتمال ہیں۔

(۱) یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ای "خُذْ هٰذَا" ۔(۲) ہذا میں "ھا" اسم فعل ہے بمعنی "خذ" اور "ذا" اسم اشارہ ہے۔اور "ذا" اسم ہونے کی بناء پر "ھا" اسم فعل کا محلا مفعول و منصوب ہے۔(علمی جواہر پارے، ص: ۲۱)

<u>جمع کیلئے قاعدہ:</u> جمع اگر چیزوں کی ہے تو قریب کیلئے اسم اشارہ "ھٰذِہٖ" اور دور کیلئے "تلک" استعمال ہوگا، جیسے: ھذہ کتب وتلک کراسات.

☆...... اگر انسانوں کی جمع ہو تو نزدیک کیلئے "ھٰؤُلَاءِ" اور دور کیلئے "اولٰئک" استعمال ہوتا ہے۔جیسے: ھٰؤُلَاءِ رِجَالٌ وَاُولٰئِکَ نِسَاءٌ. اور جمع میں مذکر و مؤنث برابر ہیں۔(الطریقہ العصریہ، ص: ۳۴ ج ۱)

☆...... اسم اشارہ ترکیب کلام میں موصوف ہوتا ہے اور مشار الیہ اس کی صفت ہوتی ہے، جیسے: ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ. کبھی اسم اشارہ مبتدا اور مشار الیہ خبر ہوتی

ہے جیسے: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. (كتاب النحو، ص: ۴۶)

☆......اسم اشارہ اپنے مشار الیہ سے ملکر کبھی فاعل، کبھی مبتدا، کبھی خبر، کبھی مفعول مالم یسم فاعلہ واقع ہوا کرتا ہے جیسے: ضَرَبَ هٰؤُلَاءِ یہ اصل میں ضَرَبَ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ تھا جو اسم اشارہ اور مشار الیہ سے ملکر بنے ہیں۔ اسی طرح هٰؤُلَاءِ اَصْحَابِيْ، اصل میں هٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ اَصْحَابِيْ ہے جو مبتدا واقع ہوا ہے۔ (المصباح المنير، ص: ۴۳)

☆......اسم اشارہ ہمیشہ موصوف ہوتا ہے اور مشار الیہ صفت بنا کرتا ہے اس لئے کہ مشار الیہ کیلئے شرط ہے کہ وہ معرف باللام ہو جیسے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَهٰذَا الرَّجُلُ

☆......مشار الیہ کلام میں اکثر محذوف ہوتا ہے قرینہ سے اس کو نکالا جاتا ہے جیسے هٰؤُلَاءِ اَصْحَابِيْ اَيْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ اَصْحَابِيْ. (المصباح المنير، ۴۳، ۴۴)

☆......مشار الیہ اگر مرکب اضافی ہو تو اسم اشارہ کو مؤخر کر دیا جاتا ہے اور مشار الیہ مقدم ہوتا ہے، جیسے: كِتَابِيْ هٰذَا. غُلَامِيْ هٰذَا. اِمْرَأَتِيْ هٰذِهٖ. اگر یہاں هٰذَا كِتَابِيْ. غُلَامِيْ هٰذَا یا هٰذِهٖ اِمْرَأَتِيْ کہتے ہیں تو پھر مشکل ہو جائے گی کہ یہ مشار الیہ ہے یا خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول: اِذْهَبْ بِكِتَابِيْ هٰذَا. (المصباح المنير، ص: ۴۴)

☆......اسم اشارہ کا پانچوں قاعدہ یہ ہے کہ مخاطب کو متوجہ و بیدار کرنے کیلئے اسم اشارہ کے شروع میں ''ھا'' بھی لگائی جا سکتی ہے۔ اس کو ہائے تنبیہ کہتے ہیں اور ''ھا'' لگنے کی صورت میں اسم اشارہ کے آخر میں بالاتفاق ''لام'' لگانا جائز نہ ہوگا۔

(حاشيه تيسير النحو، شرح هداية النحو، ص: ۳۰)

☆......<u>طریقہ استعمال اسمائے اشارات</u>: (۱) اسمائے اشارہ کبھی کسی اور لفظ کے ملائے بغیر استعمال ہوتے ہیں جیسے ذا (۲) آخر میں حرف خطاب لگا کر استعمال کرتے ہیں جیسے: ذاک (۳) کبھی اس حرف خطاب سے قبل ''لام'' بڑھا کر استعمال

کرتے ہیں۔ جیسے ذالکہ اور ذالک میں ''لام'' کسی مقصد کیلئے لگتا ہے اس میں مختلف رائے ہیں۔ (الف) یہ ہے کہ بعد مشار الیہ بتانے کیلئے (ب) یہ کہ ذالک: بغیر لام کے، مشار الیہ بعید کیلئے آتا ہے، اور ''لام'' کا اضافہ اس کے بعد کی تاکید کیلئے ہوتا ہے۔ اس رائے پر ''ذا'' مشار الیہ قریب کیلئے۔ ''ذاک'' متوسط کیلئے اور ''ذالک'' بعید کیلئے ہے (ج) یہ کہ یہ لام مخاطب کا بعد دوری بیان کرنے کیلئے لایا جاتا ہے۔ (النحو الیسیر، ص: ۲۹)

فائدہ:...... یہ بات یاد رہے کہ یہ لام سب صیغوں میں نہیں لگتا، بلکہ مفرد مذکر، مفرد مؤنث میں لگتا ہے جیسے: ذَالِکَ، تِلْکَ اور اُولٰی میں جیسے اُولٰئِکَ۔ اور تثنیہ مذکر ومؤنث اور ''اولاء'' میں نہیں لگتا، بنی تمیم کی لغت میں اسمائے اشارہ کے کسی صیغہ کے آخر میں لام نہیں لگتا۔ (النحو الیسیر)

☆...... لام کے باب میں اصل یہ ہے کہ اس لام پر (ذَالک) سکون ہو اس پر کسرہ (زیر) دو وجہ سے پڑھا جاتا ہے (الف) التقائے ساکنین سے بچنے کیلئے (ب) یا اس لام، اور حرف جر میں فرق کرنے کیلئے جیسے ذَالک میں کبھی لام پر سکون ہی رکھتے ہوئے التقائے ساکنین سے بچنے کیلئے پہلے ساکن کو ہی حذف کردیتے ہیں جیسے ''تِــيْ'' سے تِلْکَ۔ یہ اصل میں تِیْلَکَ تھا۔ (مزید تفصیل کیلئے، النحو الیسیر، ص: ۳۰)

بحث عدد ومعدود

☆...... عربی میں عدد ومعدود ایک اور دو کا عدد استعمال نہیں ہوتا، بلکہ معدود ہی مفرد اور تثنیہ کی شکل عدد کو بیان کرتا ہے۔ جیسے: کتاب و کتابان.

☆...... ۳ سے دس تک کے عدد کے بعد معدود ہمیشہ جمع استعمال ہوگا۔ جیسے: عِنْدِیْ

عَشَرَةُ كُتُبٍ. اگر یہ معدود مذکر ہے تو عدد مؤنث آئے گا جیسے: اَرْبَعَةُ كُتُبٍ وَ خَمْسَةُ طُلَّابٍ. (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۱۸، ج ۱)

قاعدہ:...... ۱۱ سے عدد ۱۹ تک مرکب ہوتا ہے اور اس کا معدود ہمیشہ مفرد اور مفتوح ہوتا ہے اور یہی قاعدہ ۹۹ تک چلتا ہے اور ہمیشہ ۱۱/اور ۱۲/ عدد کے دونوں جزء مذکر ہونگے، اگر معدود مذکر ہے (ورنہ دونوں مؤنث ہونگے) جیسے: اَحَدَ عَشَرَ كِتَابًا اور اِثْنَا عَشَرَ كِتَابًا. اور عدد، ۱۳ سے ۱۹ تک پہلا جز مؤنث اور دوسرا جز مذکر استعمال ہوگا جیسے: ثَلَاثَةَ عَشَرَ كِتَابًا. (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۲۳، ج ۱)

قاعدہ:...... ۱۱، اور ۱۲ کے دونوں اجزاء مؤنث ہوں گے۔ معدود اگر مؤنث ہے۔ جیسے مذکورہ مثالوں میں۔ اور ۱۳/ سے ۱۹ تک پہلا جزء مذکر اور دوسرا جزء مؤنث ہوگا جیسے: ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَاعَةً. (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۲۴، ج ۱)

قاعدہ:...... ۲۱ سے ۹۹ تک عدد کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ اور ہر دہائی کے بعد پہلے دو عدد کا پہلا جزء مذکر کے ساتھ مذکر ہوگا، جیسے: وَاحِدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا. اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا. ورنہ مؤنث آئے گا جیسے: اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ سَاعَةً. بیس اور اس کے بعد کی دہائیوں کے بعد تین سے نو تک کا عدد مذکر تمیز کے ساتھ مؤنث آئے گا جیسے: ثَلَاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ كِتَابًا. (طریقہ عصریہ، ص: ۱۲۶، ج ۱)

نوٹ:...... معدود کو نحوی اصطلاح میں تمیز کہتے ہیں۔ (ایضاً ص: ۱۲۴، ج ۱)

قاعدہ:...... ۲۱ سے ۹۹ تک عدد کی تمیز، مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔

قاعدہ:...... بیس اور اس کے بعد کی دہائیوں کے بعد ۳/ سے ۹ تک کا عدد مؤنث تمیز کے ساتھ مذکر استعمال ہوگا، جیسے: ثَلَاثٌ وَعِشْرُوْنَ سَاعَةً، تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ سَاعَةً. (طریقہ عصریہ، ص: ۱۲۸، ج ۱)

قاعدہ:...... سو کی تمیز مفرد اور مجرور ہوتی ہے جیسے: مِائَةُ كِتَابٍ۔ اگر سو کے ساتھ چھوٹا

عدد بھی آجائے تو تمیز چھوٹے عدد کے تابع ہوگی، جیسے: مِائَةٌ وَّعَشْرَةُ كُتُبٍ، مِائَةٌ وَّخَمْسَةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ كِتَابًا. (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۳۰ ج ۱)

قاعدہ:...... اَلْفٌ وَّمِلْيُوْنٌ کے بعد تمیز مفرد مجرور آئے گی اور مذکر ومؤنث اس میں دونوں برابر ہیں اگر ان کے ساتھ چھوٹا عدد بھی ہو تو تمیز اس کے تابع ہوگی۔ (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۳۴ ج ۱)

اہم اور ضروری قواعد نحو

قاعدہ:...... اسم موصول کے بعد ہمیشہ جملہ آتا ہے کبھی جملہ اسمیہ، کبھی جملہ فعلیہ، جیسے: فَرِحَ الَّذِيْ نَجَحَ فِي الْاِمْتِحَانِ. سَلَّمْتُ عَلَى الَّذِيْ هُوَ اُسْتَاذٌ۔ (مزید کیلئے، لسان القرآن، ص: ۲۸۸ ج ۱)

قاعدہ:...... اگر ہر، یا "ہر ایک" کا مفہوم ادا کرنا ہو تو "كُلُّ" کا مضاف الیہ مفرد اور نکرہ لایا جاتا ہے، جیسے: كُلُّ طَالِبٍ۔ (ہر ایک طالب علم)۔ كُلُّ شَيْءٍ. (ہر چیز) كُلُّ وَاحِدٍ. (ہر ایک)

☆...... جمع تکسیر کی صفت واحد مؤنث لائی جاتی ہے جیسے: اَلْحُرُوْفُ الْجَارَّةُ۔ (النحو الیسیر، ص: ۱۱۱)

قاعدہ:...... اگر "پورا کا پورا" یا "سارا کا سارا" کا مفہوم ادا کرنا ہو تو "کل" کا مضاف الیہ اور معرف باللام ہوگا۔ جیسے: كُلُّ الْكِتَابِ. (پوری کتاب)

قاعدہ:...... اگر عربی میں تمام یا سب کا مفہوم ہو تو "كُلُّ" کا مضاف الیہ جمع اور معرف باللام ہوتا ہے جیسے: كُلُّ الطُّلَّابِ (سب طالب علم یا تمام طلبہ) اور یہاں "كُلُّ" کے بجائے "جَمِيْعٌ" بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (لسان القرآن، ص: ۱۴۵ ج ۱)

قاعدہ:...... "بعض" کا مضاف الیہ معرف باللام اور جمع بھی ہوسکتا ہے، جیسے: بَعْضُ

الطُّلَّابِ۔ اور اس صورت میں جبکہ بہت سوں میں سے کچھ کا اظہار کرنا ہو تو، اور مفرد اور معرف باللام بھی ہو سکتا ہے۔ جب ایک چیز کے کچھ حصے کا اظہار کرنا ہو تو اس وقت (بَعْضُ الْكِتَابِ) کہہ سکتے ہیں۔ (لسان القرآن، ص:۱۴۵ ج۱)

قاعدہ:...... شبہ جملہ: جو جار و مجرور سے مرکب ہوتا ہے اور ظرف اور اس کے مضاف الیہ سے بھی مرکب ہو سکتا ہے جیسے: لَيْسَ الْمُبْتَدِعُ عَلَى بَصِيْرَةٍ، وَلَيْسَ الْحُكَّامُ بِعَادِلِيْنَ. (لسان القرآن، ص:۲۶۸ ج۱)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ "شبہ جملہ مبتداء سے پہلے آتا ہے تو اسی صورت میں مبتدا نکرہ ہوتا ہے"۔ جیسے: فِي الْفَصْلِ طَالِبٌ. (لسان القرآن، ص:۷۳ ج۱)

☆...... ضمیر متصل کی صورت میں فاعل کا مقدم ہونا واجب ہے جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا۔ اگر مفعول إِلَّا کے بعد واقع ہو تو فاعل کا مقدم کرنا واجب ہے جیسے: مَا ضَرَبَ زَيْدٌ إِلَّا عَمْرًوا. (كتاب النحو، ص: ۲۹)

☆...... جب سوال کا جواب "نَعَمْ یا بَلٰی" سے ہو تو فعل اور فاعل دونوں حذف ہو جاتے ہیں، جیسے: أَقَامَ زَيْدٌ ؟ جواب: نَعَمْ. (كتاب النحو، ص: ۲۹)

☆...... لدیٰ اور عند میں فرق: یہ ہے کہ عند عام ہے اور لدیٰ خاص ہے کیونکہ لدیٰ میں چیز کا موجود ہونا ضروری ہے، اور عند میں نہیں۔ (کتاب النحو، ص:۵۱)

بحث منصرف وغیر منصرف

☆...... کل غیر منصرف کے اوزان نو ہیں، جو مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کر دیے گئے ہیں:

عَدْلٌ وَّوَصْفٌ وَتَانِيْثٌ وَّمَعْرِفَةٌ   وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيْبٌ

وَالنُّوْنُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا اَلِفٌ   وَوَزْنُ فِعْلٍ وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ

پیغمبروں کے نام منصرف وغیر منصرف پر دو اشعار

گر ہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے
تا کدام است اے برادر نزد نحوی منصرف
صالح وہود ومحمد باشعیب ونوح لوط
منصرف داں ہمہ باقی ہمہ لا یــــنـــصــــرف

(مصباح المنیر، ص: ۱۶۲)

اقسام غیر منصرف

عدل:...... نحویوں کی اصطلاح میں اسم کے اصلی صورت سے نکل کر دوسری صورت میں چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ عدل کی دو قسمیں ہیں (۱) تحقیقی یعنی جس کی کوئی اصل ہو جیسے ثُـلٰـثُ کہ اس کے معنی ہیں ''تین، تین'' اس سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل ''ثَــلٰـثَةٌ وَّثَـلٰثَةٌ '' ہے۔ (۲) عدل تقدیری: یہ ہے کہ جس کی کوئی اصل نہ ہو، بلکہ مان لی گئی ہو جیسے: عُمَرُ کو عامر سے بنایا گیا۔

☆...... عدل وہ اسم ہے اصلی صیغہ سے بغیر کسی قاعدۂ صرفی کے نکالا گیا ہو جیسے، ثُـلٰثُ وَمَثْلَثُ۔ جو اصل میں ثَلٰـثَةٌ ثَلٰـثَـةٌ تھا اور یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے۔

☆...... عدل تقدیری: کبھی عدل کا وزن اسم سے نکالا جاتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی اصل نہ ہو جیسے، عُـمَرُ وزُفَرُ۔ یہ غیر منصرف ہے اس میں سوائے علمیت کے اور کوئی علت منع صرف کی ان میں نہیں، لہٰذا ان کو عـامِرٌ وزَافِـرٌ سے (فرضا) معدول مان لیا گیا ہے، اور اسی کو عدل تقدیری کہتے ہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۱۵)

اوزانِ عدل را بتامی تو شش شمر
مَفْعَلُ وَفُعَلُ مِثَالُهُمَا مَثْلَثُ وَعُمَرُ
فَعْلِ ست دہم چوں اَمْسِ فُعَالُ ست چوں ثُلَاثُ
دیگر فَعَالِ داں تو قَطَامِ وفِعْلِ وسِحْرِ

(صلاح التعبیر شرح نحومیر: ۱۴۶)

☆......عجمہ جو اسم عربی کے علاوہ دوسری زبان میں علم ہو اور تین حرف سے زائد ہو جیسے: اِبْرَاھِیمُ، یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے: شَتَرَ (نام قلعہ)۔ اور جو مؤنث ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہو تو اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، جیسے: هِنْدٌو هِنْدُ. اگر عجمہ ہو تو پھر ضرور غیر منصرف ہوگا، جیسے: مَاهُ، جُوْرُ (شہر در عجم)

(کتاب النحو، ص: ۱۶).

عجمہ:......وہ اسم ہے جو عربی کے علاوہ کسی زبان میں علم ہو اور اسکی شرائط یہ ہیں: (۱) تین حرفی سے زائد ہو جیسے: اِبْرَاھِیمُ، (۲) یا تین حرفی ہو مگر متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرُ (نام قلعہ)۔ (علم النحو، ص: ۲۳)

☆......ترکیب وہ دو کلمے ہیں جو اضافت و اسناد کے بغیر مرکب ہو گئے ہوں جیسے: بَعْلَبَکُّ (نام شہر). (کتاب النحو، ۱۶)

☆......الف نون زائدتان: جب علم کے آخر میں ہوں جیسے: عُثْمَانُ، یا اس صفت کے آخر میں ہوں جو فُعْلَانُ کے وزن پر ہو اور اس کی مؤنث میں "ۃ" نہ ہو جیسے: سَکْرَانُ. یا ایسا اسم ہو جس کی مؤنث ہی نہ آتی ہو، جیسے رَحْمٰنُ ہے. (کتاب النحو، ص: ۱۶)

☆......الف و نون زائدتان: اگر اسم کے آخر میں ہوں تو وہ اسم علم ہو جیسے: عُثْمَانُ وَعِمْرَانُ۔ پس سَعْدَانٌ غیر منصرف نہیں، کیونکہ وہ علم نہیں ہے بلکہ جنگلی گھاس

کو کہتے ہیں۔ اگر الف ونون زائدتان صفت میں ہوں تو اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو، جیسے: سَکْرَانُ غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث سَکْرَانَۃٌ نہیں آتی ہے اور نَدْمَانٌ غیر منصرف نہیں کیونکہ اس کی مؤنث نَدْمَانَۃٌ آتی ہے۔ (علم النحو، ص: ۲۳، ۲۴)

وزن فعل:...... یعنی کسی اسم کا فعل کے وزن پر ہونا جیسے: اَحْمَدُ ہے۔ یا اس کے ابتدا میں حروف مضارع یعنی ''اُتین'' میں سے کوئی حرف آیا ہو جیسے: اَحْمَدُ وَتَغْلِبُ ۔ اس میں (۱) نام قبیلہ (۲) علمیت ہے. (کتاب النحو، ۱۶، علم النحو، ۲۴)

قاعدہ:...... غیر منصرف پر جب الف لام داخل ہو یا اضافت ہو تو اس کو حالت جری میں کسرہ دیا جاتا ہے۔ جیسے: صَلَّیْتُ فِیْ مَسَاجِدِهِمْ وَذَهَبْتُ اِلَى الْمَقَابِرِ.

(علم النحو ص: ۲۴)

☆...... تمام اسباب منع صرف میں پانچ سبب اسم نکرہ میں پائے جاتے ہیں: (۱) عدل تحقیقی (۲) وزن فعل (۳) تانیث بالالف (۴) جمع منتہی الجموع (۵) فَعْلَانٌ صفتی جس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ نہ ہو۔ (کتاب النحو، ص: ۱۶)

☆...... اسباب منع صرف میں سے چھ سبب اسم معرفہ میں پائے جاتے ہیں (۱) عدل تقدیری (۲) تانیث بالتاء، (۳) عجمہ (۴) ترکیب (۵) وزن فعل (۶) اور فَعْلَانٌ جبکہ علم ہو۔ (کتاب النحو، ص: ۱۷)

☆...... نسبت تقییدی: مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان، یا صفت موصوف کے مابین نسبت کو، نسبت تقییدی کہتے ہیں۔ (مفتاح العوامل شرح مأة عامل، ص: ۷۷)

اقسام اضافت

☆...... جس اضافت میں مضاف اسم جامد ہو اس کو اضافت معنوی کہتے ہیں۔ اور جس

میں مضاف اسم مشتق ہو اس کو اضافت لفظی کہتے ہیں۔ (خلاصۃ النحو، ص: ۱۴)

☆......اضافت معنوی کی تین قسمیں ہیں (۱) اضافت بیانیہ یا اضافت بمعنی ''مِنْ'' ہو، جیسے: خَاتِمُ فِضَّۃٍ اَیْ مِنْ فِضَّۃٍ. (۲) اضافت لامیہ یا اضافت بمعنی لام جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ اے غُلَامٌ لِزَیْدٍ۔ (۳) اضافت ظرفیہ یا اضافت بمعنی فی جیسے: صَائِمُ النَّھَارِ، قَائِمُ اللَّیْلِ۔ جس میں فعل کے واقع ہونے کے وقت کا بیان ہوا۔ (خلاصۃ النحو از مولانا ولایت حسین صاحب، ص: ۱۴)

اقسام ظروف

☆......ظرف کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف محدود (۲) ظرف مبہم۔ اب ظرف کی چار قسمیں ہوئیں: (۱) ظرف زمان محدود (۲) ظرف زمان مبہم (۳) ظرف مکان محدود (۴) ظرف مکان مبہم۔ اور یَوْمٌ، لَیْلَۃٌ، شَھْرٌ، سَنَۃٌ، اُسْبُوْعٌ یہ ظرف زمان محدود ہے۔ اور دَھْرٌ، حِیْنٌ، زَمَانٌ، وَقْتٌ، عَصْرٌ یہ ظرف زمان مبہم ہے، خَلْفَکَ، اَمَامَکَ، عِنْدَکَ یہ ظرف مکان محدود ہے، دَارٌ، مَسْجِدٌ، بَیْتٌ یہ ظرف مکان مبہم ہے۔ پہلی تینوں قسموں میں ''فی'' پوشیدہ ہے جب کہ چوتھی قسم میں ''فی'' کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ (خلاصۃ النحو، ص: ۱۴)

☆......اسم ظرف کے وزن: مفتوح العین ومضموم العین اور ناقص سے مطلقاً مفعل (بفتح عین) کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: مَفْتَحٌ وَمَنْصَرٌ وَمَرْمَی اصل میں یہ مَرْمَیٌ تھا۔ اور مکسور العین سے اور مثال سے مطلقاً بروزن مفعل (بکسر العین) آتا ہے۔ جیسے مَضْرِبٌ وَمَوْقِعٌ ہے۔ (علم الصیغہ مترجم اردو، ص: ۳۴)

اسم ظرف کے اوزان پر ایک شعر، افادۃً درج ہے۔ (از فرائد منثورہ، ص: ۵۱)

ظرف یَفْعِلُ مَفْعِلٌ ست اِلَّا ز ناقص اے کمال

غیر یَفْعِلُ مَفْعَلٌ آید دائما اِلَّا مثال

☆.....اسم ظرف مثال واوی سے مَفْعِلٌ کے وزن پر "خواہ مضارع کا عین کلمہ مکسور ہو یا مفتوح جیسے مَوْرِدٌ، مَوْعِدٌ، مَوْجِلٌ" آتا ہے، ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے مضارع مجہول کے وزن پر بجائے علامت مضارع کے میم مضموم لگا کر بناتے ہیں جیسے: مُنْحَدَرٌ، مُضْطَرَبٌ، مُزْدَحَمٌ وغیرہ۔ (مصباح اللغات، ص:۷)

☆.....ظروف غیر مبنی کو جب جملہ کی طرف اضافت کریں تو مبنی برفتحہ ہو جاتے ہیں، جیسے: هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ۔ یوم اور حین کو جب "اِذْ" کی طرف مضاف کریں گے تو "اِذْ" کو تنوین جری کے ساتھ پڑھا جائے گا، جیسے: يَوْمَئِذٍ، وَحِيْنَئِذٍ۔ اصل میں یہ يَوْمَ اِذْ كَانَ كَذَا تھا۔ (کتاب النحو، ص: ۵۱)

☆.....جب خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو اس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل مقدر مانا جاتا ہے، جیسے: عِنْدِيْ مَالٌ اَيْ مَوْجُوْدٌ. زَيْدٌ فِي الدَّارِ اَيْ اِسْتَقَرَّ زَيْدٌ فِي الدَّارِ.

(کتاب النحو، ص: ۱۹)

☆.....ظرف کی چار قسمیں (۱) زمان محدود (۲) مبہم محدود (۳) مکان محدود (۴) مکان مبہم۔ ہر ایک کی مثال زمان محدود کی مثال صُمْتُ شَهْرًا۔ زمان مبہم کی مثال سَافَرْتُ دَهْرًا. مکان محدود کی مثال جَلَسْتُ فِي الدَّارِ. مکان مبہم کی مثال جَلَسْتُ خَلْفَكَ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

ظرف مستقر اور ظرف لغو میں فرق

ظرف مستقر کہتے ہیں جب حروف جارہ کے متعلق کو حذف کیا جاتا ہے تو اس وقت حرف جار کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس وقت متعلق اور متعلق دونو کے

دونوں کا حذف ہونا لازم آئیگا وہ جائز ہے اسی وجہ سے اسے ظرف مستقر کہا جاتا ہے بخلاف ظرف لغو کے کہ اس کے اندر اپنا متعلق مذکور ہونے کی وجہ سے حذف ہونے کی گنجائش باقی ہے لہذا بہ نسبت ظرف مستقر اس میں کچھ نقص باقی ہے یہی وجہ ہے کہ مستقر کے مقابلے میں اسے ظرف لغو کہا جاتا ہے یا یوں کہا جائیگا کہ ظرف لغو میں متعلق مذکور ہونیکی وجہ سے صریح ہوا ہے بخلاف ظرف مستقر کے کہ اس میں متعلق محذوف ہونے کی وجہ سے بمنزلہ کنایہ ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے "اَلْكِنَايَةُ اَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِيْحِ" اسی وجہ سے ابلغ کا ظرف مستقر کے ساتھ اور غیر ابلغ کا ظرف لغو نام رکھا گیا ہے۔ (مآرب الطلبہ)

بحث اسم تفضیل

☆......اسم تفضیل کا استعمال تین صورتوں کے علاوہ جائز نہیں مگر جب مفضل علیہ معلوم ہو اور معین ہو تو اس وقت اس کا حذف جائز ہوتا ہے، جیسے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی اَكْبَرُ كُلَّ شَيْءٍ یا اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہے۔ (کتاب النحو، ص: ۱ ۵)

☆......(۱) اسم تفضیل کی تین صورتوں میں سے دو کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے: زَيْدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو. (۲) اسم تفضیل کے استعمال کی تینوں صورتوں میں اس کا فاعل ضمیر ہوتی ہے اور اسم تفضیل اسم ضمیر میں عمل کرتا ہے، اسم مظہر میں نہیں کرتا، مگر ایسی صورت میں کہ اسم تفضیل باعتبار لفظ کے صفت کسی چیز کی ہو اور باعتبار معنی کے صفت کسی ایسی چیز کی ہو کہ پہلی شے، اور اس کے غیر میں مشترک ہے اور نیز اسم تفضیل منفی ہو جیسے مَا رَاَيْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ. یعنی میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا کہ اس کی آنکھ میں سرمہ بہت اچھا ہو اُس سرمے سے جو زید کی آنکھ میں ہے۔ اس مثال میں "احسن" باعتبار لفظ کے رَجُلاً

کی صفت ہے اور حقیقت میں کُحل کی جو باعتبار چشم رجل کے مفضل اور باعتبار چشم زید کے مفضل علیہ ہے پس "اَحْسَنُ" نے اس جگہ کُحل اسم مظہر میں عمل کیا ہے۔

(کتاب النحو، ص: ۵۹)

☆.....قاعدہ: اسم تفضیل کا فاعل اس کی ضمیر ہوتی ہے جو کہ اس میں پوشیدہ ہے اور اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر اور پوشیدہ ہوگی، اسم ظاہر نہ ہوگی، اگر ہو تو بڑی شرطوں کے ساتھ ہوگی۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۱۱۵)

☆.....اسم تفضیل کے استعمال کی دو صورتیں ہیں (۱) اسم تفضیل مفرد ہوگا خواہ اس کا موصوف تثنیہ و جمع ہی کیوں نہ ہو، (۲) اسم تفضیل کا صیغہ اپنے موصوف کے مطابق ہوگا یعنی مفرد، تثنیہ اور جمع میں۔ مثال مفرد، زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ. میں زید موصوف مفرد ہے اسلئے اَفْضَلُ کو مفرد لایا گیا۔ مثال تثنیہ: اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلَا الْقَوْمِ۔ اس میں دونوں تثنیہ ہیں، مثال جمع جیسے: اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُوا الْقَوْمِ. یعنی اس میں اَلزَّیْدُوْنَ ، موصوف جمع اور اَفْضَلُوْا صفت اور جمع بھی ہے اور دونوں میں مطابقت بھی ہے۔

☆.....استعمال اسم تفضیل کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) جب اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ کیا جائے گا تو اسم تفضیل ہمیشہ مفرد و مذکر آئے گا جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ. (۲) جب الف لام کے ساتھ استعمال کیا جائے گا تو اس میں اس کی مطابقت موصوف کے ساتھ واجب ہے یعنی واحد، تثنیہ، وجمع میں، جیسے: زَیْدٌ الاَفْضَلُ، اَلزَّیْدَانِ الاَفْضَلَانِ، اَلزَّیْدُوْنَ الاَفْضَلُوْنَ.

☆.....اسم تفضیل جب حرف "مِنْ" کے ساتھ استعمال ہو تو اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا ضروری ہوگا، جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو. (تیسیر النحو، ص: ۱۳۹)

☆.....اسم تفضیل کے استعمال کی جو تین صورتیں ہیں تو اسم تفضیل میں فاعل مفرد، ضمیر

محذوف مانا جائے گا اور اسم تفضیل اسی میں عمل کرے گا اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں کوئی عمل نہ کرے گا، خواہ اسم ظاہر فاعل ہو یا مفعول۔ (تیسیر النحو ص: ۱۴۰)

☆...... اسم تفضیل میں کبھی کبھی خلاف قیاس تبدیلی آتی ہے، مگر معنوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جیسے: خَیْرٌ وَشَرٌّ ہے جو اَخْیَرُ اور اَشَرُّ کے معنی میں ہیں. (مصباح المنیر، ص: ۱۳۰)

☆...... مفضل علیہ کو حذف کر دینے کے بعد اگر قرینہ سے معلوم ہو سکتا ہے، تو اس کا حذف کر دینا کلام کو بلیغ بناتا ہے، جیسے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَعْلٰی، اصل میں اَللّٰہُ اَعْلٰی مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ یا اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ. (المصباح المنیر، ص: ۱۳۰)

☆...... اسم تفضیل اگر "مِنْ" کے ساتھ مستعمل ہو تو ہمیشہ واحد مذکر ہوتا ہے چاہے مصداق مذکر ہو یا مؤنث، واحد ہو یا جمع، مثال اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اس میں صلٰوۃ مؤنث ہے خیر اسم تفضیل مذکر ہے، اسی طرح اَلرِّجَالُ خَیْرٌ مِّنَ النِّسَاءِ . یہاں بھی رجال جمع ہے اور خیر اسم تفضیل مذکر واحد ہے۔ (تخلیۃ الاسیر، شرح نحو میر)

☆...... اگر اسم تفضیل الف لام کے ساتھ مستعمل ہو تو اس میں اسم تفضیل ہمیشہ مصداق کے مطابق ہوگا یعنی تذکیر و تانیث واحد و جمع میں، مثال: جَاءَتْ زَیْنَبُ الْفُضْلٰی . جَاءَ الرِّجَالُ الْاَفْضَلُوْنَ. (تخلیۃ الاسیر)

☆...... اگر اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہو اور مصداق مضاف الیہ سے خارج ہو جیسے: یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ۔ تو اس میں بھی مطابقت شرط ہے۔

☆...... اگر مصداق مضاف الیہ میں داخل ہو تو اس میں مطابقت کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں، مثال: زَیْنَبُ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اور فُضْلَی الْقَوْمِ۔ دونوں طرح صحیح ہے۔ (تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۵۸)

☆...... اسم تفضیل کے صیغے صرف ثلاثی مجرد کے اوزان سے مستعمل ہیں بشرطیکہ ان

میں لون یا عیب کے معنیٰ نہ ہوں اگر ہوں تو یہ صیغے صفت مشبہ ہوتے ہیں۔(المصباح المنیر،۱۳۰)

☆......اسم تفضیل میں فضیلت اکثر فاعلیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔جیسے: اَضْرَبُ (زیادہ مارنے والا) لیکن کبھی کبھی مفعولیت کے اعتبار سے بھی تفضیل ہوا کرتی ہے۔ جیسے:اَعْرَفُ (زیادہ معروف) اَشْهَرُ (زیادہ مشہور یا مشہورتر)۔(المصباح المنیر، ص:۱۳۰)

☆......اسم تفضیل میں تنوین نہیں آتی، کیونکہ وہ غیر منصرف ہے دو وجہ سے (۱) وزن فعل کی وجہ سے (۲) وصف (صفت مشبہ) کی وجہ سے، اور یہ دونوں اسباب منع صرف میں سے ہیں۔(المصباح المنیر، ۱۳۰)

اسم تفضیل اور صفت مشبہ میں فرق: واضح ہو کہ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو بہ نسبت دیگر، موصوف کی صفات کی زیادتی پر دلالت کرے، اس کو افعل التفضیل بھی کہتے ہیں اور صفتِ مشبہ وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے، جس میں صفت بطور ثبوت اور دوائی اعتبار سے ہو۔(مآرب الطلبہ ص:۸۸/۸۹،مصباح العوامل ص: ۱۵۳)

بحث حال ذوالحال

☆......ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے، لیکن اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم لانا واجب ہے۔ جیسے: جَاءَنِیْ رَاكِبًا رَجُلٌ۔ (کتاب النحو، ص:۳۴)

☆......کبھی حال جملہ اسمیہ ہوتا ہے اس وقت واؤ اور ضمیر یا صرف واؤ کا جملہ میں ہونا ضروری ہے۔ جیسے: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى. الآية، كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔(کتاب النحو، ص:۳۴)

☆......حال جب جملہ فعلیہ ہو اور فعل اس میں مضارع مثبت ہو تو صرف ضمیر کافی ہے جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ یَسْعٰی (زید دوڑتا ہوا میرے پاس آیا)

☆......جب فعل ماضی حال ہو تو اس پر حرف ''قَدْ'' کا آنا ضروری ہے، جیسے: جَاءَ زَیْدٌ قَدْ خَرَجَ غُلَامُهٗ. (کتاب النحو، ص: ۳۴)

☆......حال کی چھ قسمیں ہیں: (۱) منتقلہ: یعنی وہ حال ہے جو ذوالحال سے منتقل ہو جائے اور اس کے ساتھ علی الدوام ثابت نہ رہے جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاكِبًا. یہاں رُكُوْب، یہ زید سے منتقل بھی ہوتا ہے۔ (۲) حال مؤکدہ: وہ ہے جو جزء جملہ کی تاکید کرے، جیسے: هُوَ الْحَقُّ لَارَیْبَ فِیْهِ۔ کہ قولہ لَارَیْبَ فِیْهِ. یہ اَلْحَقُّ کی تاکید کر رہا ہے جو جزء جملہ ہے۔ (۳) حال متداخلہ: وہ حال ہے کہ جو حال اول کے معمول سے حال ہو جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ یَقُوْمُ غُلَامُهٗ مَجْرُوْحًا رَاْسُهٗ ۔ کہ مَجْرُوْحًا۔ حال ہے قولہ غلامہ سے جو معمول ہے حال اول ''یَقُوْلُ'' کے۔ (۴) حال مترادفہ: وہ حال ہے کہ جس کا عامل اور حال اول کا عامل ایک ہو جیسے: رَاَیْتُ زَیْدًا قَائِمًا عَامِلًا. کہ عَامِلًا اور قَائِمًا دونوں کا عامل ایک ہے۔ (۵) حال مقدرہ: وہ حال ہے کہ جس کا حصول زمانہ آئندہ میں مقدر ہو، اور ذوالحال بوقت اخبار اس حال پر نہ ہو جیسے: اُولٰئِكَ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا کہ جس وقت حق تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا اس وقت خلود کہاں تھا؟ بلکہ دخول جنت کے بعد ہوگا تو بوقت خلود، اس کو مقدر کر لیا گیا۔ (۶) حال دائمہ: وہ حال ہے کہ جس پر ذوالحال علی الدوام ہوتا ہے اور کبھی اس سے منفک (جدا) نہیں ہوتا جیسے: کَانَ اللّٰهُ قَادِرًا۔ (فرائد منثورہ در تحقیقات کلمات مستورہ، ص: ۵۷)

☆......تمیز اور حال میں پہچان یہ ہے کہ حال وہ اسم ہے جو فاعل اور مفعول کی ہیئت بیان کرتا ہے، اور تمیز وہ ہے جو عدد کا یا وزن کا، یا پیمانہ کا ابہام کو دور کرتا

ہے۔ (تسہیل قواعد النحو)

اوزان اور کیل، ایک شعر میں :

پنج اند جان من تو مقادیر را شناس
کیل ست ووزن وعدد وذراع ست وہم قیاس

(سعیدیہ شرح کافیہ، ص:۷۲)

حال اور تمیز میں فرق

ان دونوں کے درمیان چند وجوہ سے فرق بیان کیا جاتا ہے (۱) تمیز اپنے ممیز کی ذات کو بیان کرتی ہے، بخلاف حال کے کہ وہ اپنے ذوالحال کی ہیئت اور صفت کو بیان کرتا ہے، جیسے: ''جاء نی زیدٌ راکباً'' میں راکباً ''زیدٌ'' ذوالحال کی ہیئت اور حالت کو بیان کرتا ہے۔ (۲) حال میں ''فی'' مقدر رہوتا ہے جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِباً کے معنی ہے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ فِیْ زَمَانِ رُکُوْبِہٖ'' کیونکہ حال کے اندر معنی ظرفیت موجود ہے، بخلاف تمیز کے کہ اس کے اندر مِنْ مقدر ہوتا ہے مثلاً: عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْھَمًا، اَیْ مِنْ دِرْھَمٍ۔ (۳) حال اکثر اسم مشتق سے بنتا ہے اور تمیز عموماً اسم جامد ہوتی ہے مثلاً ''مَافِی السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَۃٍ سَحَاباً'' یہاں سحابا تمیز ہے، اسم جامد ہے اور ضربت زیداً مشدوداً کے اندر مشدوداً حال اسم مشتق ہے۔

فائدہ:...... حال عموماً مشتق ہوتا ہے گاہِ بگاہ غیر مشتق سے بھی حال واقع ہوتا ہے جیسے: ''جَآءَ نِیْ زَیْدٌ تَمِیْماً'' البتہ اتنا ضروری ہے کہ وہ مشتق کے معنی میں ہو۔

(مآرب الطلبہ ص:۹۵)

☆...... حال کبھی جملہ اسمیہ ہوتا ہے، جیسے: لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی، الآیۃ، کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ اس وقت واؤ کا داخل ہونا واجب ہے

.(تسهیل قواعد النحو، ص:۵۸)

☆......حال کبھی جملہ فعلیہ ہوتا ہے اس صورت میں فعل ماضی پر قد داخل کرنا ضروری ہے، جیسے جَآءَ زَیْدٌ قَدْ خَرَجَ غُلَامُهُ ، اگر فعل مضارع مثبت ہو تو پھر ضمیر کافی ہے جیسے: جَآءَ زَیْدٌ یَسْعیٰ ۔اس میں "هُوَ" ضمیر ذوالحال، یَسْعیٰ حال ہے۔(تسھیل قواعد النحو، ص:۵۵)

☆......ذوالحال، اگر نکرہ ہو تو اس پر حال کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے: جَآءَ نِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ ۔مگر حال کی بھی تقدیم اس وقت ہے جبکہ وہ نکرہ ہو اور مفرد ہو، اگر حال جملہ واقع ہو تو اس صورت میں ذوالحال پر حال کو مقدم کرنا واجب نہیں ہے، جیسے: جَـــآءَ نِـیْ رَجُلٌ وَعَلٰی کَتِفِهٖ سَیْفٌ .(تیسیر النحو، ص:۶۵)

☆......قاعدہ حال: اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال ذوالحال پر مقدم ہوتا ہے، جیسے رَاَیْـــتُ رَاکِبًـــا رَجُلٌ، تو یہاں اگر حال کو مقدم نہ کریں تو "رَاَیْـتُ رَجُلاً رَاکِبًـا". ہو تو اس صورت میں یہ موصوف، صفت ہو جائے گا، لہٰذا التباس سے خالی نہیں ہے، اگر راکبا کو رجـــلا پر مقدم کریں گے تو یہ التباس ختم ہو جائے گا، کیونکہ صفت کبھی بھی موصوف پر مقدم نہیں ہوتی۔

حال متداخلہ اور حال مترادفہ میں فرق: دونوں میں فرق یہ ہے کہ حال متداخلہ میں دونوں حالوں کے ذوالحال الگ الگ (یعنی دو) ہوتے ہیں اور حال مترادفہ کا ذوالحال ایک ہوتا ہے۔حال متداخل کی مثال یہ ہے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ یَقُوْمُ غُلَامُهُ مَجْرُوْحًا رَأْسُهُ ،اس مثال میں مَجْرُوْحًا غُلَامُهُ سے حال ہے اور یَقُوْمُ غُلَامُهُ، زَیْدٌ سے حال ہے۔مترادف کی مثال یہ ہے: رَاَیْـتُ زَیْـدًا قَآئِمًا عَامِلًا، اس مثال میں حال اول قَـآئِمًا اور حال ثانی عَامِلًا دونوں کا ذوالحال ایک ہے۔(مقدمات علوم درسیہ:۳۴۱، ہدیہ صغیر، ۹۲:)

☆......اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو پھر مستثنیٰ کا اعراب عامل کے موافق ہوگا، جیسے: فَهَلْ

يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ. لَاتَقُوْلُوْاعَلَى اللّٰهِ اِلَّاالْحَقَّ ۔پہلی مثال میں "اَحَدٌ" مستثنیٰ منہ محذوف ہےاوردوسری مثال میں"شَیْئًا" محذوف ہے.(کتاب النحو،ص:۳۵)

☆......معرب وہ اسم ہے جو اپنے عامل کے ساتھ مرکب اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔(بدرمنیر،ص:۲۷)

اقسام اسم غیر متمکن

☆......اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں ہیں:(۱) اسمائے ضمائر (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات(۴)اسمائے افعال(۵)اسمائے اصوات(۶)اسمائے ظروف (۷) اسمائے کنایات (۸) مرکب عددی یا بنائی ۔پھر اسمائے ضمائر کی چھ قسمیں ہیں:(۱) مرفوع متصل (۲)مرفوع منفصل (۳) منصوب متصل (۴) منصوب منفصل(۵)مجرور متصل(۶)ضمائر مجرور متصل بالحروف.(خلاصۃ النحومصنفہ مولانا ولایت حسین ارکانی،ص:۱۵)

اوزان جمع قلت وکثرت

☆......جمع قلت کے چاروزن ہیں:(۱)اَفْعُلٌ چوں اَكْلُبٌ (۲) اَفْعَالٌ چوں اَقْوَالٌ (۳) اَفْعِلَةٌ چوں اَسْئِلَةٌ.(۴) فِعْلَةٌ چوں غِلْمَةٌ(۵)دوجمع سالم جوبغیر الف و لام کے ہیں یہ بھی جمع قلت پردلالت کرتی ہیں۔جیسے:مُسْلِمُوْنَ وَمُسْلِمَاتٌ ۔

☆......جمع کثرت کے دس اوزان مشہور ہیں:(۱)فِعَالٌ چوں عِبَادٌ (۲) فُعَّالٌ چوں خُدَّامٌ(۳)فُعَلَاءُ چوں عُلَمَاءُ(۴)فَعْلیٰ چوں مَرْضیٰ(۵)اَفْعِلَاءُ چوں اَصْدِقَاءُ،(۶)فَعَلَةٌ چوں طَلَبَةٌ.(۷)فُعُوْلٌ چوں نُجُوْمٌ(۸)فُعُلٌ چوں رُسُلٌ (۹)

فِعَلٌ چوں فِرَقٌ (۱۰) فِعْلَانٌ چوں غِلْمَانٌ. (خلاصة النحو، ص: ۱۹)

اسم جمع اور مطلق جمع میں فرق: اسمِ جمع اور مطلق جمع کے درمیان تین طریقوں سے فرق بیان کیا جاتا ہے (ا) اسم جمع اُس اسم کو کہتے ہیں جو "مَافَوْقَ الْاِثْنَیْنِ" پر دلالت کرے مگر جمع کے اوزان پر نہ ہو خواہ اس کیلئے مفرد ہو یا نہ ہو جیسے "رَهْطٌ، وَجَیْشٌ" کہ اسکا کوئی مفرد نہیں، بخلاف جمع کے کہ اس میں ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے (ب) اسم جمع کی تصغیر لانے کیلئے اسکو مفرد کی طرف لوٹانے کی ضرورت نہیں، بخلاف مطلق جمع کے کہ اس میں مفرد کی طرف لوٹانا ضروری ہے (ج) اسم جمع خلافِ قیاس کی قبیل سے ہے، بخلاف جمع حقیقی کے کہ وہ موافق قیاس ہوتی ہے۔

فائدہ:...... جمع اور اسم جمع کے درمیان اہلِ لغت کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے البتہ نحاۃ کے نزدیک مذکورہ تین فرق ہیں۔ (مفتاح الصرف ص ۱۱۶ و مآرب الطلبہ ص ۹۱، التقریر الحاوی ص: ۱۰۲، ج ۲، مؤلف مولانا فخر الحسن صدر المدرسین دار العلوم دیوبند ناشر مدنی کتب خانہ بفرزون کراچی)

☆...... جمع قلت کا استعمال، مجازاً جمع کثرت کی جگہ، اور جمع کثرت کا استعمال مجازاً جمع قلت کی جگہ ہو سکتا ہے، جیسے: ثَلٰثَةُ قُرُوْءٍ، میں قُرُوْءٌ جمع کثرت ہے، جو تین کیلئے استعمال کیا گیا ہے، حالانکہ اس کی جمع قلت اَقْرَاء موجود ہے۔ جمع قلت کے اوزان ایک شعر میں:

جمع قلت را چار است اشکلہ
اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَفِعْلَةٌ وَاَفْعِلَةٌ

یعنی جمع قلت کے چار وزن ہیں (۱) اَکْلُبٌ (۲) اَقْوَالٌ (۳) غِلْمَةٌ (۴) اَعْوِنَةٌ. (مہر منیر، ۸۰، ۵۷، بدر منیر، ۵۳)

☆...... شبہ جمع کی تعریف: شبہ جمع وہ ہوتی ہے جو جمع کا معنیٰ دے اور اس کے واحد و جمع

میں صرف ''ۃ'' سے تمیز ہو، جیسے: وَرَقَۃٌ سے وَرَقٌ، تَمْرَۃٌ سے تَمْرٌ. (تسہیل قواعد النحو، ص: ٦٦)

اسم جمع، جمع اور اسم جنس میں فرق: (ا) جمع وہ لفظ ہے جو ایک جنس کے دو سے زائد افراد پر دلالت کرے اور مفرد میں کچھ تغیر کر کے بنایا گیا ہو، جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ وغیرہ (ب) اسم جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے ایک یا دو پر دلالت نہ کرے، لیکن اس کا مفرد نہ ہو جیسے رَکْبٌ، رَھْطٌ وغیرہ (ج) اسم جنس وہ اسم ہے جو ایک فرد پر یا دو فرد پر بھی دلالت کرے اور دو سے زیادہ پر بھی بولا جائے، لیکن اگر خاص ایک فرد کے معنی لینے ہوں تو آخر میں تاء یا یائے مشدد لگا دی جائے، جیسے تَمْر اور رُوْمٌ سے تمرۃٌ و رُوْمِیٌّ وغیرہ۔ (مفتاح الصرف ص:۱۱٦)

اقسام معرب ومبنی

☆......کلمات عرب کی دو قسمیں ہیں (ا) معرب (۲) مبنی۔ پھر مبنیات کی کل چھ قسمیں ہیں: (ا) تمام حروف (۲) فعل ماضی (۳) امر حاضر معروف (۴) اسم غیر متمکن (۵) اسم متمکن جب ترکیب میں واقع نہ ہو (٦) فعل مضارع کے اخیر میں نون ثقیلہ ونون خفیفہ اور جمع مؤنث کا ہو۔ اور ان چھ میں سے پہلی تین قسمیں مبنی اصل ہیں اور آخری تین مبنی غیر اصل ہیں۔

☆......اور معرب کی صرف دو قسمیں ہیں (ا) اسم متمکن جبکہ ترکیب میں واقع ہو (۲) فعل مضارع جبکہ نون تاکید ونون جمع مؤنث سے خالی ہو. (النحو الیسیر، ص: ۱۹)

بحث بدل ومبدل منہ

☆......بدل کل میں بدل کی مطابقت تذکیر وتانیث اور صیغہ میں مبدل منہ سے لازم ہے۔ بدل بعض اور بدل اشتمال میں صرف ضمیر کی مطابقت تذکیر وتانیث اور واحد،

تثنیہ وجمع میں کر لیتے ہیں۔ اور بدل غلط میں سوائے اتحاد اعراب کے اور کچھ شرط نہیں ہے۔ (کتاب النحو، ۴۴)

☆...... بدل کل میں مبدل منہ اور بدل کا مدلول ایک ہی شے ہوتی ہے جیسے: مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ. (مفتاح العوامل، ص: ۱۲)

بدل الکل اور عطف بیان میں فرق: ان دونوں میں چند وجوہ سے فرق ہے: (۱) عطف بیان میں متبوع کو روشن کرنا ضروری ہے اور بدل میں ایسا نہیں (۲) عطف بیان میں متبوع مقصود ہے نہ کہ تابع، جیسے: عبداللہ بن عمر میں، پس یہاں متکلم کا مقصود عبداللہ کہنا ہے نہ کہ ابن عمر لیکن عبداللہ بنسبت ابن عمر غیر مشہور ہونے کی وجہ سے وضاحت کیلئے ابن عمر کو بطور عطف بیان لایا گیا ہے، بخلاف بدل کے کہ اس میں تابع مقصود ہے نہ کہ متبوع جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ پس یہاں متکلم کا مقصود زید کہنا نہیں، بلکہ اَخُوْکَ کہنا مقصود ہے (۳) عطفِ بیان کیلئے عَلَم ہونا ضروری ہے (خواہ وہ لقب یا کنیت کی قبیل سے ہی کیوں نہ ہو) بخلاف بدل کے کہ وہ غیر عَلَم بھی ہوسکتا ہے جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ۔ (۴) عطفِ بیان میں اسم ظاہر ہونا ضروری ہے بخلاف بدل کے۔ (۵) عطفِ بیان تکرار عامل کے حکم میں نہیں، بخلاف بدل کے کہ وہ تکرار عامل کے حکم میں ہے۔ (مآرب الطلبہ ص: ۱۰۸، ۱۰۹)

ضمیر شان وضمیر قصہ

☆...... ضمیر شان: جملہ سے پہلے کبھی ایک ضمیر غائب بلا مرجع آیا کرتی ہے جب یہ ضمیر مذکر کی ہو تو اس کو ضَمِیْرُ الشَّانِ، اور جب مؤنث کی ہو تو ضَمِیْرُ الْقِصَّةِ کہتے ہیں۔ اور یہ مبہم ہوتی ہے، اور جملہ مابعد اس کی تفسیر کرتا ہے، جیسے: هُوَ زَیْدٌ قَائِمٌ، کَاَنَّهٗ زَیْدٌ قَائِمٌ، اِنَّهَا هِنْدٌ قَاعِدَةٌ، وغیرہ۔ (کتاب النحو، ص: ۴۵)

☆......ضمیر کی دو قسمیں ہیں: ضمیر قصہ وضمیر شان۔ اور ضمیر شان وہ ہے جو مذکر کیلئے ہوتی ہے جو معہود فی الذہن ہوتا ہے، جیسے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اور یہاں لفظ "اَللّٰهُ اَحَدٌ" سے پہلے لفظ "ھو" ضمیر شان ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۹۶)

☆......اور ضمیر قصہ وہ ہے جو مؤنث کیلئے ہو جیسے: اِنَّھَا زَیْنَبُ قَائِمَةٌ. یہاں "ھا" ضمیر جو زَیْنَبُ قَائِمَةٌ سے پہلے مذکور ہے اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔ (تیسیر النحو، ص: ۹۶)

☆......ضمیر مبہم کی تعریف: جب ضمیر کا مرجع متعین اور معلوم نہ ہو تو سوال ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو کس طرف راجع کریں، اسلئے مرجع نہ ہونے کی وجہ سے اس ضمیر کو ضمیر مبہم کہتے ہیں۔ (مصباح العوامل، ص: ۳۱)

☆......علامہ تبریزی شارح حماسہؒ نے لکھا ہے، کہ چھ چیزوں میں "اضمار قبل الذکر" جائز ہے اور وہ یہ ہیں: خمر، حرب، فرس، معشوق، سیف، اور لفظ اللہ۔ (مسودہ مقامات دوم، ص: ۶۸، از راقم)

بحث اسم موصول وصلہ

☆......اسم موصول: بغیر صلہ کے جملہ کا پورا جزء نہیں ہو سکتا اور صلہ اس کا جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد ایک ضمیر ہو جو موصول کی طرف پھیرے، جیسے: اَلْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ. میں اَلَّذِیْ اسم موصول اور یُوَسْوِسُ فعل ضمیر "ھُوَ" راجع بطرف موصول جو اس کا فاعل ہے فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہوا۔ (کتاب النحو، ص: ۳۶)

☆......اسم موصول وہ ہے جو اپنے صلہ کے بغیر مبتدا، خبر، فاعل اور مفعول وغیرہ نہ بن سکے جیسے: جَآءَ نِیْ الَّذِیْ طَلَبْتُهٗ. (مصباح المنیر، ص: ۳۴)

☆......صلہ: لغۃً اس کا معنی ملنا و ملانا۔ لیکن اصطلاح نحویوں میں صلہ اس جملہ کو کہتے ہیں جو اسم موصول کے بعد آوے، جیسے: جَآءَ نِیْ الَّذِیْ طَلَبْتُهٗ. (مصباح

المنیر، ۴۴)

☆......اسم موصول کا صلہ جملہ ہونا ضروری ہے۔ مرکبات غیر تامہ کہ جہاں مسند و مسند الیہ نہ ہوں، اسم موصول کا صلہ نہیں بن سکتے لیکن اگر الف ولام بمعنی الذی موصول ہو تو اس الف ولام بمعنی الذی کا صلہ جملہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مصباح العوامل، ص: ۱٦١)

☆......شرط و جزا کے چند قواعد یہ ہیں: (۱) جس وقت شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو تو جزا پر "فا" کا لانا لازم ہے جیسے: اِنْ تَـأْتِنِيْ فَاَنْتَ مُكْرَمٌ. (۲) اگر شرط کی جزا امر ہو تب بھی جزا پر "فا" کا لانا لازم ہے جیسے: اِنْ رَاَيْـتَ زَيْـدًا فَاَكْرِمْهُ. (۳) اگر جزا نہی ہو تب بھی "فا" لانا لازم ہے جیسے: اِنْ اَتَـاكَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنْهُ ۔ (۴) ایسا ہی جس وقت شرط کی جزا جملہ ہو تب بھی "فا" کا لانا لازم ہے جیسے: اِنْ اَكْـرَمْتَنِيْ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۸۴)

بحث منادیٰ

(۱)......منادیٰ مفرد چاہے معرفہ ہو یا نکرہ، دونوں صورتوں میں مبنی بر رفع ہوتا ہے جیسے: يَـا زَيْـدُ، يَا رَجُلُ ۔ (۲) منادیٰ پر جب الف لام استغاثہ داخل ہو تو منادیٰ مجرور ہوتا ہے۔ جیسے: يَـا لَلْاَمِيْـرِ لِـزَيْدٍ ۔ (۳) اخیر میں الف استغاثہ کے لاحق ہونے سے مفتوح ہوتا ہے مگر اس وقت اُس پر لام نہیں ہوتا جیسے: يَـا زَيْـدَا وَيَـا زَيْدَاهُ. (کتاب النحو، ص: ۳۱)

☆......اگر منادیٰ معرف باللام ہو تو حرف ندا اور منادیٰ کے درمیان مذکر کیلئے "اَيُّهَا" اور مؤنث کیلئے "اَيَّتُهَا" کا فصل لاتے ہیں، مذکر کیلئے، جیسے: يَـا اَيُّهَا النَّبِيُّ. اور مؤنث کیلئے، جیسے: يَـا اَيَّتُهَـا الْـمَرْاَةُ. مگر لفظ "اللہ" پر جب حرف ندا داخل ہوگا تو "اَيُّهَـا، اَيَّتُهَا"

فصل درمیان میں نہیں لایا جائے گا، بلکہ یَا اَللّٰہُ کہا جائے گا، اور ندا میں جب "زیدٌ" کو کھینچیں گے تو زید کی دال پر ضمہ نہیں پڑھیں گے بلکہ فتحہ کر کے الف لائیں گے، جیسے: یَازَیْدَاہُ۔ کبھی یا اَبِیْ یَااُمِّیْ کی یائے متکلم کو حذف کر کے "تاء" لگاتے ہیں جیسے: یَااَبَتِ یَااُمَّتِ کہتے ہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۳۱، ملفوظات فقیہ الامت ششم، ص: ۲۲)

☆...... جب منادیٰ معرف باللام ہو تو منادیٰ اور حرف ندا کے درمیان لفظ "اَیُّھَا" مذکر کیلئے، اور "اَیَّتُھَا" مونث کیلئے لاتے ہیں۔ جیسے: یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ. یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ الخ. یہ اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ دونوں (ندا و منادیٰ) کو جوڑا جا سکے اور آسان ہو جائے۔ کیونکہ یَا الْاِنْسَانُ کی طرح، یَاالنَّفْسُ وغیرہ بولا نہیں جاتا۔ (تیسیر القرآن، تفسیر عم، ص: ۵۰)

☆...... منادیٰ مفرد سے مراد یہ ہے کہ یہ مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو، نکرہ غیر معین نہ ہو، چاہے تثنیہ ہو جمع ہو کیونکہ مفرد جس وقت مضاف کے مقابلے میں ہوگا اس وقت مفرد میں تثنیہ جمع سب داخل ہونگے، جیسے: یَازَیْدَانِ یَامُسْلِمُوْنَ وغیرہ (ہدیہ صغیر، ص: ۸۷)

بحث اسم تصغیر

(۱)...... مصغر وہ اسم ہے جس میں تصغیر کی گئی ہو۔ تصغیر صرفیوں کی اصطلاح میں لفظ میں ایسی تبدیلی کرنے کو کہتے ہیں، جو کسی کی حقارت یا قلت یا عظمت پر دلالت کرے، جیسے: رُجَیْلٌ. (حقیر سا آدمی، یا چھوٹا سا آدمی)۔ (النحو الیسیر ص: ۱۵)

☆...... اسم تصغیر کے چند قاعدے ہیں (۱) ثلاثی مجرد سے اسم تصغیر فُعَیْل کے وزن پر آتا ہے جیسے عَبْدٌ سے عُبَیْدٌ، رَجُلٌ سے رُجَیْلٌ ہے۔ (۲) اگر مونث معنوی ثلاثی ہو تو اسم تصغیر میں (ۃ) ظاہر کی جاتی ہے جیسے اَرْضٌ سے اُرَیْضَةٌ، شَمْسٌ سے

شُمَیْسَۃٌ ہے، البتہ اس کیلئے شرط یہ ہے کہ التباس کا خطرہ نہ ہو مثلاً: خَمْسٌ کی جب تصغیر بنائی ہوگی، جب معدود مؤنث ہو تو خُمَیْسٌ کہیں گے، نہ کہ خُمَیْسَۃٌ ورنہ خَمْسَۃٌ کی تصغیر سے مشابہ ہو جائے گا جو معدود مذکر کیلئے ہے۔(۳) اگر کسی کلمہ میں حرف علت ہو اور تعلیل ہو چکی ہو تو تصغیر بناتے وقت وہ اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا، جیسے بَابٌ کی تصغیر بُوَیْبٌ اور نَابٌ کی تصغیر نُیَیْبٌ ہوگی۔ (از ڈائری مؤلف)

بحث اسم منصوب بنزع الخافض

☆......اسم منصوب بنزع الخافض: یعنی اگر حرف جر کو کلمہ سے نکال دیں، اور مراد لیں تو حرف جر کی وجہ سے مدخول سابق کو نصب آیا کرتا ہے اس کو نحاۃ کی اصطلاح میں منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔ مثال جَآءَ نِیْ یہ اصل میں جَآءَ إِلَیَّ ہے۔ نیز نصب بنزع الخافض سماعی ہے قیاسی نہیں، اور سماعی کا استعمال اپنے مواضع میں محصور ہوتا ہے کثیر الوقوع نہیں ہوتا۔ اور نصب بنزع الخافض کیلئے شرط ہے کہ حذف جار کی صورت میں بعینہ اس حالت پر ہو جو وجود جار کی صورت میں تھی، جیسے مَرَرْتُ الدِّیَارَ۔ کہ دراصل مَرَرْتُ بِالدِّیَارِ تھا اور لفظ "الدیار" ہر دو حالت میں معرف باللام ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۶، مصباح المنیر ص: ۴۴ و معلم الانشاء اول)

☆......اسم منصوب بنزع الخافض وہ اسم ہے جس میں "فی" مقدر ہوتا ہو، جیسے: جَلَسْتُ مَسْجِدًا اَیْ فِیْ مَسْجِدٍ. (تسهیل قواعد النحو، ص: ۶۳)

☆......اسم جمع: اسے کہتے ہیں جس کی واحد نہ ہو جیسے: قَوْمٌ، خَیْلٌ، رَهْطٌ. (تسهیل النحو، ص: ۶۶)

اسم جنس، علم جنس اور علم شخصی کا فرق

تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسم جنس وہ ہے جس کو واضع نے افراد سے

قطع نظر کر کے مفہوم کلی کیلئے وضع کر کے محض نفس ماہیت کا تصور کیا ہو، جیسے لفظ اسـدٌ کہ اس کو واضع نے ماہیت حیوان مفترس کیلئے وضع کیا ہے، اس میں افراد کا کوئی لحاظ نہیں، علم جنس وہ ہے کہ جس کو واضع نے وضع کرتے وقت ماہیت کو خصوصیت ذہنیہ کے ساتھ تصور کیا ہو، جیسے خـضـاجِر کہ اس کی وضع ضبع کیلئے خصوصیات ذہنیہ کے ساتھ یعنی "عَـظِـیْـمُ الْبَطْنِ" کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے علم شخصی اس کو کہتے ہیں جس کو واضع نے وضع کرتے وقت ماہیت کو خصوصیات شخصیہ کے ساتھ تصور کیا ہو، جیسے: زَیْـدٌ کہ یہاں وضع کرتے وقت ماہیت انسان کے ساتھ تشخصات خارجیہ یعنی دست، پاوغیرہ کا بھی تصور کیا گیا ہے۔ (مآرب الطلبہ ص: ۱۸۵)

☆......عربی میں فُعْلٰی کے وزن پر اسم جمع صرف دو آتے ہیں (۱) خُـجْـلٰی (۲) ظُرْبٰی. (ظفر المحصلین، ص: ۲۶۵)

☆......(۱) صرف واحد میں تبدیلی حرکت سے بنتی ہے جیسے اَسَـدٌ سے اُسُـدٌ ۔ (۲) کبھی واحد میں سے کوئی حرف حذف کر کے، جیسے: رَسُـوْلٌ سے رُسُـلٌ ۔ (۳) کبھی کسی حرف کی زیادتی سے بنتی ہے جیسے: رَجُلٌ سے رِجَالٌ. اور جمع مکسر کی دو قسم ہیں۔ قلت وکثرت. (تسہیل قواعد النحو)

☆......اگر کم خبریہ کی تمیز میں فصل ہوتا ہے تو اس میں "مِنْ" کا لانا واجب ہے۔ جیسے: کَمْ اَهْلَكْنَامِنْ قَرْيَةٍ. (تسہیل قواعد النحو، ص: ۳۴)

☆......جو اشیاء صدارت کلام کو چاہتی ہیں وہ کل چھ ہیں جیسا کہ اس قطعہ سے معلوم ہوسکتا ہے:

شش چیز بود مقتضی صدر کلام — در فصیحاں شد ایں نظم تمام
شرط وقسم وتعجب واستفہام — نفی آمد ولام ابتدا گشت تمام

(حاشیہ سعیدیہ شرح کافیہ، ص:۳۴)

بحث تذکیر وتانیث

☆......عربی میں ہواؤں کے نام مؤنث ہیں، جیسے: قَبُولٌ، دَبُورٌ، حَصِيفٌ، حَرُوزٌ، سَمُومٌ۔ وغیرہ۔ (معلم الانشاء اول)

☆......عربی میں مؤنث لفظی کی تین قسمیں ہیں (۱) تائے تانیث لفظی جیسے: طلحة، (۲) الف مقصورہ جیسے حُبْلٰی، (۳) الف ممدودہ، جیسے: حَمْرَاءُ۔

☆......عربی میں مؤنث معنوی کی چار قسمیں ہیں: (۱) تمام ملکوں، شہروں، قبیلوں اور جماعتوں کے نام مؤنث ہیں، جیسے: مصر، ھند، دہلی، قریش، مسلم لیگ وغیرہ۔ (۲) تمام عورتوں کے نام مؤنث ہیں جیسے مریم، ہند وغیرہ۔ (۳) ہوا کیلئے جو اسماء ہیں وہ تمام مؤنث ہیں، مثلاً: ریح، صَبَا، قَبُول، جُنُوب، شِمَال، دَبُور، صَيف، حَرُوز، سَمُوم، صَرصَر، نكباء. (۴) جسم کے وہ اعضاء جو جفت ہیں، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ مرفق، خد، الحاجب، صَدْغ اور اَللُّخي مذکر ہیں. (معلم الانشاء اول)

☆......یاد رہے کہ مؤنث کی علامتیں آٹھ ہیں جو مندرجہ ذیل اشعار میں مذکور ہیں:

ہشت علامات مؤنث رابداں ÷ تائے ساکن، تائے متحرک را بخواں
الف مقصورہ وممدودہ راشمار ÷ بعد ازاں کسرہ بداں اے یار غار
تائے مقدرہ یائے ساکن رابگیر ÷ بعد ازاں ہم نون مفتوح راپذیر

(اظہار الصدف:۲۳)

☆......مؤنث سماعی کے قاعدے یہ ہیں (الف) وہ سارے اسماء جو مؤنث کے اعلام ہوں جیسے: مریم، زینب وغیرہ، یا وہ اسماء جو طبقہ اناث کے ساتھ مختص ہوں جیسے اخت، ام وغیرہ۔ یا وہ سارے اسماء جو شہر یا قبیلہ کے نام پر ہوں جیسے: مصر، دہلی، قریش وغیرہ۔ یہ

سب مؤنثات سماعیہ ہیں۔(ب) وہ اعضاء انسانی جو دو، دو ہوں وہ سب (اکثر) مؤنث ہیں، مگر صُدْغ، مِرْفَق، حَاجِبٌ، خَدٌّ مذکر ہے۔(ج) ہوا کیلئے جو اسماء ہیں وہ تمام مؤنث ہیں، مثلاً: رِیح، صَبَا، قَبُوْل، جُنُوْب، شِمَال، دَبُوْر، صَیِّف، حَرُوْر، سَمُوْم، صَرْصَر، نکباء۔(د) تمام حروف تہجی مؤنث ہیں، (ہ) شراب کے تمام نام مؤنث سمائی ہیں جیسے: خمر وغیرہ (و) دوزخ کے تمام نام مؤنث سماعی ہیں جیسے سَقَرٌ، سَعِیْرٌ، جَحِیْمٌ وغیرہ۔(مقدمہ مصباح اللغات، ص:۱۰، بدر منیر ۴۹، المصباح المنیر، ص:۵۷)

☆......مؤنث کی دو صورتیں ہیں (۱) مؤنث برائے ذوی العقول، جیسے: اَلْمَرْأَةُ، اَلْمُسْلِمَةُ. (۲) مؤنث برائے غیر ذوی العقول جیسے: اَلنَّاقَةُ اور فعل کو مؤنث لانا، مؤنث حقیقی ذوالعقول میں واجب ہے، نہ کہ غیر ذوی العقول میں۔(تخلیۃ الاسیر، ۱۳۳)

☆......کسی کلمہ کے آخر میں اگر الف مقصورہ ہو اور وہ الف مقصورہ کلمہ کا جزء ہو تو وہ مؤنث نہیں کہلائے گا، جیسے موسیٰ، عیسیٰ، وغیرہ، اگر یہ کلمہ کا جزء نہ ہو بلکہ علامت تانیث ہو تو مؤنث کہلائے گا جیسے: حُبْلیٰ وغیرہ۔(المصباح المنیر، ص:۵۶)

☆......وہ الفاظ جو تذکیر و تانیث دونوں طرح جائز ہیں وہ یہ ہیں، کہ تمام شہروں کے نام بتاویل مَوْضِعٌ مذکر ہیں، اور بتاویل بُقْعَةٌ موئث ہیں۔(بدر منیر، شرح نحو میر:۴۹)

☆......جو اسماء مذکر و مؤنث کیلئے مستعمل ہیں وہ فَعِیْلٌ وَفَعُوْلٌ کے وزن پر اکثر آتے ہیں، تو ان میں بلا علامت تانیث صفت و موصوف میں مطابقت ہوگی، اور جن اسماء میں "ت" تانیث کے معنی میں استعمال نہ ہو جیسے: عَلَّامَةٌ، تو ان کو مذکر شمار کریں گے۔اور جو اسماء بغیر تائے تانیث مؤنث کیلئے آویں جیسے: حَائِضٌ، طَالِقٌ، تو ان کو حکماً مؤنث شمار کیا جائے گا۔(المصباح المنیر، ص:۱۳۹)

☆......وہ اسماء جن میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں، ان میں مشہور یہ ہیں:

اِبِطٌ، اِبْهَامٌ، اِزَارٌ، بَلَدٌ، جَرَادٌ، حَالٌ، حَانُوتٌ، دِرْعٌ، دَلْوٌ، رَوْحٌ، زُقَاقٌ، سَبِيْلٌ، سُرِیٰ، سَرَاوِيلُ، سَلاحٌ، سِكِّيْنٌ، سُلَّمٌ، سَلِمٌ، سَمَاءٌ، سُوْقٌ، صَاعٌ، ضُحیٰ، طِرْسٌ، طَرِيْقٌ، عَجزٌ، عَضُدٌ، عِقَابٌ، عَقْرَبٌ، عُنُقٌ، عَنْكَبُوتٌ، فِرْدَوْسٌ، فَهْدٌ، قِدْرٌ، قَضَاءٌ، قَمِيصٌ، كَبِدٌ، لِسَانٌ، مِسْكٌ، مِلْحٌ، مَنْجَنِيْقٌ، مُوْسیٰ، نَفْسٌ، وَرَاءٌ، اور انہی کے ساتھ حروف تہجی بھی لاحق ہیں۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ص:۱۰)

بحث صفت وموصوف

☆......اسم صفت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) اسم فاعل جیسے: عَالِمٌ (۲) اسم مفعول جیسے: مَعْلُوْم، (۳) صفت مشبہ جیسے: عَلِيْمٌ (۴) اسم تفضیل جیسے: اَعْلَمُ (۵) اسم مبالغہ جیسے: عَلَّامٌ وَعَلَّامَةٌ۔ اور صفت عموماً اسمائے صفات سے لائی جاتی ہے، مگر کبھی صفت کیلئے جملہ یا شبہ جملہ بھی آتا ہے۔ (معلم الانشاء اول، ص:۱۹)

☆......موصوف اگر کسی غیر عاقل کی جمع ہو تو صفت عموماً واحد مؤنث ہی آتی ہے جیسے اَلشَّجَرَاتُ الطَّوِيْلَةُ۔ (معلم الانشاء اول، ص:۲۰)

بحث تاکید معنوی

☆......تاکید معنوی آٹھ الفاظ ہیں، جس میں سے نَفْسٌ، عَيْنٌ واحد تثنیہ اور جمع کیلئے آتے ہیں۔ اور كِلَا وَ كِلْتَا یہ دونوں تثنیہ کیلئے، اور كُلٌّ، اَجْمَعُ، اَكْتَعُ، اَبْصَعُ یہ صرف جمع کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ (تسهيل قواعد النحو، ص:۵۶)

بحث جملہ انشائیہ

☆......عرض کی تعریف یہ ہے کہ عرض وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی چیز کی درخواست نرمی سے کی جائے، جیسے: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا۔ (تسهيل قواعد

النحو، ص: ۲۷)

☆.....قرآن پاک میں جہاں جہاں جملہ انشائیہ آیا ہے اس میں جملہ خبریہ پوشیدہ ہوتا ہے مثلاً جنت کی خبروں سے جنت کی طلب اور اس کے اعمال کا حکم ثابت ہوتا ہے، اسی طرح جہنم کی خبروں سے پناہ مانگنا اور اس کے اعمال سے احتراز مقصود ہوتا ہے۔

(تسہیل قواعد النحو، ص: ۲۷)

چند اہم الفاظ کے نحوی تحقیق

☆.....الف لام: جب کسی جمع پر داخل ہوتا ہے تو وہ جمع کے معنی میں نہیں رہتا بلکہ استغراق کے معنی میں بدل جاتا ہے۔ (از تقریر مولانا سرفراز صفدر صاحب مدظلہ)

☆.....مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ تشبیہ صرف ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ (از تقریر مولانا سرفراز صفدر صاحب مدظلہ)

☆.....اسم مرہ: جو مصدر فعل کے عدد کو بیان کرے، اس کو اسم مرہ کہتے ہیں اس کا وزن فَعْلَةٌ ہے اور جو مصدر فعل کی نوعیت کو بیان کرے اس کو اسم نوع کہتے ہیں اور وزن اس کا فِعْلَةٌ ہے۔ (تسہیل قواعد النحو، ص: ۳۸)

☆.....قیام یہ قائم کی جمع نہیں ہے بلکہ مصدر ہے بمعنی قائمین، اور یہ واحد، جمع سب کیلئے مستعمل ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆.....ابوحنیفہ: لفظ اب، اور ابن کی نسبت جب کسی غیر ذوی العقول کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا معنی "والا" کیا جاتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆.....سُبحان: یہ تعجب کیلئے بھی ہوتا ہے، اور تعجب کیلئے وہاں ہوتا ہے جہاں عادت سے بڑھ کر واقعہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆.....بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ: کوفیین کے نزدیک یہاں جانب موصوف ہے اور غرب

صفت ہے ان کے نزدیک موصوف کی اضافت ،صفت کی طرف بلا قید جائز ہے۔ جیسے مثال مذکور میں ہے، لیکن بصریین کے نزدیک بلا قید جائز نہیں ،اس لئے وہ یوں قید لگاتے ہیں اے بِجَانِبِ الْمَكَانِ الْغَرْبِيِّ. (معلم الانشاء اول)

☆......وَ يْكَأَنَّ: یہاں "وَیْ" بمعنی التعجب کے ہے اور اسم فعل ہے اور كَأَنَّ حرف تشبیہ ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆......سَهْــلٌ: یہ لفظ عربی ہے اگر یہ نکرہ پر داخل ہو تو تعمیم افراد کیلئے ہوتا ہے۔ اگر "ماء" پر داخل ہو تو تعمیم اجزا کیلئے ہوتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆...... جملہ اسمیہ اور مرکب توصیفی میں فرق یہ ہے کہ مرکب توصیفی میں دونوں اجزاء تعریف اور تنکیر میں یکساں ہوتے ہیں۔ لیکن جملہ اسمیہ میں پہلا جزء معرفہ اور دوسرا جزء نکرہ ہوتا ہے. (عربی کا معلم اول)

☆......مرکب تام، جملہ اور کلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ یعنی مرکب تام کو کلام اور جملہ بھی کہتے ہیں. (عربی کا معلم اول، ص: ۲۲)

☆......ایک شے کی کئی کئی خبریں ہو سکتی ہیں جیسے: لَاغُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ. یہاں "لا" کا اسم غُلَامُ رَجُلٍ ہے اور ظریف خبر اول مَوْجُوْدٌ فِي الدَّارِ متعلق سے مل کر خبر ثانی، پھر جملہ اسمیہ ہوا۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۷۲)

قاعدہ:......مشہور قاعدہ ہے کہ ہر لفظ نکرہ اضافت کے بعد معرفہ ہو جاتا ہے، مگر اس قاعدہ سے یہ الفاظ (غیر، سوی، شبہ، مثل اور نظیر وغیرہ) مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ الفاظ اضافت کی وجہ سے معرفہ نہیں بنتے۔ اور اہل عرب ان حروف کو "حروف متوغلة فی الابهام" (یعنی وہ حروف کہ جن میں انتہائی درجہ کا ابہام پایا جاتا ہے) کہتے ہیں۔ ان کی مثال: جیسے جَاءَ رَجُلٌ مِثْلُكَ أَوْسِوَاكَ أَوْشِبْهُكَ أَوْ نَظِيْرُكَ أَوْغَيْرُكَ. (یعنی آیا کوئی آدمی تمہارے مثل یا تمہارے سوا

یا تمہارا مشابہ یا تمہارے نظیر یا تمہارے غیر)۔ (المعجم الوسیط فی الاعراب، ص: ۲۱۳)

بحث مرکبات نحوی

چھ مرکبات نحوی دو اشعار میں:

بود ترکیب نزد نحویاں شش — بیادش گیر از خائف زفوتی
اضافی داں وتوصیفی ومزجی — وتعدادی واسنادی وصوتی

یعنی مرکبات نحوی چھ ہیں (۱) مرکب اضافی جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ (۲) مرکب توصیفی، جیسے: رَجُلٌ عَالِمٌ (۳) مرکب منع صرف (مزجی) جیسے: بَعْلَبَکُّ (۴) مرکب بنائی (تعدادی) جیسے: اَحَدَ عَشَرَ (۵) مرکب اسنادی (مرکب مفید) جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ (۶) مرکب صوتی، جیسے سیبویہ۔ (تخلیۃ الاسیر، ص: ۳۴)

فائدہ:۔ مرکب اسنادی کو مرکب مفید، جملہ، کلام، اسناد تام، مرکب تام بھی کہا جاتا ہے۔ اور مرکب غیر مفید تین ہیں۔ مرکب اضافی، مرکب بنائی اور مرکب منع صرف۔

بحث حصر

حصر کی دو قسمیں ہیں (۱) حصر استقرائی (۲) حصر عقلی۔ حصر عقلی یہ ہے کہ جس میں نفی واثبات کے ذریعہ اقسام (حصر) بیان کیے جائیں۔ حصر استقرائی وہ ہے جس میں جس قدر قسمیں (حصر کی) معلوم ہوسکیں ان کو بیان کر دیا جائے۔ (مصباح المنیر، ۱۲)

☆...... دلیل حصر کی چار قسمیں ہیں (۱) عقلی (۲) قطعی (۳) استقرائی (۴) جعلی۔

حصر عقلی وہ ہے کہ جس میں محض اقسام (حصر) کے ملاحظہ سے جزم بالانحصار حاصل ہو جائے جیسے یوں کہیں کہ شئے یا موجود ہوگی یا معدوم، اب تیسری چیز کا احتمال باقی نہ رہا۔ حصر قطعی وہ یہ ہے کہ ایسی دلیل سے حاصل ہو جو قسم آخر کے محال ہونے پر دلالت کرے جیسے ہر شئے یا واجب ہوگی یا ممکن، تو کسی تیسری قسم کا وجود از روئے دلیل محال

ہے۔ حصر استقرائی، یہ ہے کہ جو تتبع و تلاش سے حاصل ہوا ہو جیسے ابواب ثلاثی مجرد کا چھ میں منحصر ہونا۔ حصر جعلی وہ ہے کہ جو محض تمایز سے کہ جس کا لحاظ تقسیم کرنیوالا کیا کرتا ہے حاصل ہوا گر کوئی کہے کہ نفس کلمہ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ معنی پر دلالت کرے اور "اَنْ تَدُلَّ" کا معنی بھی یہی مطلب ہے۔

<u>حصر اور اختصاص میں فرق:</u> ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اختصاص یہ خصوص سے ماخوذ ہے جو دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے، ایک معنی عام دوسرے معنی خاص مثلاً "ضَرَبْتُ زَیْداً" ہے جو ایک ضرب عام کی خبر دے رہا ہے اس کے اندر تین چیزیں ہیں (ا) ضرب مطلق (ب) ضرب کا آپ سے صادر ہونا (ج) ضرب کا زید پر واقع ہونا تو اس میں خصوصیت آ گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس میں دو جہتیں ہیں یا تو اس جہت کے عموم کا قصد ہوتا ہے، یا جہت خصوص کا۔ اور جہت خصوص ہی کو اختصاص کہتے ہیں اور حصر اس کو کہتے ہیں جس میں جہتِ خصوص ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ جہتِ عام کی نفی بھی کی جائے، گویا دو نوں جہت سے خصوص ہو، جس کی تعبیر ما اور لا اور اِنَّمَا سے کی جاتی ہے مثلاً "مَا ضَرَبْتُ اِلاَّ زَیْداً" (میں نے زید ہی کو مارا اور کسی کو نہیں مارا) اس میں آپ کیلئے ضربیت زید ثابت کی گئی ہے اور زید سے غیر کی ضربیت کی نفی کی گئی ہے، نیز یہ بھی مخفی نہ رہے کہ کلام عرب میں چند جگہ حصر ہوتا ہے۔ (ا) اِنَّمَا کے بعد، جیسے: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" (ب) اثبات بعد النفی و النفی بعد الاثبات یفیدُ الحصر، کمافی قوله تعالیٰ: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِیَعْبُدُوْنِ" (ج) تقدیم ماحقه التاخیر یفیدالحصر و تاخیر ماحقه التقدیم یفید الحصر کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ: اِیَّاکَ نَعْبُدُ" یہاں ضمیر منصوب منفصل فعل پر مقدم ہے، اس کی وجہ سے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ "نَخُصُّکَ بِعِبَادَةٍ لَا نَعْبُدُ غَیْرَکَ (د) جب خبر اور مبتدا دونوں معرفہ ہوں، جیسے: "زَیْدٌ ھُوَ الْقَائِمُ" یعنی قیام زید ہی میں منحصر ہے، مگر یہ یاد رہے کہ مبتدا اور خبر دونوں کا معرفہ ہو کر حصر کا فائدہ دینا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ اکثریہ ہے۔ (سعیدیہ شرح کافیہ ص:۳۰، آداب الطلبہ ص:۱۰۶، ۱۰۷)

کل مبنیات

☆......مبنیات کل سات ہیں: (۱) ضمائر، (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات، (۴) اسمائے کنایات (۵) اسمائے افعال (۶) اسمائے اصوات (۷) اسمائے ظروف۔ اور مبنی اصل تین چیزیں ہیں۔ (الف) فعل ماضی (ب) امر حاضر معروف (ج) جملہ حروف، اور جو ان تین چیزوں سے مشابہت رکھتے ہیں وہ بھی مبنی ہیں مگر وہ کتنے ہیں اس کی کوئی حد نہیں ہے صرف کلام عرب کے سماع پر موقوف ہیں۔

(المصباح المنیر ۱۶۶)

☆......مَبْنِیّ: یہ مَرْمِیّ کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے از ضرب، مصدر بناء ہے بمعنی برقرار رہنا اور متغیر نہ ہونا۔ (بلد منیر، ۲۶، المصباح المنیر ۱۶۶)

☆......اسمائے کنایات وہ ہیں جو عدد مبہم یا کلام مبہم پر دلالت کرے، جیسے: کَمْ، کَذَا

☆...... مثال کے لغوی معنی ہیں "ایک جیسا"۔ اور مہموز کے لغوی معنی ہیں کوزا پشت، ٹیڑھی کمر والا۔ (ہدیہ صغیر)

بحث اسمائے ستہ مکبرہ

☆......اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب حرفی کی چار شرطیں ہیں (۱) یہ واحد ہوں (یعنی تثنیہ، جمع نہ ہوں)۔ (۲) مکبرہ ہوں (مصغرہ نہ ہوں)۔ (۳) مضاف ہوں (غیر مضاف نہ ہوں)۔ (۴) وہ مضاف غیر یائے متکلم کی طرف ہوں، تو اَبٌ وغیرہ کا اعراب بالحروف یعنی واؤ، الف، اور یاء کے ساتھ ہوگا جو کہ اعراب بالحروف ہے، اگر مذکورہ شرائط نہ پائی گئی تو (الف) اگر وہ واحد نہ ہوں بلکہ تثنیہ وجمع ہوں اس صورت میں اس میں تثنیہ وجمع کا اعراب ہوگا مثال: جَآءَ نِیْ اَبَوَانِ رَاَیْتُ اَبَوَیْنِ مَرَرْتُ بِاَبَوَیْنِ (ب) اگر وہ مصغر ہو تو اس میں مفرد منصرف صحیح کا اعراب ہوگا جیسے: جَآءَ نِیْ

اُبِيٌّ رَأَيْتُ اُبَيًّا مَرَرْتُ بِاُبَيٍّ (ج) اگر وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں تقدیری اعراب ہوگا جیسے: جَاءَ نِيْ اَبِيْ رَأَيْتُ اَبِيْ مَرَرْتُ بِاَبِيْ (و) اگر مضاف ہی نہ ہو تو اس میں مفرد منصرف صحیح کا اعراب ہوگا جیسے: جَاءَ نِيْ اَبٌ، رَأَيْتُ اَخًا، مَرَرْتُ بِحَمٍ. (ہدیہ شبیر، ص:۷۶)

☆......اسمائے ستہ مکبرہ کی اصلی حالتیں یہ ہیں (۱) اب: اصل میں ابوٌ تھا، (۲) اخ: یہ اصل میں اخو تھا، (۳) حم: یہ اصل میں حمو تھا، (۴) ھن: اس کی اصل ھنو تھا، یہ چاروں معتل لام واوی ہیں۔ (۵) فم: اصل میں فوہ تھا۔ یہ اجوف واوی ہے، (۶) ذو، اس کے بارے میں اختلاف ہے عِنْدَ الْبَعْضِ "ذوو" تھا، وعند البعض "ذوی" تھا، وغیر ذالک اور یہ لفیف مقرون ہے۔ (ہدیہ شبیر، ص:۷۶)

بحث اضافت لفظی وتقدیری

☆......اضافت کی تین قسمیں ہیں (۱) اضافت تملیکیہ، جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ (۲) اضافت بیانیہ جیسے: خَاتَمُ فِضَّةٍ (۳) اور اضافت ظرفیہ جس میں مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہوتا ہے جیسے: ضَرْبُ الْيَوْمِ اَیْ ضَرْبٌ فِي الْيَوْمِ. (المصباح المنیر، ص: ۱۳۲)

☆......اسم مضاف صورۃً مضاف الیہ کو جر دیتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مضاف الیہ کا جر دینے والا حرف جر محذوف ہوتا ہے جو عبارت سے اس وجہ سے نکال دیا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان میں فاصلہ نہ ہو جائے جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ. یہ اصل میں غُلَامٌ لِزَيْدٍ تھا اس کو اضافت تقدیری کہتے ہیں، اور اضافت تقدیری کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اضافت بتقدیر لام جیسے ابھی گزرا۔ (۲) اضافت بتقدیر فی جیسے: صَلٰوةُ اللَّيْلِ. ای صلوۃ فی اللَّيْلِ. (۳) اضافت بتقدیر من جیسے: خاتمُ فِضَّةٍ ای خاتمٌ من فِضَّةٍ ۔ (ہدیہ صغیر، ۱۱۶)

☆......اضافت معنوی کا فائدہ: اس کا فائدہ حسب ذیل ہے (۱) مضاف کا معرفہ

بنانا اگر وہ معرفہ کی طرف مضاف ہو، جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ (۲) اگر مضاف کی اضافت نکرہ کی طرف کی گئی ہو تو تخصیص پیدا کرنا جیسے: غُلَامُ رَجُلٍ یہاں عورت کو رجل کہہ کر خارج کر دیا گیا ہے۔

☆......**اضافت لفظی کا فائدہ:** اس کا فائدہ یہ ہے کہ صرف لفظوں میں تخصیص ہو جاتی ہے، جیسے: تنوین، نون تثنیہ، نون جمع وغیرہ کلام سے حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

☆......**اضافت لفظیہ کی پہچان:** اس کی پہچان یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف واقع ہو جیسے: ضَارِبُ زَیْدٍ۔ میں ضارب صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول زید کی طرف مضاف ہے اور یہ اضافت لفظی ہے۔ (تیسیر النحو، شرح ہدایۃ النحو ص: ۷۶، ۷۷)

☆......جس اضافت کا مضاف محذوف ہو اس سے تمیز واقع ہونے کی نظیر کلام عرب میں نہیں ہے۔ (فرائد منثورہ، در تحقیقات کلمات مستورہ، ۱۵)

☆......اَیٌّ وَ اَیَّۃٌ: یہ تنہا اسم موصول نہیں بنتے بلکہ ان کا مضاف الیہ ضمیر جمع مذکر غائب ہوا کرتا ہے، جیسے: اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا. (المصباح المنیر، ۴۶)

☆......اَیٌّ : یہ تنہا ہو تو استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ.

☆......وہ اسمائے ظروف جو زمان معین پر دلالت کرتے ہیں وہ معرب ہوتے ہیں، جیسے: یَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَقْتَ الظُّهْرِ وغیرہ۔ لیکن وہ ظرف زمان جو مبہم زمانہ پر دلالت کرتے ہیں وہ سب مبنی ہیں. (المصباح المنیر، ص: ۴۶، ۴۸)

☆......کبھی قرینہ کے موجود ہونے کی وجہ سے نکرہ بھی شئے معین پر دلالت کرتا ہے جیسے عِنْدِیْ رَجُلٌ۔ تو ایسے نکرہ کو نحوی حضرات نکرہ مخصصہ کہتے ہیں۔

نکرہ اور الف ذہنی کے درمیان فرق: الف ذہنی اور نکرہ دونوں استعمال کے اعتبار سے غیر متعین افراد پر دلالت کرنے میں متحد ہیں، پھر دونوں میں فرق یہ ہے کہ نکرہ وضع

کے اعتبار سے حقیقت کے بعض غیر متعین افراد پر دلالت کرتا ہے اور معرفہ بلام عہد ذہنی وضع کے اعتبار سے نفسِ حقیقت پر دلالت کرتا ہے، لیکن قرینہ کی وجہ سے بعض افراد پر دلالت کرتا ہے، اس میں جو بعضیت آتی ہے وہ قرینہ کی وجہ سے آتی ہے، تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسم نکرہ اور اسم معرفہ بلام ذہنی (الف لامِ ذہنی) قرینہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں کہ ہر ایک سے بعض غیر متعین افراد مراد ہوتے ہیں اور باعتبارِ ذات اور اصلی وضع دونوں مختلف ہیں کہ نکرہ فرد کیلئے موضوع ہے اور معرفہ بلام عہد ذہنی (الف ذہنی) باعتبار ذات حقیقتِ متحدہ کیلئے موضوع ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پر معرفہ کے احکام جاری ہوتے ہیں اور قرینہ کے اعتبار سے نکرہ کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ (المصباح المنیر، ص: ۵۵، مآرب الطلبہ، ص: ۹۴)

☆......اَلْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُسْلِمَاتُ: یہ دونوں جمع سالم ہیں (جو دس سے کم پر دلالت کرتے) لیکن جب ان میں الف لام استغراق داخل ہوتا ہے تو یہ دس سے زائد پر بھی دلالت کرتے ہیں، جیسے: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. (المصباح المنیر، ۶۳)

☆......بدانکہ اَن الخ، اَن ناصبہ چھ حروف کے بعد مقدر رہ کر فعل مضارع کو اسلئے نصب دیتا ہے، کیونکہ حروف جارہ حتی وغیرہ فعل پر داخل نہیں ہوسکتے، لہٰذا اَن مصدریہ داخل ہوکر فعل مضارع کو مصدر کے معنی میں کردیتا ہے، پس اس وقت حتی وغیرہ کا دخول درست ہوتا ہے۔ (المصباح المنیر، ۹۳)

☆......جوابِ قسم میں "لام" اور "قد" دونوں کا لانا اولیٰ ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ جواب قسم جملہ ہونے کے ساتھ فعل ماضی مثبت بھی ہو، لیکن نعم اور بئس میں صرف لام کا لانا کافی ہے، لیکن اگر جوابِ قسم ماضی کے بجائے فعل مضارع مثبت ہو تو اس کے شروع میں لام اور آخر میں نون تاکید شامل کرتے ہیں، جیسے: وَاللّٰهِ لَاَقْتُلَنَّ عَمْرواً۔

اگر فعل مضارع سے پہلے اس کا کوئی متعلق ہو اور اس میں لام مذکور ہو تو جواب قسم میں صرف لام کا لے آنا کافی ہے، جیسے: لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور جواب قسم جب فعل مضارع منفی ہو تو کبھی کبھی حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ۔ اصل میں لاتفتؤ تھا یہاں پر ''لا'' کو حذف کر دیا گیا ہے۔ (مصباح العوامل، ص:۳۳)

☆......مضمون جملہ: یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ یعنی مضمون جملہ کہتے ہیں کہ مسند کا مصدر لے کر مسند الیہ کی طرف اضافت کر دینا جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ میں قیام زید، اور ضَرَبَ زَيْدٌ، میں ضرب زید، اور اَكَلَ زَيْدٌ میں اکلِ زید وغیرہ. (مصباح العوامل، ص:۳۹)

☆......سوال: ''وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ الخ'' یعنی صلوٰۃ کے بعد کلمہ کا استعمال مناسب نہیں ہے، کیونکہ ''على'' مضرت پر دلالت کرتا ہے، پھر کیوں ''الصلوٰۃ'' کے بعد ''على'' لایا گیا؟

☆......الجواب:۔ ''عـــلـى'' مضرت کیلئے اس وقت ہوتا ہے جب لفظ دعا کا صلہ ''على'' ہوتا، اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ (تحفۂ سعیدیہ، ص:۲)

☆......لفظ ''کان'' کی کئی قسمیں ہیں: (۱) کان شانیہ یعنی جس کا اسم ضمیر شان ہو۔ (۲) کـان تـامـه، كَانَ الْمَطَرُ (بارش ہوگئی)۔ (۳) کان زائدہ (۴) کان ناقصہ، علامہ صاحب لباب کی رائے میں کان شانیہ کو ہی کان ناقصہ کہا جاتا ہے۔ (مصباح العوامل، ص:۸۵)

☆......قرآن پاک میں لفظ ''كَـــانَ'' پانچ معانی کیلئے استعمال ہوا ہے، (۱) کان ازل اور ابد کے معنی میں جیسے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا. (۲) كَانَ ماضی کے معنی میں انقطاع کے ساتھ، وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ. (نمل:۴۸) اور كَانَ کے

معانی میں اصل یہی ہے، جیسے: كَانَ زَيْدٌ صَالِحًا وَّفَقِيرًا. (۳) کَانَ بمعنی حال ہو، جیسے: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ اور لفظ "کَانَتْ" ماضی پر دال ہے، حالانکہ نماز، فی الحال اور تا قیامت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے (۴) کَانَ بمعنی استقبال کے معنی میں جیسے: وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. یعنی صَار (ہوگیا)۔ (نکات القرآن ص: ۷۸)

☆......سوال: "فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ" میں "رَاضِيَةٍ" کے اندر فاعل نسبتی ہے مگر اس میں تائے تانیث موجود ہے؟ الجواب: یہ تاء مبالغہ کی ہے۔ تانیث کی نہیں ہے، لہذا کوئی اشکال نہیں۔ (تحفہ سعیدیہ، ص: ۵۱)

☆......سوال:۔ اسباب منع صرف پائے جانے سے آخر کیوں (منصرف) غیر منصرف ہو جاتا ہے، اور کسرہ تنوین کو کیوں روک دیا جاتا ہے؟

الجواب:۔ جس وقت کسی اسم معرب میں دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سبب پایا جاتا ہے تو اس وقت وہ فعل کے مشابہ ہو جاتا ہے چنانچہ فعل بھی اپنے وجود میں دو چیزوں کا محتاج ہے (۱) فاعل کا، (۲) فعل مشتق ہونے میں مصدر کا محتاج ہے، کیونکہ اگر مصدر نہ ہوں تو فعل کس چیز سے مشتق ہوگا۔ لہذا فعل بھی دو چیزوں کا یعنی ایک فاعل کا دوسرا مصدر کا محتاج ہوا۔ اور یہ دونوں (فاعل، مصدر) اصل ہوئے اور فعل فرع ہوگیا۔ ایسا ہی غیر منصرف بھی دو سبب کے محتاج ہونے میں فعل کے ساتھ شریک ہے۔ لہذا ان کی مشابہت فعل سے ہوگی، اسلئے جب فعل میں کسرہ تنوین نہیں آسکتی تو غیر منصرف میں بھی کسرہ تنوین نہیں آئے گی، کیونکہ کسرہ تنوین اسم معرب کا خاصہ ہے۔ (ہدیہ صغیر، ۵۲)

بحث کم استفہامیہ وخبریہ

☆......قاعدہ کم استفہامیہ وکم خبریہ: کم استفہامیہ اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے اور کم خبریہ

اپنی تمیز کو بوجہ مضاف الیہ ہونے کے جر دیتا ہے جیسے کَمْ مَالٍ وَكَمْ دَارٍ. لیکن اگر کم خبریہ اور اس کی تمیز کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے تو اس وقت کم خبریہ بھی اپنی تمیز کو نصب دیئے گا، جیسے: کم عندی دارًا. (هدیہ صغیر، ص: ۱۱۸)

☆......کم اور کذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور کم خبریہ کو کم استفہامیہ پر محمول کر لیا گیا ہے۔ اور کذا یہ کاف تشبیہ اور "ذا" اسم اشارہ سے مرکب ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔ (ایضاح المطالب، ص: ۱۲۱، معراج النحو، ص: ۱۰۵)

☆......کم استفہامیہ کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز واقع ہونے کی بناء پر (اور یہ اہل عرب سے اسی طرح سنا گیا ہے) اور کم خبریہ کا مابعد مجرور اور مفرد ہوتا ہے (کم مال انفقته). اور کم خبریہ کا مابعد کبھی جمع کا صیغہ ہوتا ہے، جیسے: کم رجال لقیتهم ۔ اور کم خبریہ کے مابعد (مدخول) کے مفرد مجرور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کم خبریہ تکثیر کیلئے ہوتا ہے تو وہ عدد کثیر کے مشابہ ہو گیا جیسے کثرت کے معنی مائۃ الف دیتے ہیں اور قاعدہ ہے (کہ کم اعداد میں سے ہے، اور عدد کیلئے تین مرتبے ہیں: قلیل، کثیر اور متوسط۔ پس مناسب یہ ہے کہ کم کی تمیز عدد کے مراتب ثلثہ کی تمیز کی طرح ہو۔) کہ عدد کثیر مفرد کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ اور یہی حال اس تمیز کا بھی ہے جو اس کے مشابہ ہو (وہ بھی مجرور مفرد ہوگی) اور مجموع کے تمیز واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم خبریہ کثرت کی تصریح میں عدد صریح الکثرۃ کے مانند نہیں ہے، اسلئے صریح معنی کی نیابت کی وجہ سے اس کی تمیز کو جمع لے آتے ہیں۔ (ایضاح المطالب، ص: ۱۲۱، معراج النحو، ص: ۱۰۵)

☆......جاننا چاہیئے کہ کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے (یعنی جبکہ وہ استفہامیہ ہو یا خبریہ ہو) تو یہ محلاً منصوب ہوگا، اس طرح یہ محلاً مجرور اور مرفوع بھی ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ

واستفہامیہ کے منصوب ہونیکی پہچان یہ ہے کہ جب کم کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو جو اس کی ضمیر کی وجہ سے اس سے بے پرواہ نہ ہو (غیر مشغول کی قید سے) جیسے: کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ وَكَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَهُ۔ اور کم محلاً منصوب ہوگا فعل مذکور کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے، کم استفہامیہ کی مثال. كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتُ۔ کم خبریہ ہے اور ضَرَبْتُ کا مفعول ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ دوسری مثال کم خبریہ کی یہ ہے كَمْ رَجُلٍ مَلَكْتُ، اور کم محلاً منصوب ہے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔ اور اسی طرح كَمْ ضَرَبَةً ضَرَبْتَ۔ کم استفہامیہ کی مثال ہے۔ اور کم منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے اور كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ. کم خبریہ کی مثال ہے، اور کم محلاً منصوب ہے، مفعول مطلق یا مصدر ہونے کی بناء پر۔ اسی طرح كَمْ يَوْماً سِرْتَ میں کم استفہامیہ ہے اور مفعول فیہ ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ (معراج النحو، ص: ۱۰۶،۷)

☆...... اور کم محلاً مجرور ہوتا ہے جبکہ اس کے ماقبل کوئی حرف (جر) واقع ہوا یا مضاف ہو اور کم اس کا مجرور یا مضاف الیہ ہو مثلاً کم استفہامیہ کی مثال بِكَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ (تو کتنے آدمیوں کے قریب سے گذرا)۔ اور کم خبریہ کی مثال عَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ (کتنے ہی مرد ہیں جن پر میں نے حکم کیا) مثال کم استفہامیہ کی جس سے پہلے مضاف ہو جیسے غُلَامَ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ (کتنے مرد کے غلاموں کو تو نے مارا) اور کم خبریہ کی مثال جس سے پہلے مضاف ہو جیسے: مَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ (میں نے کتنے ہی آدمیوں کے اموال چھین لئے)

☆...... اسی طرح کم محلاً مرفوع بھی ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ بالا دونوں چیزیں نہ ہوں یعنی اس سے پہلے نہ حرف جر ہو نہ مضاف ہو تو کم مرفوع ہوتا ہے اور محلاً مبتدا ہو کر اگر ظرف واقع نہ ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال، جبکہ محلاً مرفوع ہو مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسے: كَمْ رَجُلاً أَخُوكَ۔ (کتنے مرد تیرے بھائی ہیں)، کم ممیز، رَجُلاً تمیز سے ملکر مبتدا، اور

اَخُــوْکَ اس کی خبر ہے۔ اور مثال کم خبریہ کی جب کے مبتدا ہونے کی وجہ سے محلًا مرفوع ہے۔ جیسے: کَــمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ (کتنے ہی مرد ہیں میں نے ان کو مارا) کم ممیّز مضاف ہے، اور رَجُلٍ تمیز مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ضَرَبْتُهٗ، اس کی خبر ہے۔ (معراج النحو، ص: ۱۰۷)

☆......قوله إن كان ظرفًا الخ: کم استفہامیہ اور خبریہ محلًا مرفوع ہوتا ہے خبر ہونے کی وجہ سے اگر ظرف ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال کَمْ یَوْمًا سَفَرُکَ۔ یہاں کم یوما، خبر مقدم ہے اور سَفَرُکَ مبتدا مؤخر ہے۔ اور کم خبریہ کی مثال (جو کم محلًا مرفوع ہے، خبر ہونے کی وجہ سے) کَمْ شهر صومی (کتنے مہینے ہیں میرے روزے)۔ (معراج النحو، ص: ۱۰۷)

☆......قوله وَقَدْیُحْذَفُ فِیْ مِثْلِ کَمْ مَالُکَ وَکَمْ ضَرَبْتَ: یعنی کبھی کم کی تمیز کو قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مثال مذکورہ میں ہے اور کم مَــالُکَ میں تمیز حذف ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے ای کَمْ دِرْهَمًا۔ اور دِرْهَمٍ مَالُکَ۔ اور مثال ثانی یعنی کــم ضــربت. میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا، پس اس میں بھی تمیز محذوف ہے۔ ای کَــمْ مَرَّةً اور کَــمْ مَــرَّةٍ ضربت ہے۔ (هكذا فى ايضاح المطالب شرح كافيه، ص: ۱۲۳)

☆......ظروف کا متعلق اگر ظاہر ہو تو مقدر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی ورنہ متعلق ہمیشہ فعل اور حروف قسمیہ کا متعلق ہمیشہ "اُقْسِــــمُ" فعل مقدر مانا جائے گا باقیوں میں قرینہ کا اعتبار ہوگا۔ اگر زمان و مکان یا فعل یا صفت کے خاص قرائن ہوں تو وہی معتبر ہونگے، اور اگر کوئی قرینہ نہیں تو عام صفت کا صیغہ مقدر مانا جائے گا۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆......ظرف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف مستقر (۲) ظرف لغو۔ ظرف لغو وہ ہے کہ جس کا متعلق افعال عامہ سے مقدر ہو۔ اور افعال عامہ چار ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں :

افعال عامہ چہار ست نز د ارباب عقول
کون ست ثبوت ست و جود ست وحصول

☆......تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کی آخری حرکت کی تابع ہو، اور تاکید فعل کیلئے نہ آتی ہو، اور تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جو کسی نے ایک شعر میں کہی ہیں:

ترنم وتقابل، تمکن وعوض   یہ تنکیر پنجم شدا ے یار غار

اور عربی میں تنوین کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

التنوین نون الساكنة تتبع حركة اٰخِرِ الكلمةِ لالتاكيد الفعل.

☆......لفظ "معبر عنہ" اگر ایک حرف ہے تو اس کو اسم خاص یا مشترک سے تعبیر کیا جائے گا جیسے ضربت میں "ت" کو فاعل نہیں کہیں گے، بلکہ "ت" کو فاعل یا ضمیر مرفوع متصل کہینگے، اگر دو حرف ہیں تو ان کو "ذوات" سے تعبیر کیا جائے گا ماسوائے ضمیر متصل کے۔ کیونکہ ضمیر متصل میں اولیٰ یہ ہے کہ اسم مشترک سے تعبیر کیا جائے۔ مثلاً ضربنا میں ضمیر مرفوع متصل کہنا اولیٰ ہے اس سے کہ "نا" کو فاعل کہا جائے۔

(ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

بحث "الف لام"

☆......ال (الف لام) کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی۔ اسمی وہ ہے جو اسم فاعل واسم مفعول پر داخل ہو، اور حرفی وہ ہے جو اسم فاعل ومفعول پر داخل نہ ہو۔ پھر حرفی کی دو قسم ہیں (۱) زائدہ (ب) غیر زائدہ۔ پھر زائدہ کی دو قسمیں ہیں ایک لازم دوسرا غیر لازم۔ پھر لازم کی دو قسمیں ہیں (۱) عوضی (۲) غیر عوضی۔ پھر غیر زائدہ کی

چار قسمیں ہیں (۱) استغراقی (۲) جنسی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆......الف لام کے مدخول سے افراد مراد ہونگے یا ماہیت ۔ اگر ماہیت مراد ہو تو الف لام جنس کا ہوگا ۔ اگر افراد مراد ہونگے تو کل افراد مراد ہونگے یا بعض ۔ اگر کل افراد مراد ہیں تو الف لام استغراقی ہے، اگر بعض افراد مراد ہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بعض ظاہر میں متعین ہونگے یا غیر متعین، اگر بعض متعین افراد (ظاهـرًا) ہیں تو الف لام عہد خارجی ہے، اگر بعض (خارج میں) غیر متعین افراد مراد ہیں تو عہد ذہنی ہے ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆......مشہور قاعدہ ہے کہ اعلام (ناموں) پر الف لام داخل نہیں کیا جاتا ۔ مگر جو اعلام وصفیت سے علمیت کی طرف منتقل کیے گئے ہوں تو ان پر الف لام کا داخل ہونا جائز ہے جیسے: الحسن والحسین، الحارث والعباس وغیرہ ۔ (فرائد منثورہ)

☆......واضح ہو کہ الف ولام کی اول دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ ۔ زائدہ وہ ہے جس کو محض تحسین کلام کیلئے لایا جائے جیسے: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ . اس میں الف لام محض تحسین کلام کیلئے ہے ۔ اور غیر زائدہ وہ ہے جو اسم پر داخل ہوتا ہے اور تعریف کا فائدہ دیتا ہے، اور یہ سوائے اسم کے اور کسی چیز پر داخل نہیں ہوتا بخلاف اول کے ۔ پھر الف لام غیر زائدہ کی دو قسمیں ہیں (الف) اسمی (ب) حرفی ۔ اسمی وہ ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو کر اَلَّذِیْ کے معنی میں ہو مثال اَلضَّارِبُ وَالْمَضْرُوْبُ .

☆......الف لام حرفی کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی ۔ الف لام استغراقی کی مثال اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ الف لام جنسی کی مثال اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْاَةِ. الف لام عہد خارجی وہ ہے جس میں اپنے

مدخول کی طرف اشارہ ہو ایسے فرد واحد میں متحقق ہونے کی حیثیت سے جو کہ متکلم و مخاطب دونوں کو معلوم ہو اور اس کو عہد ذکری و عہد حسی بھی کہتے ہیں جیسے: کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ الخ. الف لام عہد ذہنی: وہ ہے جو اپنے مدخول کی ماہیت کی طرف مشیر ہو ایسے فرد واحد میں متحقق ہونے کی حیثیت سے جو اپنے متکلم میں مفروض ہو اور خارج میں متکلم ومخاطب کسی کو معلوم نہ ہو، جیسے: وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ. اس کے علاوہ ایک اور قسم الف لام کی ہے جس کو الف لام عہد حضوری کہا جاتا ہے۔ الف لام عہد حضوری: وہ ہے جو شئے حاضر اور شئے مشاہد پر داخل ہوتا ہے جیسے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ۔ اور جَاءَ نِیْ هٰذَا الرَّجُلُ۔ اور یا اَیُّهَا الرَّجُلُ وغیرہ۔ (فرائد منثورہ در تحقیقات کلمات مستورہ، ص: ۵۶)

☆...... بوقت ترکیب الفاظ کی ایسی حیثیت ظاہر کی جائے جس سے اعراب مخصوص کا استحقاق ہو مثلاً اسم موصول، اسم اشارہ، مضاف پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ تعین کرے کہ مبتدا بن رہا ہے یا خبر بن رہی ہے، یا فاعل بن رہا ہے۔ اگر انواع متعدد ہوں تو نوع کا تعین کیا جائے۔ مثلاً مفعول بن رہے ہیں تو اول، دوم، اور سوم کا تعین کرنا ہوگا، اگر فعل ہے تو یہ تعین کرنا ہوگا کہ ماضی ہے یا مضارع، یا امر ہے۔ اگر فعل مبنی ہے تو یہ تعین کرنا ہوگا کہ کس پر مبنی ہے کہ مبنی بر سکون ہے یا مبنی بر فتح۔ یا مبنی بر ضمہ ہے۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆...... <u>علامات معرفت در ترکیب</u>: فاعل کی نشانی (نے) مفعول بہ کی علامت (کو) مفعول معہ کی علامت (اکٹھے، ساتھ) مفعول فیہ (بیچ میں، میں) مفعول لہ کی نشانی (واسطے، کیلئے) حال کیلئے (اس حال میں، درآں حالیکہ، حال ہوتا)، تمیز کیلئے (از روئے) مضاف الیہ کیلئے (کا، کی، کے، را، ری، رے) بدل کیلئے (یعنی، سو، جو، ایسا)۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆ ...... لَعَمْرِیْ اَوْلَعَمْرُکَ: یہاں لام قسم کیلئے استعمال ہے۔ (اور اس جیسے الفاظ کے استعمال میں لفظ "خَالِقِ" محذوف مانیں گے، تاکہ غیر اللہ کی قسم کھانا لازم نہ آئے)۔ جیسے: لَعَمْرِیْ میں "لَخَالِقِ عُمْرِیْ" کہیں گے، اور جب قسم کیلئے لاتے ہیں تو عین کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ (تسہیل قواعد النحو، ص:۲۶)

☆ ...... عُمْرٌ بمعنی حیات، زندگی۔ عام طور پر یہ "بضم جین" مستعمل ہوتی ہے مگر یاد رہے کہ جب لام قسم اس پر داخل ہوتا ہے اس کا عین مفتوح ہو جاتا ہے چنانچہ شعر میں ہے:

هٰذَا لَعَمْرِیْ فِیْ فَعَالِ الْبَدِیْعُ۔ (فرائد منثورہ)

☆ ...... عمرو: کو واؤ کے ساتھ اور "عمر" کو بغیر واؤ کے ساتھ لکھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو حضرت عمرؓ کے نام سے غلط فہمی نہ ہو۔ اور یہ عمر غیر منصرف ہے۔ مگر اس میں ایک بات قابل لحاظ یہ ہے کہ حالت نصب میں عمرو کو "عمروًا" نہیں لکھا جائے گا بلکہ عمرًا تنوین کے ساتھ بغیر واؤ کے لکھا جائے گا، اس لئے کہ عمرًا کے الف سے خود تمیز ہو جائے گی کہ یہ حضرت عمرؓ کا نام نہیں ہے، کیونکہ عمرؓ کے لفظ میں بوجہ اس کے غیر منصرف ہونے کے، اخیر میں از روئے رسم الخط الف نہیں لکھا جاتا۔ (فرائد منثورہ، ص:۵۹)

☆ ...... غیر ذوی العقول کی جمع، واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، جیسے: اَشْهُرٌ مَعْلُوْمَاتٌ، وَمَعْلُوْمَةٌ. اَيَّامٌ مَعْدُوْدَاتٌ. (منیۃ الادب، ص: ۵۹ ج ۲)

☆ ...... اسم جامد جب حال واقع ہو تو بعض نحاۃ کی رائے ہے کہ وہ مشتق کی تاویل میں ہو کر حال ہوگا چنانچہ انہوں نے بنیت له حسابه بَابًا بَابًا، تاویل یوں کی کہ وہ بنیت له حسابه مفصلا باعتبار ابواب کی تاویل میں۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ اسم جامد بلا تاویل حال واقع ہوتا ہے۔ نیز اسم جامد در وقوع حال مثل اسم مشتق ہے۔ (منیۃ

الادب، ص: ۳۸ ج ۱)

☆...... اہل عرب کے نزدیک وزن الفاظ کی تین قسمیں ہیں (۱) وزن صرفی (۲) وزن عروضی (۳) وزن صوری۔

وزن صرفی:...... وہ وزن ہے کہ موزون اور موزون بہ کے درمیان تین چیزوں میں مطابقت ہو۔ اول: حرکات وسکنات میں، کہ متحرک کے مقابل متحرک، اور ساکن کے مقابل ساکن ہو۔ دوم: حرکات کی خصوصیات میں کہ فتحہ کے مقابل فتحہ اور کسرہ کے مقابل کسرہ اور ضمہ کے مقابل ضمہ ہو۔ سوم: حروف اصلیہ وزائد میں کہ اصلی کے مقابل میں اصلی ہو اور زائد کے مقابل میں زائد ہو، جیسے: اجتنب بروزن افتعل. اور علم صرف میں جب کوئی وزن بغیر کسی قید کے مذکور ہو تو یہی وزن صرفی مراد ہوتا ہے۔

وزن صوری:...... وہ وزن ہے کہ موزون اور موزون بہ کے درمیان پہلی دو چیزوں میں مطابقت ہو اگر چہ تیسری چیز میں مطابقت نہ ہو جیسے اکابر، کہ وزن صوری کے اعتبار سے یہ بروزن مفاعل بھی ہے اور بروزن افاعل بھی۔ حالانکہ وزن صرفی کے اعتبار سے یہ صرف بروزن افاعل ہے. (علم الصیغہ مترجم، ص: ۱۳۱)

وزن عروضی:...... وہ وزن ہے کہ موزون اور موزون بہ کے درمیان پہلی چیز میں مطابقت ہو اگر چہ دوسری اور تیسری چیز میں مطابقت نہ ہو جیسے اکابر ومساجد وقواعد۔ کہ وزن عروضی کے اعتبار سے ان میں سے ہر لفظ مفاعل "بفتح میم" کے وزن پر بھی ہے اور مفاعل "بضم میم" کے وزن پر بھی نیز افاعل کے وزن پر بھی اور فواعل کے وزن پر بھی، حالانکہ وزن صوری کے اعتبار سے مذکورہ تینوں الفاظ میں کوئی بھی مُفاعل "بضم میم" کے وزن پر نہیں۔ البتہ مَفاعل "بفتح میم" اور افاعل وفواعل کے وزن پر ہر ایک لفظ ہے وزن صرفی کے اعتبار سے ہر لفظ کا وزن علیحدہ ہے کہ اکابر بروزن افاعل، مساجد بروزن مفاعل اور قواعد بروزن فواعل ہے ایک اور

مثال سے اس طرح سمجھو کہ طعام وادام وزکام ورغیف وصبور وزن عروضی کے اعتبار سے پانچوں بروزن فَعُوْلٌ ہیں، حالانکہ وزن صوری وصرفی کے اعتبار سے طعام بروزن فعال اورادام بروزن فعال اورزکام بروزن فُعال، رغیف بروزن فعیل، صبور بروزن فعول ہیں. (علم الصیغه مترجم ص: ۱۳۱، ۱۳۲)

☆......قاعدہ: كُلُّ جَمْعٍ فِيْ حُكْمِ التَّانِيْثِ: کی بناء پر الفاظ جمع عموماً مؤنث مستعمل ہوتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ہر وہ جمع جس کے حروف اس کے واحد سے کم ہوں تو اس کی تذکیر بھی جائز ہے كمافي قوله تعالىٰ: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ یہاں ضمیر واحد مذکر لفظ "الكلم" کی طرف راجع ہے، حالانکہ وہ جمع ہے كلمة کی۔ ایسے ہی اسم تفضیل خواہ مذکر ہو یا مؤنث، جب "مِنْ" تفضیل کے ساتھ مستعمل ہو تو اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے جیسے اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ۔(فرائد منثورہ، ص: ۶۱)

☆......یہ قاعدہ بھی مشہور ہے کہ لفظ "اللہ، محبوب اور خلیل" وغیرہ کی طرف ضمیر راجع کرنے کیلئے پہلے ان کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیزیں ہمیشہ ذہن میں ہوتی ہیں۔(مسودہ درس حماسہ، ص: ۱۲۶)

☆......صیغہ منتہی الجموع کی جمع تکسیر تو نہیں آتی، لیکن جمع سالم آتی ہے جیسے ضَوَارِب کی جمع ضَوَارِبَاتٌ، اور اَفَاضِلُ کی جمع اَفَاضِلُوْنَ ہیں۔(مصباح اللغات، ص: ۱۴)

☆......نسبت کے قاعدے: اگر اسم کے آخر میں تیسرا حرف الف مقصورہ ہو تو واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے عصا سے عصوی، اور فتی سے فتوی ہیں۔(مصباح اللغات، ص: ۱۴)

☆......اسم مرۃ واسم نوع: اسم مرۃ وہ مصدر ہے جو ایک مرتبہ فعل کے واقع ہونے کو ظاہر کرے، اور اسم نوع وہ اسم ہے جو فعل کی ہیئت اور نوع کو بتلائے۔ ثلاثی مجرد سے اسم مرۃ کا وزن فَعْلَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبَةً. جَلَسْتُ جَلْسَةً

وغیرہ۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

☆......ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے جس باب کا اسم مرّۃ بنانا مقصود ہو اسی باب کے مصدر کے وزن پر تاء کی زیادتی کے ساتھ لاتے ہیں جیسے اِلْتَفَتُّ اِلْتِفَاتَةً، اِنْطَلَقْتُ اِنْطِلَاقَةً. اور اگر ثلاثی مجرد وغیرہ مصادر کے آخر میں "ت" ہو تو اسم مرۃ لانے کی صورت میں کسی ایسی چیز کا لانا ضروری ہے جس سے وحدت ظاہر ہو جیسے ضَرَبْتُهٗ ضَرْبَةً وَاحِدَةً۔ اسم نوع کا وزن ثلاثی مجرد فِعْلَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے: وَقَفَ وِقْفَةَ الْاَسَدِ وَمَشٰی مِشْيَةَ الْمُخْتَالِ. اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے اسم مرّۃ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: حَسَنُ الْاِنْطَلَاقَةِ، قَبِيْحُ الْمُعَاشَرَةِ۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ۸)

☆......ثلاثی مجرد سے اسم ظرف خواہ زمانی ہو یا مکانی مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے، جبکہ مضارع کا عین کلمہ مضموم یا مفتوح ہو، جیسے مَنْصَرٌ، مَفْتَحٌ وغیرہ اگر مضارع کا عین کلمہ مکسور ہو تو مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَجْلِسٌ، مَنْزِلٌ وغیرہ مگر اس قاعدہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مستثنٰی ہیں: مَسْجِدٌ، مَشْرِقٌ، مَغْرِبٌ، مَطْلِعٌ، مَجْزِرٌ، مَرْفِقٌ، مَفْرِقٌ، مَسْكِنٌ، مَنْسِكٌ، مَنْبِتٌ، مَسْقِطٌ. (مقدمہ مصباح اللغات، ص: ۸)

☆......مثال سے اسم ظرف ہمیشہ مَفْعِلٌ کے وزن پر اور ناقص سے ہمیشہ مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے: مَوْعِدٌ، مَوْجِلٌ، مَطْوٰی، مَرْمٰی۔ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے مصدر میمی کی مانند ہے جیسے اَدْخَلَ سے مُدْخَلٌ. اَخْرَجَ سے مُخْرَجٌ، اَخْدَعَ سے مُخْدَعٌ ہے۔ (مقدمہ مصباح، ص: ۸)

☆......اسم آلہ وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق نہ ہو اس کیلئے کوئی ضابطہ نہیں ہے، بہت سے مختلف اوزان پر آتا ہے جیسے: قَدُوْمٌ، سِكِّيْنٌ، فَأْسٌ وغیرہ۔ (مصباح، ص: ۸)

☆......اسم تفضیل کا صیغہ معروف سے اور ثلاثی مجرد سے بنا کرتا ہے لیکن بعض الفاظ

بطور شذوذ کے مجہول سے اور ابواب غیر ثلاثی مجرد سے بھی آتے ہیں جیسے: "اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ" ۔میں اَحْمَدُ، حُمِدَ سے ہے۔ کبھی اسم تفضیل اسم جامد سے بھی آتا ہے۔ اور وہ مادے جو رنگ وعیب یا حلیہ پر دلالت کرتے ہوں اس سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا، بلکہ اسی وزن پر صفت کا صیغہ آتا ہے۔اور خَیْرٌ و شَرٌّ یہ دونوں اصل میں اَخْیَرُ وَاَشَرُّ تھے، کثرت استعمال سے ہمزے ساقط ہوگئے۔(مصباح اللغات، ص:۹)

☆......اسم منقوص میں اگر "ی" حذف ہوگئی تو حالت تثنیہ میں پھر لوٹ آئے گی جیسے رَامٍ۔ رَامِیَانِ۔ دَاعٍ دَاعِیَان. (مصباح اللغات، ص:۱۰)

☆......اسم مقصور وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں الف ہو اور اس کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے عَصَا، رَحیٰ ۔اگر الف تیسری جگہ ہو اور کسی سے بدل کر آیا ہو تو تثنیہ بنانے کی حالت میں اصل کی طرف لوٹ جائے گا، جیسے: عصا سے عصوان. فتیٰ سے فتیان. اور اگر چوتھی جگہ یا اس سے زائد ہو تو یاء سے بدل جائے گا، جیسے: ذکری سے ذکریان، قهقران، خوزلان شاذ ہیں۔قیاس کا تقاضا تھا کہ قهقریان، خوزلیان ہوتے ۔(مصباح اللغات، ص:۱۰)

☆......اسمائے ممدودہ: اسم ممدود، وہ اسم ہے جس کے آخر میں ہمزہ ہو اور اس سے پہلے الف زائدہ ہو، جیسے: صفراء، خضراء. میں میں اسماء ممدودہ کا تثنیہ بنانے کی صورت، الف اگر تانیث کیلئے ہو تو ہمزہ کو واو سے بدل لیں گے، جیسے: خضراء سے خضراوان ہے، بشرطیکہ الف سے پہلے واو نہ ہو۔اور اگر ہو تو ہمزہ کا باقی رکھنا ضروری ہے تاکہ دو واو جمع نہ ہو جائیں جیسے عشواء سے عشواءان ہے۔اور اگر ہمزہ اصلی ہو تو اس وقت بھی باقی رکھنا ضروری ہے جیسے لألاء سے لألاان. قرّاء سے قراءان وغیرہ۔اور اگر ہمزہ نہ تو اصلی ہو اور نہ تانیث کیلئے تو دونوں صورتیں جائز ہیں ہمزہ کو واو سے بدلنا بھی اور باقی رکھنا بھی جیسے سماء سے سماءان اور سماوان۔اور ایسے اسماء جن کا لام کلمہ محذوف

ہو اور اس کے عوض میں کچھ نہ ہو تو تثنیہ بنانے میں لام کلمہ واپس آئے گا جیسے اَبٌ کہ اصل میں اَبَوٌ تھا تو حالت تثنیہ میں ابوان ہوگا ایسے ہی اخوان غلوان وغیرہ لیکن فَمٌ اور یَدٌ میں واؤ واپس نہیں آئے گا فَمَانِ ، یَدَانِ ہی کہا جائے گا۔(مصباح، ص:۱۰)

☆...... بعض اسماء ایسے ہیں جن کا تثنیہ نہیں آتا جیسے: بَعْضُ اَجْمَعُ، جمعاء کل ، غریب ، دیار و غیرہ اور وہ اسماء عدد اور اسم تفضیل جس کا استعمال ''مِنْ'' سے ہو، جیسے الیدان افضل من الرجلین .(مصباح، ص:۱۱)

☆...... اسم جمع: اسم جمع وہ اسم ہے جس سے جمع کے معنی ظاہر ہوں اور اس کیلئے اس مادہ سے مفرد نہ ہو، جیسے: خَیْلٌ، قَوْمٌ، رَهْطٌ، جَیْشٌ.

☆...... شبہ جمع: وہ اسم ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد و جمع میں ''ۃ'' کی وجہ سے امتیاز ہو، جیسے: وَرَقٌ کا مفرد وَرَقَةٌ ۔ ثَمَرٌ کا مفرد ثَمَرَةٌ ہے۔ اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ وہ واحد و جمع میں یائے نسبتی کی وجہ سے مفروق ہو جیسے الرومی، رومیوں میں سے ایک۔ المجوسی ، مجوسیوں میں سے ایک، لیکن پہلا والا، (وَرَقٌ، وَرَقَةٌ) یہ غیر ذوی العقول کیلئے ہے اور دوسرا (الرومی، المجوسی) ذوی العقول کیلئے۔ اور ہر اسم جمع اور شبہ جمع کی جمع مفردات کی طرز پر آتی ہے جیسے قَوْمٌ کی جمع اَقْوَامٌ، رُفْقَةٌ کی جمع رُفَقٌ، نَجْمٌ کی جمع اَنْجُمٌ وغیرہ.(مصباح اللغات، ص:۱۲)

اقسام صفت مشبہ

☆...... صفت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) صفت مشبہ (۴) اسم تفضیل (۵) اوزان مبالغہ۔ اور جو صیغہ صفت فعلان کے وزن پر ہو اس کی مؤنث فَعْلیٰ کے وزن پر آتی ہے جیسے عَطْشَانٌ سے عَطْشیٰ، سَکْرَانٌ سے سَکْرٰی ۔ اور جو صفت کا صیغہ افعل کے وزن پر آتا ہو اس کی تانیث فعلاء کے وزن

پر آتی ہے جیسے اَبْیَضُ سے بَیْضَاءُ، اَسْمَرُ سے سَمْرَاءُ وغیرہ۔ اسم تفضیل کیلئے مؤنث فُعْلٰی ہے جیسے اَکْرَمُ سے کُرْمٰی. اَصْغَرُ سے صُغْرٰی، لیکن اگر ناقص واوی ہو تو واؤ کو یاء سے بدل دیتے ہیں جیسے: اَحْلٰی سے حُلْیَا. اَدْنٰی سے دُنْیَا وغیرہ۔

(مصباح اللغات، ص:۱۳)

مصادر کی تفصیل

مصدر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مصدر اصلی (۲) مصدر میمی (۳) مصدر صناعی۔ مصدر اصلی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات سے خالی ہو، اس کے شروع میں میم نہ ہو، اور آخر میں ایسی یاء مشددہ زائدہ نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو، جیسے: عِلْمٌ، فَضْلٌ، فَهْمٌ، ضَرْبٌ۔ (جب مطلق مصدر بولا جاتا ہے تو یہی قسم مراد ہوتی ہے اور اسی قسم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سماعی ہے)۔

(۲) مصدر میمی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات سے خالی ہو، اس کے شروع میں میم ہو اور آخر میں ایسی یاء مشددہ زائدہ نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو جیسے: مَطْلَبٌ، مَعْدَلٌ، مَجْلَبَةٌ (مصدر میمی کی یہ قسم قیاسی ہے۔ ثلاثی مجرد سے مصدر میمی مَفْعَلٌ کے وزن پر آئے گا۔ البتہ سات الفاظ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ مَجِيْئَةٌ، مَرْجِعٌ، مَسِيْرٌ، مَصِيْرٌ، مَشِيْبٌ، مَرْفِقٌ، مَقِيْلٌ. غیر ثلاثی مجرد سے مصدر میمی مضارع مجہول کے وزن پر ہوگا صرف علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لگایا جائے گا، جیسے: مُنْحَدَر، مُصْطَبَر، مُزْدَحَم.

(۳) مصدر صناعی: ہر وہ لفظ ہے جس کے آخر میں یاء مشددہ زائدہ ہو اور اس کے بعد تاء تانیث مربوطہ زیادہ کر دی گئی ہو جیسے أَسَدٌ سے أَسَدِيَّةٌ. إِنْسَانٌ سے إِنْسَانِيَّةٌ، إِشْتِرَاكٌ سے إِشْتِرَاكِيَّةٌ۔ مصدر کی یہ قسم بھی قیاسی ہے۔

☆...... جب مصدر، فاعل یا مفعول کی طرف بواسطہ جار یا بلاواسطہ جار مضاف ہوتا ہے تو اس کا عامل وجوبا محذوف ہوتا ہے، جیسے: حَمْدًا لِلْقَادِرِ. یہاں حَمْدًا اپنے مفعول کی طرف بواسطہ لام مضاف ہے لہذا عامل حذف کر دیا گیا تو اصل میں نحمد حمدًا ہے. (تحفۃ الادب، ص: ۴۱)

اوزانِ مصدر اصلی

مصدر اصلی یا مصدر مطلق کی دو قسمیں ہیں (۱) ثلاثی (۲) رباعی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: مجرد، مزید۔ آنے والے قواعد کے اعتبار سے مصدر کی دو قسمیں کی جاتی ہیں: ثلاثی مجرد، غیر ثلاثی مجرد (ثلاثی مزید، رباعی مجرد، رباعی مزید)۔ مصدر کا فعل یا ثلاثی مجرد ہوگا یا غیر ثلاثی مجرد ہوگا۔

فعل ثلاثی مجرد کا پہلا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ دوسرا حرف کبھی مفتوح ہوگا، جیسے ضَرَبَ کبھی مجرور ہوگا جیسے: سَمِعَ کبھی مضموم ہوگا جیسے: کَرُمَ۔

اسم مصدر، نفسِ مصدر اور علمِ مصدر میں فرق: واضح ہو کہ مطلق مصدر کی تین قسمیں ہیں (ا) اسم مصدر (ب) علم مصدر (ج) نفسِ مصدر؛ اب تینوں کے درمیان فرق یہ ہے: کہ اسم مصدر وہ ہے جو معنیٰ حدوثی پر دلالت تو کرتا ہے، لیکن مشتق منہ نہ ہو مثلاً سُبحانَ اور علمِ مصدر وہ ہے، جو نہ مشتق منہ ہو نہ معنیٰ حدوثی پر دلالت کرے بلکہ، کسی کا علم ہو مثلاً: عثمان، سبحان بھی علم مصدر ہے، جبکہ بلا اضافت استعمال ہو۔ اور نفسِ مصدر وہ ہے، جو مشتق منہ ہونے کے ساتھ معنیٰ حدوثی پر بھی دلالت کرے مثلاً النصر۔ (مآرب الطلبہ، ص: ۹۲ ج ۱)

☆...... مصدر میمی: وہ مصدر ہے جس کے شروع میں میم ہو اور یہ ثلاثی مجرد سے عموماً

مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے: مَخْرَجٌ بمعنی خُرُوْجٌ. مَدْخَلٌ بمعنی دُخُوْلٌ. مَقَالٌ بمعنی قَوْلٌ۔ اور صرف سات مصدر میمی (ثلاثی مجرد سے) مَفْعِلٌ کے وزن پر آتے ہیں (۱) اَلْمَرْجِعُ (لوٹنا)۔ (۲) اَلْمَرْفِقُ (نرمی کرنا)۔ (۳) اَلْمَجِیْ‎ُٔ (آنا)۔ (۴) اَلْمَقِیْلُ (قیلولہ کرنا)۔ (۵) اَلْمَشِیْبُ (بوڑھا ہونا)۔ (۶) اَلْمَسِیْرُ (سیر کرنا)، (۷) اَلْمَصِیْرُ (لوٹنا)۔ اور یہی مصدر میمی غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کے وزن پر آتے ہیں، جیسے مُخْرَجٌ و مُدْخَرٌ وغیرہ۔ (تحفہ سعیدیہ ص:۴۴)

☆...... مصدر میمی: یہ ثلاثی مجرد سے مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَنْظَرٌ، مَضْرَبٌ، مَرْمٰی وغیرہ، لیکن اس قاعدے سے یہ سات الفاظ مَجِیْ‎ءٌ، مَرْجِعٌ، مَسِیْرٌ، مَصِیْرٌ، مَشِیْبٌ، مَرْفِقٌ اور مَقِیْلٌ مستثنیٰ ہیں۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ص:۷)

اسم کی دوسری بحث

تعریف اسم پر اعتراض اور اس کا جواب: اسم وہ کلمہ ہے جو بغیر ازمنہ ثلاثہ کے معنی مستقل پر دلالت کرے۔ جیسے رَجُلٌ ضَارِبٌ. اور فعل کی تعریف میں دلالت علی الزمان ہونے اور اسم میں نہ ہونے کی قید ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اسم کی یہ تعریف جامع و مانع نہیں ہے۔ کیونکہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی ایک پر دلالت کرتے ہیں جیسے لفظ "اَلْمَاضِیْ وَاَمْسِ وَلَفْظُ اَلْحَالُ وَالْآنَ وَلَفْظُ اَلْمُسْتَقْبِلُ وَغَدًا" لہٰذا، ان تمام اسماء پر فعل کی تعریف صادق آتی ہے نہ کہ اسم کی؟

جواب: یہ ہے کہ اسم و فعل کی تعریف پر دلالت سے مراد دلالت بالھیئۃ ہے نہ کہ دلالت بالمادہ۔ چنانچہ فعل میں ضروری ہے کہ وہ زمانہ پر بالھیئۃ دلالت کرے۔ دلالت بالمادہ کافی نہیں ہے، جیسے: ضَرَبَ۔ اور اسم میں ضروری ہے کہ وہ زمانہ پر دلالت بالھیئۃ نہ کرتا ہو۔ دلالت بالمادہ ہو جائے تو مضر نہیں جیسے اَلْآنَ اَلْمَاضِیْ

وغیرہ۔(تسہیل علم الصیغہ:۴۳،مفتی محمد رفیع صاحب)

☆......<u>افعال الشروع</u>: یہ وہ افعال ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسم نے ان کی خبر کو حاصل کرنے کی سعی شروع کردی ہے۔وہ یہ ہیں: اَنْشَأَ. طَفِقَ، اَخَذَ، جَعَلَ، عَلِقَ جیسے اَنْشَأَ زَيْدٌ يَكْتُبُ (زید نے لکھنا شروع کردیا)۔(النحو الیسیر،ص:۹۲)

☆......افعال تصییر: (جو صار کے معنی میں ہوں) یہ ہیں: جَعَلَ، اِتَّخَذَ، تَخِذَ، وَهَبَ،تَرَكَ اور اَرَدَ۔(النحو الیسیر،۸۶)

☆......بحث اَنْ،لَنْ، كَيْ ،اِذَنْ: امام فراءؒ کے نزدیک "لَنْ" اصل میں "لا" تھا، الف کو خلاف قیاس نون سے بدل دیا گیا۔اور امام خلیل کے نزدیک "لَنْ" اصل میں "لا أن" تھا تخفیف کیلئے ہمزہ کو حذف کردینے کے بعد اجتماع ساکنین سے الف کلمہ حذف ہوگیا۔اور امام سیبویہ کے نزدیک "لن" ایک مستقل حرف ہے اس میں کسی قسم کی تعلیل و تغیر نہیں ہوئی۔اور " لَنْ " کے معنی میں بھی اختلاف ہے۔جمہور علماء نفی تاکیدی کے معنی میں کہتے ہیں جیسے لَنْ يَّفْعَلَ کے معنی "ہرگز نہیں کرے گا وہ ایک مرد"۔ اور بعض علماء نفی تابیدی کے معنی میں کہتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ﴾ میں نفی ابدی مراد ہے کہ جن کفار کا انتقال حالت کفر میں ہوگیا ہے ان کی توبہ کسی وقت قبول نہ ہوگی۔

لیکن جمہور علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں: قَوْلُهٗ تَعَالىٰ: ﴿لَنْ تَرَانِيْ﴾ میں لن کے معنی نفی ابدی مراد نہیں ہوسکتے، کیونکہ جنت میں دیدار خداوندی نصیب ہوگا اور "لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ" میں نفی ابدی کا مفید لفظ لن نہیں ہے بلکہ وہ آیات واحادیث کثیرہ ہیں، جن سے کفار کا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا معلوم ہوتا ہے۔

اَنْ:۔یہ ماضی اور مستقبل دونوں پر داخل ہوتا ہے اور عمل صرف مستقبل میں کرتا ہے اور فعل کو مصدر کے معنی میں کردینے کی وجہ سے ان مصدریہ کہلاتا ہے۔اَن کا

دخول افعال متصرفہ کے ساتھ خاص ہے اور افعال غیر متصرفہ پر داخل نہیں ہوتا۔

اور اَنْ چھ چیزوں کے بعد مقدر ہوکر بھی فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) حَتّٰی کے بعد، جیسے: مَرَرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ. یہ اصل میں حَتّٰی اَنْ اَدْخُلَ الْبَلَدَ تھا۔ (۲) لام جحد کے بعد۔ یعنی وہ لام جو کان منفی کے جواب میں واقع ہو، جیسے مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ، اَیْ لِاَنْ يُعَذِّبَهُمْ. (۳) اس اَوْ کے بعد جو اِلٰی، یا اِلَّا کے معنی میں ہو جیسے لَاَلْزِمَنَّكَ اَوْتُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ، ای اَوْاَنْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ۔ (۴) واؤ صرف کے بعد جیسے لَاتَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَاْتِیَ مِثْلَهٗ. اَیْ وَاَنْ تَاْتِیَ مِثْلَهٗ۔ (۵) لام کی کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ اَیْ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ (۶) وہ فا جو امر وغیرہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے، اس کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جیسے:
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ فَاَفُوْزَ اَیْ فَاَنْ اَفُوْزَ۔ (توضیحات ص:۱۶، ۱۵)

☆...... اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اور اضافت لفظی میں یہ شرط ہے کہ صفت میں زمانہ حال یا استقبال پایا جائے۔ (فیوض عثمانی، ص:۷)

☆...... اجتماع ساکنین کی دو قسمیں ہیں (۱) جائز (۲) ممتنع۔ پھر جائز کو علی حدہ بھی کہتے ہیں وہ یہ کہ جس کا پہلا ساکن حرف لین ہو خواہ وہ مدہ ہو یا غیر مدہ۔ اور دوسرا ساکن مدغم ہو۔ بعض کے نزدیک دونوں کا ایک کلمہ میں ہونا شرط ہے، جیسے: دابة اور خویصة، بعض کے نزدیک عام ہے چاہے ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں۔ دوسرا جو ممتنع ہے اس کو ساکن علی غیر حدہ کہتے ہیں۔ اور ساکن علی غیر حدہ وہ ہے جو علی حدہ کے غیر ہو، جیسے: الآن، اور الحسن، عندک۔ (فیوض عثمانی، ص:۲۴)

☆...... صرفی حضرات نے وزن فعل کیلئے فا کلمہ، عین کلمہ اور لام کلمہ (فعل) کی اس خاص ترتیب کو کیوں اختیار کیا اور علف یا لفع یا فلع یا عفل وغیرہ کو کیوں اختیار نہ کیا؟ جواب: کیونکہ کوئی فعل (کام) کردن یعنی کرنے کے معنی سے خالی نہیں

ہے اور یہ معنی فعل کا ہے۔ بخلاف دوسری ترتیبوں اور لفظوں کے کیونکہ علف کے معنی تو گھاس وغیرہ کے ہیں، باقی دوسرے الفاظ مہمل ہیں۔ اس لئے فعل کو اختیار کیا۔ (تبیان شرح میزان، ص:۱۱)

☆......اَنْ: یہ اَنَّ کا مخفف ہے (وہ ناصب نہیں ہے) اور یہ اکثر اسم پر داخل ہوتا ہے اور فعل پر داخل ہونے کی صورت میں فعل اور اس اَن کے درمیان فاصلہ ہونا ضروری ہے جیسے: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ میں اَنْ اور یَکُوْنُ کے درمیان سین کا فاصلہ ہے۔

☆......قوله، کَیْ: یہ تاکہ کے معنی میں مستعمل ہے جیسے: اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ اس لئے اس کی کو سببیہ کہا جاتا ہے اور کبھی کَیْ پر لام بھی داخل ہوتا ہے جیسے لِکَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

☆......قوله إذَنْ:۔ یہ جواب مکافات کیلئے مستعمل ہے جیسے: آتِیْکَ الْیَوْمَ کے جواب میں کہا جاتا ہے إذَنْ اُکْرِمَکَ. اور اِذَنْ غیر مستقبل پر داخل نہیں ہوتا فعل سے مؤخر ہونے کی صورت میں اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور اذن اگر وسط کلمہ میں ہوتو اذن کو عامل بنانا اور اس کے عمل کو باطل کرنا دونوں جائز ہیں جیسے: اَنَا اِذَنْ اُکْرِمُکَ.

(توضیحات الوضیحہ)

☆......قوله لَمْ: یہ حرف جزم ہے جو مستقبل پر داخل ہو کر مستقبل کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور حروف شرط کے مانند لم بھی فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اور جزم یہ فعل کی خصوصیات میں سے ہے جس طرح کہ کسرہ اسم کی خصوصیات میں سے ہے۔

(توضیحات، شرح علم الصیغہ)

☆......مختلف فنون کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ "عمرو" کو واؤ، فتحہ عین کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو حضرت عمرؓ کے اسم گرامی کے ساتھ غلط فہمی نہ

ہو، مگر لفظ ''عمرو'' کو حالت نصب میں ''عَمْرًا'' تنوین کے ساتھ بغیر واؤ کے لکھا جائے گا کیونکہ اس وقت عَمْرًا کے الف سے خود تمیز ہو جائے گی کیونکہ حضرت عمرؓ کا اسم گرامی، بوجہ غیر منصرف ہونے کے، اس کے اخیر میں الف نہیں لکھا جاتا ہے۔ اور لفظ ''عمر'' حیات و زندگی کے معنی کیلئے عام طور پر بضم عین مستعمل ہوتا ہے، لیکن جب اس میں لام قسمیہ داخل ہو تو عین مفتوح ہو جاتا ہے، جیسے: هٰذَا الْعَمْرِیْ فِي الْفَعَالِ بدیعٌ ۔

(فرائد منثورہ، ص: ۵۹، ۶۱)

☆...... مشہور قاعدہ ہے ''كُلُّ جَمْعٍ فِيْ حُكْمِ التَّأنِيْث'' اس کی بناء پر عموماً الفاظ جمع مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہر وہ جمع جس کے حروف اس کے واحد سے کم ہوں اس کی تذکیر بھی جائز ہے كما في قوله تعالىٰ: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ. اس میں مَوَاضِعِهٖ کی ضمیر واحد مذکر لفظ ''اَلْكَلِمُ'' کی طرف راجع ہے، حالانکہ وہ جمع ہے كَلِمَةٌ کی۔ اسی طرح اسم تفضیل بھی خواہ مذکر ہو یا مؤنث، جب مِنْ تَفْضِیْلِیَه کے ساتھ مستعمل ہو تذکیر و تانیث اس میں برابر ہو جاتی ہے جیسے: اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ (فرائد منثورہ، ص: ۶۱)

☆...... حال کی چھ قسمیں ہیں: (۱) منتقلہ (۲) مؤکدہ (۳) متداخلہ (۴) مترادفہ (۵) مقدرۃ (۶) دائمہ۔

اول منتقلہ: وہ حال ہے جو ذوالحال سے منتقل ہو جائے اور اس کے ساتھ علی الدوام ثابت نہ رہے، جیسے: جَاءَنِیْ زَیْدٌ رَاكِبًا. کہ رُكُوْب، زید سے منفک و منتقل بھی ہوتا ہے۔

دوم مؤکدہ: وہ حال ہے جو جزو جملہ کی تاکید کرے جیسے: هُوَ الْحَقُّ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ کہ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ اَلْحَقّ کی تاکید کر رہا ہے جو جزو جملہ ہے۔

سوم متداخلہ: وہ حال ہے کہ جو حال اول کے معمول سے حال ہو جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ یَقُوْمُ غُلَامُهٗ مَجْرُوْحًا رَأْسُهٗ ۔ کہ یہاں "مَجْرُوْحًا" حال ہے "غُلَامُهٗ" سے جو معمول ہے حال اول "یَقُوْمُ" کا۔

چہارم مترادفہ: وہ حال ہے کہ جس کا عامل اور حال کا عامل ایک ہو جیسے: رَأَیْتُ زَیْدًا قَائِمًا عَامِلًا ۔ کے یہاں "عَامِلًا" اور حال اول "قَائِمًا" کا عامل ایک ہے۔

پنجم مقدرہ: وہ حال ہے کہ جس کا حصول زمانہ آئندہ میں مقدر ہو اور ذوالحال بوقت اخبار اس حال پر نہ ہو، جیسے: اُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ۔ کہ یہاں جب اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا اس وقت خلود کہاں تھا، بلکہ (وہ تو) دخول کے بعد ہوگا تو بوقت خلود اس کو مقدر کر لیا گیا۔

ششم دائمہ: وہ حال ہے کہ جس پر ذوالحال علی الدوام ہوتا ہے اور کبھی اس سے منفک نہیں ہوتا جیسے کَانَ اللّٰهُ قَادِرًا ۔ (فرائد منثورہ، ص: ۵۶، ۵۷)

قاعدہ:...... تمیز چار چیزوں (عدد، وزن، پیمانہ اور پیمائش) کے ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے عدد کی مثال: رَأَیْتُ اَحَدَعَشَرَ کَوْکَبًا ۔ وزن کی مثال: اِشْتَرَیْتُ کِیْلُوْ سَمْنًا ۔ اور پیمانہ کی مثال: بِعْتُ قَفِیْزَیْنِ بُرًّا ۔ اور پیمائش کی مثال: وَهَبْتُ جَرِیْبَیْنِ اَرْضًا ۔ (یعنی میں دو بیگے زمین بخشی)۔ (آسان نحو اول، ص: ۴۲)

صلات کی وجہ سے معنی کی تبدیلی

ایک ہی لفظ کے معنی اختلاف صلات کی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ بطور نمونہ چند الفاظ ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) قَامَ بِهٖ: (بصلۃ با) بمعنی انتظام کرنا، نگہبانی کرنا۔ قَامَ لَہٗ، (بصلۂ لام) بمعنی عزت و تعظیم کرنا۔ قَامَ اِلَیْہِ (بصلۂ الی) بمعنی ارادہ و قصد کرنا۔ قَامَ عَلَیْہِ، (بصلہ علی) بمعنی مداومت کرنا۔ قَامَ عَنْہُ، (بصلہ عن) بمعنی اعراض کرنا۔ قَامَ فِیْہِ، (بصلۂ فی) بمعنی شروع کرنا۔

(۲) شَغَلَ فِیْہِ: (بصلۂ فی) بمعنی مشغول ہونا، مشغول کرنا۔ شَغَلَ عَنْہُ (بصلۂ عن) معنی غافل کرنا۔

(۳) نَظَرَ لَہٗ: (بصلہ لام) معنی رحم و شفقت کرنا۔ نَظَرَ اِلَیْہِ، (بصلۂ الی) بمعنی دیکھنا۔ نَظَرَ فِیْہِ، (بصلۂ فی) بمعنی غور کرنا۔

(۴) ضَرَبَ فِیْہِ: (بصلۂ فی) بمعنی چلنا۔ ضَرَبَ عَنْہُ، (بصلہ عن) بمعنی اعراض کرنا. ضَرَبَ لَہٗ، (بصلۂ لام) بمعنی مثال بیان کرنا۔

(۵) قَالَ عَنْہُ، (بصلۂ عن) بمعنی روایت کرنا۔ قَالَ اِلَیْہِ، (بصلۂ الیٰ) بمعنی تأمل کرنا۔ قَالَ عَلَیْہِ، (بصلۂ علی) بمعنی بہتان باندھنا۔ قَالَ بِہٖ، (بصلۂ باء) حکم کرنا۔

(۶) دَفَعَ اِلَیْہِ: (بصلۂ اِلٰی) بمعنی دینا۔ دَفَعَ عَنْہُ، (بصلۂ عن) بمعنی حفاظت و مدافعت کرنا۔

(۷) دَعَا اِلَیْہِ، (بصلۂ الی) بمعنی بلانا. دَعَا لَہٗ، (بصلۂ لام) بمعنی دعا کرنا. دَعَا عَلَیْہِ، (بصلۂ علی) بمعنی بددعا کرنا۔

(۸) رَغِبَ فِیْہِ، (بصلۂ فی) بمعنی رغبت کرنا. رَغِبَ اِلَیْہِ، (بصلہ الی) بمعنی رغبت کرنا. رَغِبَ عَنْہُ، (بصلۂ عن) بمعنی اعراض کرنا۔

(۹) سَقَطَ مِنْہُ (بصلہ من) بمعنی نکلنا، باہر آنا، حقیر ہونا. سَقَطَ فِیْہِ، (بصلۂ فی) بمعنی غلطی کرنا، لغزش ہونا۔ سَقَطَ اِلَیْہِ، (بصلۂ الیٰ) بمعنی نازل ہونا

سَقَطَ عَلَيْهِ، (بصلة علی) بمعنی مطلع ہونا۔

(۱۰) سَلِمَ مِنْ عَيْبٍ : بمعنی عیب سے پاک ہونا۔ سَلَّمَ عَلَيْهِ : بمعنی السلام علیکم کہنا۔ سَلَّمَ إِلَى : یعنی سپرد کرنا، سونپنا، حوالہ کرنا۔ سَلَّمَ بِالْأَمْرِ : یعنی تسلیم کرنا، مان لینا اور قبول کرنا۔ (القاموس الفرید ص: ۳۱۱، فرائد منثورہ ص: ۴۴)

اختلافِ حرکات کی وجہ سے اختلاف معنی

ایک ہی لفظ کی مختلف حرکات کی وجہ سے مختلف معانی ہوتے ہیں، چنانچہ

(۱) الغَمرُ (بفتح غین) بمعنی زیادہ پانی، الغُمر (بضم غین) بمعنی ناتجربہ کار، الغِمر (بکسر غین) بمعنی کینہ۔

(۲) القَصَاصُ (بفتح قاف) بمعنی ایک قسم کا درخت۔ القُصَاصُ (بضم قاف) بمعنی بال نکلنے کی جگہ، اَلْقِصَاصُ ، بکسر قاف، بمعنی بدلہ، قصاص۔

(۳) اَلْحَمامُ (بفتح حاء) بمعنی کبوتر، الحُمَامُ (بضم حاء) ایک شخص کا نام، الحِمَامُ (بکسر حاء) بمعنی موت۔

(۴) اَلْخَرقُ (بفتح خاء) بمعنی سوراخ، کشادگی، الخُرْقُ (بضم خاء) بمعنی نادانی، سختی، اَلْخِرقُ (بکسر خاء) بمعنی کامل سخی۔

(۵) اَلشَّرْبُ (بفتح شین) بمعنی پینے والی جماعت، اَلشُّرب (بضم شین) بمعنی پینا، الشِّرْب (بکسر شین) بمعنی پانی کا حصہ۔

(۶) اَلْقَصَّةُ (بفتح قاف) بمعنی چونا، اَلْقُصَّةُ (بضم قاف) بمعنی پیشانی کے بال، اَلْقِصَّةُ (بکسر قاف) بمعنی واقعہ۔

(۷) اَلْعَرْضُ (بفتح عین) بمعنی چوڑائی، اَلْعُرْضُ (بضم عین) بمعنی کنارہ، اَلْعِرْضُ (بکسر عین) بمعنی آبرو۔

(۸) اَلْبَرُّ (بفتح باء) بمعنی خشکی، اَلْبُرُّ (بضم باء) گیہوں، اَلْبِرُّ (بکسر باء) بمعنی نیکوئی، نیکی۔

(۹) اَلْحَرُّ (بفتح حاء) بمعنی گرمی، اَلْحُرُّ (بضم حاء) بمعنی آزاد، اَلْحِرُ (بکسر حاء) بمعنی فرج۔

(۱۰) اَلدَّعْوَةُ (بفتح الدال) بمعنی دعوت دینا، بلانا، پکارنا۔ از باب نصر ینصر، اَلدِّعْوَةُ (بکسر الدال) بمعنی حسب، نسب ثابت کرنا۔ اَلدُّعْوَةُ (بضم الدال) بمعنی میدان جنگ میں بلانا۔ (مسودۂ مقامات از راقم، مصباح اللغات، فرائد منثور، ص: ۴۵)

اشعار مفیدہ در علوم عدیدہ

(برائے نحو، صرف، منطق، فقہ)

هفت معنی نحو وارد جملہ را از من بجو قصد ومقدار وقبیلہ نوع وشرع شبہ وسو

رفع ونصب وجر وجزم ایں ہر چہار از برائے معرب آمد اختیار

ضم وفتح وکسر ووقف اندر شمار از برائے مبنی آمد ہرچہار

ضمہ وفتحہ وکسرہ ہم سکون ایں ہمہ را مشترک داں یاد دار

مبنی آں باشد کہ ماند برقرار معرب آں باشد کہ گردد باربار

افعال عموم نزد ارباب عقول کون ست ووجود ست وثبوت وحصول

مصدر تفعیل آمد پنج تا اندر خیال تفعلۃ تفعال وفعال وفعال آمد فعال

بشنو از من آنچہ آید بروزنش یاد گیر تذکرہ تکرار وکذاب وسلام آمد کتاب

ہر آں ماضی کہ گردد چار حرفی علامت غابرش ضم پیش صرفی

صرفیاں را مغز باید چوں سگاں نحویاں را مغز باید چوں شہاں

صرف را چوں مادر علوم داں　　نحو را نیز باید شمرد پدراں
آمدہ ماضی بمعنی مضارع چند جا　　عطف ماضی بر مضارع درمقام ابتدا
بعد موصول وندا ولفظ حیث وکلما　　در جزاء وشرط عطف ہردو باشد وردعا
صلوٰۃ را معنی آمد درلغت چار　　درود وتسبیح ورحمت استغفار
ولی رامعنی آمد درلغت چار　　حبیب ومالک وصاحب سزاوار
ممیز از عدو برسہ جہت داں　　زسہ تادہ ہمہ مجموع ومجرور
زدہ تاصد ہمہ منصوب ومفرد　　زصد برتر ہمہ مفرد ومجرور
منطق وحکمت زبہر اصطلاح　　گر بخوانی اندکے باشد مباح
دلالت سہ قسم ست بمنطق تمام　　تطابق تضمن دگر التزام
پنج کلی یاد دار اے نیک نام　　نوع جنس وفصل خاصہ عرض عام
جنس وفصل ونوع وخاص وعرض عام　　جملہ را ایساغوجی کردند نام
درتناقض ہشت وحدت شرط داں　　وحدت موضوع ومحمول ومکاں
وحدت شرط واضافت جزوکل　　قوت وفعل ست درآخر زماں
صغریٰ رامحمول سازی کبریٰ راموضوع نیز　　شکل اول باتیقن می شمار ایں اے عزیز
گر بود محمول ہردو شکل ثانی می شود　　گر بود موضوع ہردو شکل ثالث می شود
عکس اول شکل رابع حاصل آید بیگماں　　گفتہ ام ایں چند مصرع از برائے طالباں
علم دیں فقہ ست وقرآن وحدیث　　ہرکہ خواند غیر ازیں گردد خبیث
ابویوسف حنیفہ گشت شیخین　　محمد باحنیفہ گشت طرفین
ابویوسف محمد صاحباں شد　　میان مؤمناں ایشاں عیاں شد
حر صحیح بالبلوغ مذکر　　مقیم وذو عقل لشرط وجوبها
مصر وسلطان ووقت وخطبة　　واذن كذا جمع لشرط ادائها

بقول واحد واحد کرام ست ۔ نکاح چاردہ زن را حرام ست
یکے ام ودیگر خالہ ودختر ۔ دگر خوشدامن وعمہ وخواہر
برادر زادی ودایہ ودادی ۔ درخ دختر ودرخ خواہر ونانی
ربیبہ ولپسرزادی حرام ست ۔ ہرآں مؤمن کند کافر تمام ست
وَضو را در وِضو داشتہ وُضو کن ۔ مصلی در زمین کردہ نماز کن
فرائض الحج کلها لثلاثة ۔ طواف واحرام ووقوف بعرفة
طواف وسعی والوقوف بمشعر ۔ وتحليق رأس واجب رمی جمرة
حسد کے معنی سن لے صاحب خیر ۔ تمنائے زوالِ نعمت غیر
غبطہ کے معنی سن لے صاحب خیر ۔ تمنائے مثالِ نعمت غیر
لاتنه عن خلق وتاتیه مثله ۔ عار علیک اذا فعلت عظیم
سیر وآداب وتفسیر وعقائد ۔ فتن ،اشراط واحکام ومناقب
تنازع قوم فی البخاری ومسلم ۔ لدیّ فقالوااَیّ ذین یقدم
فقلت لقد فاق البخاری صحةً ۔ کما فاق فی حسن الصناعة مسلم
كان البخاری حافظًا ومحدثًا ۔ جمع الصحيح مكمل التحرير
میلاده صدق ومدة عمره ۔ فیها حمید وانقضی فی نور
الترمذی محمد ذو زین ۔ عطر مداه وعمره فی عین
وحق حصر اربع المذاهب ۔ فكل منه محمول الرجال
فانْ اخترث مذهب ابی حنيفه ۔ فلاتحظر من الباقی ببال
والاسلام شرط علروضرب ونية ۔ ومسح وتعميم صعيد مطهر
وسنة سمی وبطن وفرج ۔ ونفض ورتب وآل اقبل وتدبر

(مقدمہ دورہ حدیث، حاشیہ قدوری، تحفۃ الطلبہ، ہمارب الطلبہ، فرائد منثورہ، ص: ۵۱ تا ۵۴)

عام استعمال میں غلطیاں

غلط	صحیح	غلط	صحیح
قرآن مُتَرجَم	قرآن مُتَرْجَم	مَفعولِ مُطْلَق	مَفعول مُطْلَق
سُلُّم الْعُلُوم	سُلَّمُ الْعُلُوم	حُسَّامِی	حُسَامِی
کَلامِ مُوجِب	کَلامِ مُوْجَب	حِمَاسَه،حَمَّاسَه	حَمَاسَه
طُوْل وعَرَض	طُوْل وعَرض	جِهلِ مرکب	جَهْلِ مرکب
طلباء ج: طالب	طلباء ج:طلیب	......	طلبه ج :طالب
المولانا	مولانا	فِعَل(مص)	فِعْل
مُنکِر نکِیر	مُنکَر نکِیر	ضُمّه(پیش)	ضَمّه
جَمْهُوْر	جُمْهُوْر	قرأت الصلوٰة	صَلَّیْتُ
جَمادِیَ الاُوْلی	جُمَادَی الْاُولیٰ	عَمَامَهْ(عربی)	عِمَامَه
مِیزَان مُنْشَعَب	مِیْزَان وَمُنْشَعِب	نَحُوْمِیر	نَحْومِیر
شبِ قدر کی رات	شب قدر	هِدَایَةالنَّحُوْ	هِدَایَةُ النَّحو
لُغاتِ کِشُوَرِی	لُغَاتِ کِشُوَرِی	اِسْتِخْصَال	اِسْتِیْصَال
عِجِزْ	عَجز	بحر الرائق	البحر الرائق
تکبیر تحریمه	تکبیر تحریم	تصوُّر	تصوُّر
تِعْدَاد	تَعْدَاد	مَعْرَفَة	مَعْرِفَه
نِسَائِي شریف	نَسَائِي شریف	مُطْرِدْ،شاذ	مُطَّرِدْ،شاذ

مُبحَث	مَبحَث	مُناظِرَہ	مُناظَرَہ
تین طِلاق	تین طَلاق	صاحِب	صاحَب
ماضی مَطلَق	ماضی مُطلَق	نُوع	نَوع
مُنطِق	مَنطِق	دِلالَت	دَلالَت
جملہ اوّل	جملہ اولیٰ	جملہ ثانی	جملہ ثانیہ
شِیخ	شَیخ	ایمان مُجمّل	ایمان مُجمَل
صفت اوّل	صفت اُولیٰ	صُورَتِ اَوّل	صُورَتِ اُولیٰ
صفت ثانی	صفت ثانیہ	جَمادِی الثانی	جُمادَی الثّانِیَہ
مُبدَل مِنہ	مُبدَل مِنہ	تَہجُّد	تَہَجُّد
عِلمَ	عِلَم	سُوَم	سِوَم/سویم
حَیوان	حَیَوان	نگہت	نکہت
بِنُورِی	بَنُورِی	مُؤنَث	مُؤَنَّث

(تقریر مفتی رشید احمد صاحبؒ بمارب الطلبہ بفرائد منثورہ، ص:۵۸)

اصطلاحاتِ علماء

مخفف	مکمل	مخفف	مکمل	مخفف	مکمل
بَسمَلَة	بسم اللہ الخ	حَمدَلَة	الحمدللہ	ھَیلَلَة	لاالہ الااللہ
سَمعَلَة	السلام علیکم الخ	حَوقَلَة	لاحول ولاقوۃ	حَیعَلَة	حیّ علی الصلوٰۃ
سَبحَلَة	سُبحَانَ اللہ	حَیفَلَة	حی علی فلاح	تَلبِیَة	لبیک، لبیک

ج:	جمع	جج	جمع الجمع	س	سوال
مع:	معرب	ھ،ھج	ھجری	ع:	عیسوی
المص	المصنف	الش	الشارح	ھف	ھذاخلف
کک	کذلک	ح	حینئذٍ	ہ	ھھنا
مم	ممنوع	لانم	لانسلم	یقہ	یقال
الظہ	الظاھر	بطہ	باطل	ن،نــــ	نسخہ
الآیۃ	الیٰ آخر الآیۃ	تعہ،تع	تعالیٰ	رح،رحہ	رحمہ اللہ تعالیٰ
عہؑ	علیہ السلام	رضہؓ	رضی اللہ عنہ	صلعمؐ	صلی اللہ علیہ وسلم
عط	عطف	الخ،اہ	الیٰ آخرہٖ	اھ	انتھیٰ
۱۲	حد	ص	صفحہ	مص	مصدر

(مقدمات علوم درسیہ،ص:۱۲۰،سآرب الطلبہ،ص:۲۴،۲۳،فرائد منثورہ،ص:۵۸،۵۹)

عربی میں مؤنثاتِ سماعیہ

کسی بھی زبان میں مذکر ومؤنث کا جاننا انتہائی اہم ہے اور اس کے بغیر کوئی ماہرِ فن وزبان کا دعویٰ نہیں کرسکتا، خصوصاً مؤنث سماعی کا جاننا اور بھی اہم ہوتا ہے کیونکہ اس کیلئے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہوتا ہے۔ صرف اہلِ لسان کے استعمال پر موقوف ہوتے ہیں یہاں ہم عربی زبان کے چند اہم مؤنث سماعی کو حروف تہجی کے طور پر نقل کررہے ہیں، امید ہے اس سے کافی تک مؤنثاتِ سماعیہ کا جاننا آسان ہوجائے گا۔ اور حروف تہجی، الف، باء، تاء، جیم وغیرہ اور حروف جارہ میں سے مِنْ، عَنْ، فِی وغیرہ میں مذکرو مؤنث دونوں طرح جواز لکھا ہے۔ (مہرمنیر،ص:۵۳)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
أَرْضٌ	زمین	أَمَامٌ	آگے	أَرْنَبٌ	خرگوش
آلٌ	اہل وعیال	إِنْسٌ	انسان	إِصْبَعٌ	انگلی
إِسْتٌ	سرین	أَمَانٌ	امن	إِبْهَامٌ	انگلی
إِبِطٌ	بغل	أَفْعَى	سانپ	أُفُقٌ	کنارۂ آسمان
أُذُنٌ	کان	إِبِلٌ	اونٹ	أَوَانٌ	وقت
أَرْوَى	سیراب کرنا	أَوَى	پناہ لینا	أَرِيبٌ	دانا
أَثَرٌ	نشان/نقش	أَرْبِعَاءُ	صحن	أَتَانٌ	گدھی
بِئْرٌ	کنواں	بِنْصِرٌ	چھنگلی کیساتھ والی انگلی	إِزَارٌ	لنگی
بَعِيرٌ	اونٹ	بَاذِلٌ	دہندہ	بَغْلٌ	خچر
بَيْتٌ	مذکر/مونث	بَقَرٌ	گائے	بِسَاطٌ	بچھونا
بَخِيلٌ	کنجوس	بَلَدٌ	شہر	بَاعٌ	ایک ہاتھ
تِبْرٌ	خالص سونا	تَمْرٌ	کھجور	تَدَاوِى	دوا کرنا
ثَرَى	نمناک مٹی	ثَمَانٌ	آٹھ	ثَدْيٌ	پستان
ثُعْبَانٌ	سانپ	ثُرَيَّا	ستارہ	ثَائِبٌ	تیز ہوا
ثَعْلَبٌ	لومڑی	جَنُوبٌ	دکھنی ہوا	جَرَادٌ	ٹڈی
جَهَنَّمُ	دوزخ	جَحِيمٌ	جہنم	حُرُوبٌ	لڑائیاں
جَفْنٌ	پلک	حَانُوتٌ	دوکان	حَرْبٌ	لڑائی
حَالٌ	کیفیت	حَرُوْرٌ	دھوپ کی گرمی	حَدِيدٌ	لوہا

خَضَاجِرٌ	کفتار (بجو)	خَمْرٌ	شراب	خَيْلٌ	گھوڑے
خِنْصِرٌ	چھنگلی	خَدَّان	رخسار	دَبُوْرٌ	پچھوائی ہوا
دَارٌ	گھر	دَلْوٌ	بالٹی/ڈول	دُبُرٌ	حلقہ سرین
دِرْعٌ	زرہ	ذَهَبٌ	سونا	ذِرَاعٌ (کلائی)	کہنی تا ہتھیلی
ذَكَاءٌ	ہوشیار/ذہانت	ذِرْعٌ	مذکر/مؤنث	ذُنُوْبٌ	گناہ
رِيْحٌ	ہوا	رِجْلٌ	پیر	رَحِمٌ	بچہ دانی
رَحًى	چکی	روح	جان	زُقَاقٌ	گلی
سُوْقٌ	بازار	سِلْمٌ	صلح	سَمُوْمٌ	گرم ہوا
سَبِيْلٌ	راستہ	سُلَّمٌ	سیڑھی	سَرَاوِيْلُ	پاجامہ
سَقَرٌ	دوزخ	سَعِيْرٌ	جہنم	سَرْطَانٌ	کیکڑا
سِكِّيْنٌ	مذکر/مؤنث	سِنٌّ	دانت	سَاقٌ	پنڈلی
شَمْسٌ	سورج	شِمَالٌ	بادشمالی	سَمَاءٌ	آسمان
صَلَاحٌ	درستی/نیک بختی	صَدْرٌ	سینہ	صِرَاطٌ	راستہ
صُعُوْدٌ	چڑھنا	صُوْفٌ	اون	صَبَا	پروائی ہوا
ضُحًى	چاشت	ضَبُعٌ	بجو	ج ضبوان	مقابل دیور
طَرِيْقٌ	راستہ	طُغْيَانٌ	سرکشی	صَاعٌ	ایک پیمانہ
ظَهْرٌ	پیٹھ	ظُهُوْرٌ	ظاہر ہونا	ضَرَبٌ	سفید گاڑھا شہد
عَيْنٌ	آنکھ	عُرْيٌ	برہنہ	عَجُزٌ	سرین
عَقِبٌ	ایڑی	عَطَشٌ	پیاسا	عَضُدٌ	بازو

عَشَاء	طعام اللیل	عُرُوض	میزان الشعر	عُرْس	دلہن
عَقْرَب	بچھو	عَصَا	لاٹھی	عُنُق	گردن
عِقَاب	عذاب	عَنْکَبُوت	مکڑی	عُرُوض	اوزان شعر
غَنَم	بکری	غُوْل	بھوت	غَنا	بے نیازی
فَأس	کلہاڑی	فَخِذ	ران	فَہْد	چیتا
فَختۃ	چاند	فِرْدَوْس	فردوس	فُلْک	کشتی
فَرَس	گھوڑا	فَارِس	گھڑسوار	فجر	صبح، سحر
قَوْس	کمان	قدرت	طاقت	قَفا	گدی
قُدُوْم	کلہاڑی	قضاء	تقدیر	قِدْر	ہانڈی
قَوْل	گفتار	قَدَم	پیر	قَلْب	دل
قَبْل	آگے، پہلے	قَبُوْل	بادِصبا	قمیص	کرتا
کَأس	پیالہ	کَبِد	جگر	کَتِف	کندھا
کَعْب	پنڈلی	کَہْل	ادھیڑ عمر	کَف	ہتھیلی
کُرَاع	پائے جانور	کَرِش	اوجھڑی/آنت	کَدّ	کوشش
لِسَان	زبان	لَظٰی	شعلہ	لَیْث	شیر
مِسْک	مشک	متاع	سامان	مُوْسٰی	استرہ
مِلْح	نمک	مَنْجَنِیْق	گوپھن	مِحَن	محنت
نَار	آگ	نَجْم	تارے	نَفَس	جان/سانس
نَعْل	جوتا	نَاب	دانت	نَخِیْل	نخلستان

نَخلٌ	کھجور (درخت)	نَحلٌ	شہد کی مکھی	نَسِیمٌ	نرم ہوا
وَرِکٌ	سرین	وحش	جنگلی جانور	وَرَاءٌ	آگے، پیچھے
هیف	نام ہوا	ھبوط	ڈھلوان/اتار	ھزل	مذاق/بیہودہ
یَمِینٌ	داہنا	یَسَارٌ	بایاں	یَدٌ	ہاتھ
یَنْبُوعٌ	چشمہ	یُسر	آسانی	یٰس	نام سورت

(مصباح اللغات، بدر منیر، مہر منیر، معلم الانشاء، عربی کا معلم، کافیہ)

هٰذِهِ الْقَصِيدَةُ الَّتِي جَمَعَ فِيهَا الشَّيْخُ ابْنُ حَاجِبٍ الْمُؤَنَّثَاتِ السَّمَاعِيَّةَ

"یہ وہ قصیدہ ہے جس میں علامہ ابن حاجبؒ نے مؤنثات سماعیہ کو جمع فرمایا ہے"

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِسَائِلٍ وَافَانِيْ ۔ بِمَسَائِلٍ فَاحَتْ كَغُصْنِ الْبَانِ

میری جان قربان ہو ایسے مسائل دریافت کرنے ۔ والے کیلئے جو شاخ بان کی طرح مہکتے ہیں

أَسْمَاءُ تَأْنِيثٍ بِغَيْرِ عَلَامَةٍ ۔ هِيَ يَافَتَى فِي عُرْفِهِمْ ضَرْبَانِ

وہ اسماء مؤنث جن میں کوئی علامت تانیث ۔ نہ ہو وہ عربوں کے عرف میں دو قسم کے ہیں

قَدْ كَانَ مِنْهَا مَا تُؤَنَّثُ ثُمَّ مَا ۔ هُوَ فِيهِ خُيِّرَ لِاخْتِلَافِ مَعَانِ

ایک وہ جو مؤنث پڑھے جاتے ہیں دوسری وہ ہے جس ۔ میں اختیار دیا گیا ہے معنی مختلف ہونے کے سبب

أَمَّا الَّتِي لَا بُدَّ مِنْ تَأْنِيثِهَا ۔ فَسِتُّونَ مِنْهَا الْعَيْنُ وَالْأُذُنَانِ

بہر حال وہ جن کو مؤنث پڑھنا ضروری ہے ۔ تو وہ ساٹھ ہیں جن میں آنکھ اور دو کان ہیں

وَالنَّفْسُ ثُمَّ الدَّارُ ثُمَّ الدَّلْوُ مِنْ ۔ أَعْدَادِهَا وَالسِّنُّ وَالْكَفَّانِ

اور جان پھر مکان پھر ڈول ان ساٹھ ۔ میں سے اور دانت اور دونوں ہتھیلیاں ہیں

وَجَهَنَّمُ ثُمَّ السَّعِيرُ وَعَقْرَبٌ ۔۔۔ وَالْأَرْضُ ثُمَّ الْإِسْتُ وَالْعَضُدَانِ
اور جہنم پھر دوزخ پھر بچھو اور زمین ۔۔۔ پھر سرین اور دونوں بازو ہیں
ثُمَّ الْجَحِيمُ وَنَارُهَا ثُمَّ الْعَصَا ۔۔۔ وَالرِّيحُ مِنْهَا وَاللَّظٰى وَيَدَانِ
پھر دوزخ اور اس کی آگ پھر لاٹھی ۔۔۔ اور ہوا ان ہی سے شعلہ اور دونوں ہاتھ
وَالْغَوْلُ وَالْفِرْدَوْسُ وَالْفُلْكُ الَّتِيْ ۔۔۔ فِي الْبَحْرِ تَجْرِيْ وَهِيَ فِي الْقُرْآنِ
اور بھوت اور فردوس اور کشتی جو دریا میں ۔۔۔ چلتی ہے اور وہ قرآن میں ہے
عُرُوْضُ شِعْرٍ وَالذِّرَاعُ وَثَعْلَبٌ ۔۔۔ وَالْمِلْحُ ثُمَّ الْفَأْسُ وَالْوَرِكَانِ
اور شعر کے اوزان اور کلائی اور لومڑی ۔۔۔ اور نمک پھر کلہاڑی اور دونوں سرین ہیں
وَالْقَوْسُ ثُمَّ الْمَنْجَنِيْقُ وَأَرْنَبٌ ۔۔۔ وَالْخَمْرُ ثُمَّ الْبِئْرُ وَالْخَدَّانِ
اور کمان پھر گوپھن اور خرگوش اور شراب ۔۔۔ پھر کنواں اور دونوں رخسار ہیں
وَكَذَاكَ فِيْ ذَهَبٍ وَتِبْرٍ حُكْمُهُمَا ۔۔۔ أَبَدًا وَفِيْ ضَرْبٍ لِكُلِّ مَكَانِ
اور ایسا ہی حکم ہے سونے اور چاندی میں ۔۔۔ ہمیشہ اور ہر قسم کے مکان میں
وَالْعَيْنُ وَالْيَنْبُوْعُ وَالدِّرْعُ الَّتِيْ ۔۔۔ هِيَ مِنْ حَدِيْدٍ قَطُّ وَالْقَدَمَانِ
اور چشمہ اور سر چشمہ اور زرہ ۔۔۔ جو لوہے سے ہو اور دونوں قدم ہیں
وَكَذَاكَ فِيْ كَبِدٍ وَكَرْشٍ ثُمَّ فِيْ ۔۔۔ أَفْعٰى وَمِنْهَا الشَّمْسُ وَالْعَقِبَانِ
اور ایسے ہی حکم ہے جگر اور آنت میں پھر سانپ میں ۔۔۔ اور ان ہی میں سے سورج اور دونوں ایڑیاں ہیں
وَكَذَاكَ فِيْ فَرَسٍ وَكَأْسٍ ثُمَّ فِيْ ۔۔۔ سَقَرٍ وَمِنْهَا الْحَرْبُ وَالثَّدْيَانِ
اور ایسے ہی گھوڑے اور پیالے میں اور پھر دوزخ میں ۔۔۔ اور انہیں سے جنگ اور دونوں چھاتیاں ہیں
وَالْعَنْكَبُوْتُ تُؤَنَّثُ الْمُوْسٰى مَعًا ۔۔۔ ثُمَّ الْيَمِيْنُ وَإِصْبَعُ الْإِنْسَانِ
اور مکڑی اور استرہ بھی مؤنث ہوتا ہے ۔۔۔ پھر دایاں ہاتھ اور انسان کی انگلی ہے
وَالرِّجْلُ مِنْهَا وَالسَّرَاوِيْلُ الَّتِيْ ۔۔۔ فِي الرِّجْلِ كَانَتْ زِيْنَةَ الْعُرْيَانِ

اور پاؤں بھی ان میں سے ہے اور پاجامہ	جو پاؤں میں برہنہ کی زینت ہوتا ہے
وَكَذَا الشِّمَالُ مِنَ الْإِنَاثِ وَمِثْلُهَا	ضَبُعٌ وَمِنْهَا الْكَتِفُ وَالسَّاقَانِ
اور ایسا ہی بائیں جانب بھی مؤنثات میں سے ہے اور	اسکے مانند بجو اور انہی میں سے کندھا اور دونوں پنڈلیاں ہیں
أَمَّا الَّتِي قَدْ كُنْتَ فِيهِ مُخَيَّرًا	هُوَ كَانَ سَبْعَةَ عَشَرَ فِي التِّبْيَانِ
بہرحال وہ مؤنثات سماعیہ جن میں تجھ کو	اختیار دیا گیا وہ سترہ ہیں بیان میں
اَلسُّلَّمُ ثُمَّ الْقِدْرُ ثُمَّ الْمِسْكُ فِي	لُغَةٍ وَمِنْهَا الْحَالُ كُلَّ أَوَانٍ
سیڑھی پھر ہانڈی پھر مشک ہے ایک لغت	میں اور ان ہی میں سے حال ہے ہر وقت
وَالْبَيْتُ مِنْهَا وَالطَّرِيقُ وَكَالثَّرَى	وَيُقَالُ فِي عُنُقٍ كَذَا وَلِسَانٍ
اور مکان بھی ان میں سے ہے اور راستہ اور مٹی کے مانند	ہے اور گردن وزبان میں بھی یوں ہی کہا جاتا ہے
وَكَذَا السَّمَاءُ وَالسَّبِيلُ مَعَ الضُّحَى	ثُمَّ الصَّلَاحُ مُقَابِلُ الطُّغْيَانِ
اور ایسے ہی آسمان اور راستہ وقت چاشت کیساتھ	پھر درستی جو سرکشی کے مد مقابل ہے
وَالْحُكْمُ هٰذَا فِي الْقَفَاءِ أَبَدًا وَفِي	رِحْمٍ وَفِي السِّكِّينِ وَالسُّرْطَانِ
اور حکم یہی ہے کہ گدی میں ہمیشہ اور	بچہ دان میں اور چھری اور کیکڑے میں
وَقَصِيدَتِي تَبْقَى وَهَا أَنَا أَكْتَسِي	ثَوْبَ الْفَنَاءِ وَكُلُّ شَيْءٍ فَانٍ
اور میرا یہ قصیدہ باقی رہے گا اور آگاہ ہو کہ میں	فنا کا جامہ پہن لونگا اور ہر چیز فانی ہے

تم بحث الاسم

بحمدالله تعالٰی

وعونه والله هو الموفق

العبدنور حسين قاسمی

خادم جامعه عربيه الهيه

بحث فعل

"الصرف فی العلوم كالبدرِ فی النُّجوم"

"الصرف فی الكلامِ كالنُّورِ فی الظلام"

"الصرف للطلبان كالرَّأسِ للجُثمَانِ"

"الصرف ام العلوم والنحوُ ابُوْهَا"

"الصرف للمرام كالعين لِلانَام"

تالیف لطیف

مولانا محمد نور حسین قاسمی

استاذ الحدیث جامعہ عربیہ الہیہ

یہ مسائل نحو وصرف کے متعلق ایک مختصر وجامع کتاب ہے۔ جو علم النحو و علم الصرف اور متعلقات نحو وصرف کی تقریباً ۱۱۲، مختلف کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد ترتیب دی گئی ہے راقم الحروف اس کے حسن وقبح پر تبصرہ خود نہیں کرتا، کتاب کے مطالعہ سے خود قاری کو اندازہ ہو جائے گا۔ خلاصۃً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک مختصر کتاب کے اندر تقریباً ۱۱۲، کتابوں کا خلاصہ ایک قاری وطلبہ عزیز کو مختصر وقت میں مل سکے گا، جو علوم دینیہ وصرف ونحو کے متعلق ایک جامع واہم راہنما ثابت ہوگا۔

شعبہ نشر واشاعت المکتبۃ القاسمیہ، قاسمی منزل، ضیاء کالونی، کورنگی، کراچی

فون: 0333-2101352

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

صرف راچوں مادر علوم داں
نحو را نیز باید شمرد پدر آں

تدوین علم صرف کا نقش اولین

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ. (اعراف: ۵۸)

"یعنی اسی طرح ہم (ہمیشہ) دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں۔"

الحمدلله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

علماء کرام کی تحقیق اور دلائل و براہین سے یہ بات ثابت ہے کہ علم صرف کے مدون اول امام الائمہ، سراج الامہ، حضرت امام ابوحنیفہؒ بن ثابت کوفی التابعی، مولود ۸۰ یا ۷۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ ہی ہیں جیسا کہ علم فقہ کے مدون اول امام اعظمؒ ہیں، نہ کہ امام مازنی یا اور کوئی۔

حضرت امام صاحبؒ نے سب سے پہلے مرکز العلوم الاسلامیہ (کوفہ و بغداد) میں ایک مستقل کتاب "المقصود" کے نام سے تالیف فرمایا، یہ کتاب مصر کے مشہور مطبعہ ومکتبہ، مصطفیٰ البابی الحلبی سے ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب نہایت جامع ،موجز (مختصر) مگر نہایت واضح اور منضبط متن متین کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب کے ساتھ تین شرحیں بھی ایک ہی ساتھ چھپی ہوئی ہیں، جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) المطلوب (۲) امعان الانظار (۳) روح الشروح، ہیں۔ اول الذکر "المطلوب" کے مؤلف کا نام کتاب میں مذکور نہیں، معجمات کے مصنفین نے بھی شارح کے نام پر لاعلمی ظاہر کئے ہیں، لیکن شارحؒ نے خود اس کتاب کے دیباچہ میں جو کوائف

ذکر کیا ہے وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ شرح ۹۵۳ھ سے بہت پہلے لکھی گئی کتاب ہے، بلکہ عبارت کے سیاق وسباق سے یہ بھی لطیف اشارہ ملتا ہے کہ اس شرح کے مؤلف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کوئی شاگرد یا ان کے متعلقین میں سے کوئی ایک ہیں۔

مگر یہاں کراچی میں قدیمی کتب خانہ آرام باغ نے "المطلوب شرح المقصود فی التصریف" کے نام سے ایک کتاب چھپوائی ہے، اس میں تالیف "امام اعظم ابوحنیفہ النعمان بن ثابت الکوفی ۸۰ھ۔۱۵۰ھ واضح طور پر سرورق میں موجود ہے، لہذا گمان غالب یہی ہے کہ حضرت امام صاحبؒ ہی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔

اصل کتاب "المقصود" کی شرح "المطلوب" کی حاشیہ پر دو شرحیں بھی ساتھ ہیں، جس کا ذکر اوپر اجمالاً آیا ہے۔ یعنی (۱) امعان الانظار، لزین الدین محمد بن پیر علی محی الدین (المعروف بپیر کلی) ۔(۲) روح الشروح، للاستاذ عیسیٰ السیرویؒ انہوں نے یہ شرحیں ۹۵۲ھ میں مکمل کی، جیسا کہ انہوں نے شرح کے آخر میں خود ہی تحریر فرمایا ہے، ساتھ ہی یقین وجزم کے ساتھ یہ بات بھی کہی ہے کہ "المقصود" کے مصنف حضرت امام اعظمؒ ہیں۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ کتاب "المقصود" اور مذکورہ تینوں شروحات فضیلۃ الشیخ احمد سعد علی استاذ جامعہ ازہر مصر کی تصحیح کے بعد شائع ہوئی ہیں۔

مزید تصدیق وتائید کیلئے عرض ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کی اس تصنیف کا ذکر "معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ" مؤلفہ الیاس الیان سرکیس بمصر" نے تین مواقع میں کیا ہے۔ انہوں نے بقید صفحات حوالہ دیا جو یہ ہیں: ص:۳۰۴ ج ۲۔ ص:۹۱۰ ج ۳۔ ص:۱۴۰۲ ج ۸۔ ان تینوں جگہوں میں اس کتاب کو حضرت امام اعظمؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ البتہ ایک جگہ، "کشف الظنون" مؤلفہ الشیخ مصطفیٰ بن عبداللہ، الشہیر "بحاجی خلیفہ" نے ص:۳۰۴ ج ۲، میں "المقصود" کے مؤلف کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ بعضوں نے حضرت امام اعظمؒ کو اس کتاب کا مصنف کہا۔ اور بعضوں نے کسی اور کو مصنف کہا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ (معجم المطبوعات

العربيه المعرّبه) کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ "المقصود" اپنی شرح "المطلوب" کے ساتھ ۱۲۹۳ھ و۱۳۱۰ھ اور ۱۳۲۲ھ میں بھی مختلف مطابع سے حضرت امام اعظمؒ کے نام سے شائع ہو چکی ہے، بہر حال ان تمام قرائن وعوامل اور سیاق وسباق اور بعض جگہ صراحت کے ساتھ امام صاحبؒ کے ساتھ منسوب ہونے کی نسبت سے امام اعظمؒ ہی اس کتاب "المقصود فی التصریف" کے مصنف ہونا مسلم ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ علم فقہ کی طرح، علم صرف کے مدون اول بھی حضرت امام اعظمؒ ہیں، نیز یہ کتاب "المقصود" خود اس بات کا شاہد ہے کہ امام اعظم ہی فن صرف کے مدون اول ہیں۔

البتہ آخر میں ایک بات ذہن میں مرکوز ہے کہ قول مشہور یہ ہے کہ فن صرف کے مدوّن اول جو "صاحب کشف الظنون" الشیخ مصطفی بن عبدالله کاتب چلبی، الشهیر بحاجی خلیفه" اور صاحب مفتاح السعادة ومصباح السیادة" والشیخ احمد بن مصطفی المعروف بطاش کُبری زاده رومی، المتوفی ۹۶۲ھ و ۱۵۶۰ء نے اپنی اپنی دونوں کتابوں کے اندر مثلاً اوّل الذکر نے ص: ۲۸۸ ج ۲ مطبعة العالم، ۱۳۱۰ھ اور ثانی الذکر نے ص: ۱۲۰ ج ۱ مطبعہ نظامیہ دکن میں ذکر کیا ہے۔ کہ علم صرف کے مدون اول ابوعثمان بکر بن حبیب مازنی المتوفی ۲۴۹-۲۴۸ھ ہیں اور امام اعظمؒ کی تدوین سے قبل علم صرف فن کی حیثیت سے مستقل مدوّن نہیں تھا، بلکہ فن نحو ہی کے ساتھ مسائل علم صرف کے مسائل بھی بیان یا ذکر کر دیے جاتے تھے۔

☆......ملاحظہ:۔ابوعثمان کا مختصر تعارف: ابوعثمان مازنی علوم عربیہ ومناظرہ کے مشہور ائمہ میں سے تھے، مشہور امام نحو تلمیذ امام سیبویہؒ، امام اخفشؒ کے شاگرد رشید ہیں، مگر علوم میں اس قدر پختگی اور استحضار کا یہ عالم تھا کہ اپنے استاد کو مات کر دیتے تھے، ابوعثمان کے متعلق امام نحو امام مبردؒ نے کہا کہ نحو کے استاد الائمہ والکل صاحب "کتاب سیبویہ" امام سیبویہ کے بعد امام ابوعثمان سے زیادہ ماہر علوم نحو وصرف میں کوئی اس سے بڑا عالم نہیں ہے، ان کے مندرجہ تصانیف بہت مشہور ہیں: (۱) التصرف (۲) علم النحو (۳) تفاسیر کتاب

سیبویہ (۴) الدیباج فی کتاب سیبویہ (۵) ما یلحن فیہ العامہ (۶) الالف واللام (۷) العرض (۸) القوافی، اس کے علاوہ علم نحو کی طرح علم صرف بھی ایک اہم فالاہم علم کا نام ہے جس کے بغیر صیغ وعلل کی پہچان اور قرآن وحدیث کی فہم حددرجہ مشکل، بلکہ ناممکن ہے، ہمارے دینی مدارس میں علم صرف کی بہت سی کتابیں داخل نصاب تھیں، اوراب بھی ہیں، مثلاً: (۱) صرف میر، از علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانیؒ متوفی ۸۱۶ھ (۲) میزان الصرف، از شیخ محمد بن مصطفیٰ بن حاجی حسنؒ یا سراج الدین عثمان اودہیؒ متوفی ۹۱۱ھ (۳) منشعب: از علامہ ملاحمزہ بدایونیؒ (۴) مراح الارواح، از علامہ شیخ احمد بن علی بن محمود (۵) علم الصیغہ، از علامہ عنایت احمد کاکوریؒ شہید غرق آب (۶) فصول اکبری اوراصول اکبری از شیخ علی اکبر، الہ آبادیؒ (۷) دستور المبتدی از شیخ صفی الدین بن نصیر الدینؒ (۸) پنج گنج، از علامہ شیخ بن مصطفیٰ متوفی ۹۱۱ھ (۹) زبدہ، از علامہ شیخ صاحبؒ۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی علم صرف کی متداول تھیں، جو دیار مشرق میں نظر نہیں آتی، جن میں (۱) الحمانیہ، عرف زرادی، از مولانا فخر الدینؒ زرادی (۲) نوادر الاصول، شرح فصول اکبری، از مولانا مفتی سعد اللہ مرادآبادی (۳) شذا الصرف از شیخ احمد حملاویؒ متوفی ۱۳۵۱ھ (۴) عنقود الزاجر فی نظم الجواھر، از شیخ علاءالدین (۵) شافیہ، از علامہ ابن حاجبؒ (۶) لامیۃ الافعال، از علامہ ابن مالک نحویؒ (۶) نزھۃ الطرف فی علم الصرف، از شیخ ابوعثمان بکر بن محمدؒ (۷) ارتشاف الضرب فی لسان العرب، از علامہ ابوحیان اندلسیؒ وغیرہ کئی کتابیں علم صرف میں زمانہ قدیم میں داخل نصاب تھیں۔

بشکریہ حضرت:

مولانا محمد نور الحسن صاحب

سابق استاذ الحدیث جامعہ محمودیہ

کراتشی

مقدمہ علم صرف

مقدمہ:……اس میں وہ باتیں لکھی جاتی ہیں جن پر مسائل کتاب کا سمجھنا موقوف ہو، جیسے اس علم کی تعریف، اس علم کا موضوع اور اس علم کی غرض وغایت وغیرہ۔

علم صرف لغوی تعریف:…… علم لفظ "صرف" لغت میں پھیرنے، ہٹانے، دفع کرنے اور واپس کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے ﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قلوب کو (دین حق سے) پھیر دیا ہے۔ اور صرف کا دوسرا نام "التصریف" ہے۔

علم الصرف کی اصطلاحی تعریف:

هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنِ الْأَعْرَاضِ الذَّاتِيَّةِ لِمُفْرَدَاتِ كَلَامِ الْعَرَبِ مِنْ حَيْثُ صُوَرِهَا وَهَيْئَاتِهَا كَالْإِعْلَالِ وَالْإِدْغَامِ.

"یعنی علم صرف وہ علم ہے کہ جس میں عربی کلمات مفردہ کے عوارض ذاتیہ سے بحیثیت صورت وہیئت بحث کی جاتی ہو، جیسے: اعلال وادغام وغیرہ۔"

علم صرف کی دوسری تعریف: صرف وہ علم ہے جس میں کلمات مفردہ موضوعہ عربیہ کی مختلف صورتوں وبناوٹوں سے بحث ہو یعنی کلمہ کے اول بدل کے قواعد معلوم ہوں۔

اور توضیحات میں تصریف کے لغوی معنی یوں بیان کیے گئے ہیں کہ کسی چیز کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا۔ اور صرفی اصطلاح میں تصریف کے معنی یہ ہیں کہ کسی مادے کے ایک لفظ کو مختلف صیغوں کی طرف لے جانا تا کہ مختلف معنی پیدا ہو جاویں۔ یا علم صرف وہ علم ہے جس میں لفظوں کا جوڑ توڑ اور ان کے بولنے برتنے کے قاعدے بیان کیے جائیں۔ (توضیحات ص:۶ قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون ص:۱۱۶ و فیروز اللغات)

علم صرف کا موضوع:۔ علم صرف کا موضوع کلمات ثلاثہ (یعنی اسم، فعل اور حرف) ہیں۔

علم صرف کی غرض وغایت:۔ الفاظ وکلمات کے صحیح تلفظ کو معلوم کرنا اور کلموں کی بناوٹ اور تغیر وتبدل کے قواعد کو پہچاننا۔ یا صرف خطائے لفظی سے بچنا ہی علم صرف کی غرض وغایت ہے۔ (قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون:۱۱۶)

لفظ "صیغۃ" کا لغوی واصطلاحی معنی:...... صیغۃ کا لغوی معنی ہے، سونے کو پگھلا کر قالب میں ڈھالنا۔ اور اصطلاح صرف میں صیغہ اس شکل کو کہتے ہیں جو چند حروف کو حرکات وسکنات ترتیب دینے کے بعد حاصل ہو جیسے ض، ر، ب۔ اور یہ ترتیب دینے کے بعد ضَرَبَ ہوا۔ (کنز النوادر ص:۶)

لفظ "صیغہ" کی دوسری تحقیق:۔ لغت میں سونے چاندی کے اس چھوٹے ظرف کو کہتے ہیں جس میں سونا چاندی ڈال کر پگھلاتے ہیں۔ اور اصطلاح صرف میں صیغہ کہتے ہیں اس عبارت کو جس سے کوئی ہیئت یا صورت حاصل ہو، کلمہ کو بترتیب حروف، حرکات وسکنات کے ساتھ یعنی اس کلمہ میں اگر سکنات ہوں، تب "ضرب" کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے اصل میں سکنات ہی نہیں ہے۔

(تبیان شرح میزان، ص:۱۳۰)

لفظ "صیغہ" کی تیسری تحقیق:۔ صیغہ، بمعنی قسم، اصل۔ کہا جاتا ہے، هُوَ مِنْ صِيْغَةٍ كَرِيْمَةٍ۔ یعنی وہ اصل کریم سے ہے اور اس کی جمع صِيَغٌ آتی ہے۔ صَاغَ الْكَلِمَةَ وزن مخصوص پر دوسرا کوئی کلمہ بنانا۔ کہا جاتا ہے صَاغَ الْكَلَامَ یعنی گھڑ لیا کلام۔

(المصباح، ص:۴۸۵)

لفظ "لغت" کے لغوی واصطلاحی معنی:۔ بولی اور گفتگو کے ہیں۔ اصطلاح میں لغت

کہتے ہیں: مَایُعَبِّرُ بِهٖ کُلُّ قَوْمٍ عَنْ اَغْرَاضِھِمْ۔" یعنی جس کے ذریعہ ہر قوم اپنی اغراض تعبیر کرے"۔

لفظ"اصطلاح" کا لغوی واصطلاحی معنی: لغوی معنی ہے صلح کرنا، اور اصطلاحی معنی یہ ہے "اِتِّفَاقُ قَوْمٍ مَخْصُوْصٍ عَلٰی اَمْرٍ مَخْصُوْصٍ" ۔یعنی کسی مخصوص قوم کا کسی مخصوص معاملے (کام) پر اتفاق کرنا۔(کنز النوادر، ص:۶)

لفظ"فعل" کی بحث

☆......فِعل (بکسر الفاء) یہ باعتبار لغت اسم مصدر ہے بمعنی کردار۔اور فعل (بفتح الفاء) یہ مصدر ہے بمعنی کردن (کرنا) اور بعض لوگ بکسر الفاء (فعل) کو بھی مصدر کہتے ہیں۔(فیوض عثمانی، شرح فصول اکبری، ص:۱۰)

☆......فعل کی دو قسمیں ہیں:(۱) فعل لغوی (۲) فعل اصطلاحی۔اور فعل اصطلاحی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔(ا) نسبت الی الفاعل (ب) معنی حدثی (ج) اقتـــران بالزمان، لیکن فعل لغوی صرف اسم ہی ہوتا ہے۔(المصباح المنیر، ص: ۱۱)

☆......سوال: فعل کی تعریف "بایکی از ازمنۂ ثلاثہ" کی تعریف سے فعل مضارع خارج ہوگیا، کیونکہ اس کا معنی ایک زمانہ سے نہیں، بلکہ دو زمانوں سے مقترن ہے؟

☆......اس کے جواب میں (۱) اکثر علماء کے نزدیک فعل مضارع "معنی (زمانہ واحد" کیلئے موضوع ہے، دوسرے زمانہ میں اس کا استعمال مجازاً ہے، (۲) فعل مضارع زمانہ حال واستقبال میں مشترک ہے اور دونوں کیلئے موضوع ہونے سے مراد یہ ہے کہ بحالت واحد، زمانہ واحد کیلئے موضوع ہوتا ہے، نہ کہ ہر معنی کیلئے معاً (موضوع ہوتا ہے)۔ (۳) فعل مضارع کا وضع برائے اثنین، وضع برائے واحد کے منافی نہیں

ہے کیونکہ دو میں ایک بھی تو ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے تحفۂ سعیدیہ شرح علم الصیغہ، ص:۱۲)

☆ ...... سوال: فعل کی تعریف پر اعتراض ہوتا ہے کہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ وہ ازمنۂ ثلاثہ میں سے کسی ایک پر دلالت کرتے ہیں جیسے لفظ "اَلْـمَـاضِي"، وَ"اَمْسِ" اور لفظ "اَلْحَالُ" و "اَلْآنَ" اور لفظ "اَلْمُسْتَقْبَلُ"، وَ"غَدًا"۔ لہٰذا ان پر فعل کی تعریف صادق آئی نہ کہ اسم کی؟

الجواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کی دلالت بعض معنی پر بالارادہ ہوتی ہے اور بعض معنی پر بـالهيـئـة اور معترض نے جو اسماء پیش کیے ہیں ان میں زمانہ پر دلالت بالمادہ ہے۔ بـالهيئة نہیں، یعنی صوری، لہٰذا الآن، الـمـاضي وغیرہ فعل نہیں ہو سکتے کیونکہ فعل میں دلالت بـالـمـادة والهيئة ضروری ہے، جو ان میں نہیں ہے۔ (علم الصیغہ مترجم، ص:۲۳)

سوال:۔ آنکہ دلالت کند بر معنی مستقل با یکی از ازمنۂ ثلاثہ: اس عبارت میں سوال یہ ہے کہ فعل کی یہ تعریف تو اپنے افراد کو جامع نہیں، کیونکہ نـعـم، بـئـس اور لیس بھی افعال میں سے ہیں مگر ان میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا؟

جواب:۔ فعل کے معنی کا "اَحَـدُ الْأَزْمَـنَةِ الثَّلَاثَةِ" کے ساتھ اِقْتِـرَانُ بِحَسْبِ الْوَضْعِ مراد ہے بحسب الاستعمال مراد نہیں۔ (تفصیل کیلئے تحفۂ سعیدیہ، ص:۱۲)

☆ ...... سوال:۔ فعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں، کیونکہ اس میں وہ اسماء داخل ہو گئے ہیں جن میں زمانہ معتبر ہے جیسے اسم فاعل ومفعول وغیرہ؟

جواب:۔ یہ تعریف مانع ہے، کیونکہ ان اسماء میں زمانہ از روئے استعمال پایا جاتا ہے، نہ از روئے وضع، پس یہ تعریفِ فعل جامع و مانع ہے۔ (تحفۂ سعیدیہ، ص:۱۲)

☆ ...... فعل تین اور اس کے اعراب بھی تین ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا آخر

عامل لفظی کے بغیر یا تو مفتوح ہوگا یا مرفوع ہوگا یا موقوف۔ پس اگر مفتوح ہے تو فعل ماضی ہے، اگر مرفوع ہے تو فعل مضارع ہے اور اگر موقوف ہے تو امر حاضر معروف ہے۔ لہذا فعل میں چوتھی صورت نہیں۔ (فیوض عثمانی)

فائدہ:...... جب فعل ماضی دعا کے موقع پر آئے یا اس پر حرف شرط یا اسم موصول داخل ہو تو مستقبل کے معنی میں ہو جائے گی۔ (علم النحو، خلاصۃ النحو ص:۲۴، از مولانا ولایت حسین ارکانی صاحب)

کوئی فعل چھ حروف سے تجاوز نہیں کرتا

☆......کوئی فعل حروف اصلیہ وزوائد ملکر چھ سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (لیکن اس میں تائے تانیث، علامت تثنیہ اور جمع وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسے: اِسْتَخْرَجْتُ، یَسْتَخْرِجَانِ، یَسْتَخْرِجُوْنَ وغیرہ کلمات اس قاعدے میں شامل نہیں ہیں) اور اسماء میں سات حروف ہو سکتے ہیں (لیکن جاننا چاہیے کہ سات حروف سے مراد ماسوائے تائے تانیث اور یائے نسبتی اور یائے تصغیر اور علامت تثنیہ وجمع ہیں)، جیسے: مُسْتَخْرِجَاتٌ. مُسْتَخْرِجَانِ جیسے کلمات سے کہ یہ آٹھ یا نو حرف تک پہنچ گئے ہیں تو اس میں کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ (کنز النوادر، ص:۱۴)

فعل کے ۱۴ صیغے اور ان کی علامتیں

☆...... فَعَلَ کی تعریف اور چودہ صیغوں کی علامتیں: جاننا چاہیے کہ فعل بکسر فا باعتبار لغت اسم مصدر ہے بمعنی کردار۔ اور فعل بفتح فا مصدر ہے بمعنی کردن (کرنا) اور بعض صرفیوں نے بکسر فا کو بھی مصدر کہا ہے۔ اور ماضی کے چودہ صیغوں میں فَعَلَ: واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور یہ سب علامتوں سے خالی ہے اور تمام صیغوں میں اصل ہے

اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے فَعَلَ زَیْدٌ۔ اور کبھی اسم ضمیر جیسے زَیْدٌ فَعَلَ۔
فَعَلاَ: اس میں ''الف تثنیہ'' علامت تثنیہ مذکر ہے، اور اس کی ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلُوْا: اس میں واؤ، جمع مذکر کی علامت اور ضمیر فاعل ہے اس کے آخر میں جو الف لکھا جاتا ہے وہ بعض صورتوں میں واؤ جمع اور واؤ عاطفہ کے درمیان فرق کرنے کی علامت ہے (کیونکہ واؤ عاطفہ کے بعد الف نہیں لکھا جاتا)، جیسے: حَضَرُوْا، وَنَصَرُوْا۔
فَعَلَتْ: اس میں ''تاء ساکن'' صرف علامتِ تانیث ہے نہ کہ فاعل ورنہ ضَرَبَتْ هِنْدٌ میں دو فاعلوں کا ہونا لازم آئے گا، اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے، جیسے: ضَرَبَتْ فَاطِمَةُ. اور کبھی اسم ضمیر ہوتا ہے، جیسے: هِنْدٌ ضَرَبَتْ۔ فَعَلَتَا: اس میں ''الف'' تثنیہ مؤنث کی علامت اور ضمیر فاعل ہے اور ''ت'' علامتِ تانیث ہے، اس میں ''تَ'' کی حرکت اجتماع ساکنین کو دور کرنے کیلئے ہے، اصلی نہیں ہے۔ پس پے درپے جو چار حرکات کا یہاں شبہ پیدا ہوتا تھا وہ دور ہو گیا۔ فَعَلْنَ: اس میں نون مفتوح علامت جمع مؤنث کی ہے اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتَ: اس میں ''تاء'' مفتوح علامتِ واحد مذکر حاضر کی ہے اور ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ فَعَلْتُمَا: اس میں ''تُمَا'' کبھی علامت اور ضمیر فاعل تثنیہ مذکر مخاطب کی ہوتی ہے اور کبھی علامت اور ضمیر فاعل تثنیہ مؤنث حاضر کی ہوتی ہے۔ فَعَلْتُمْ: اس میں ''تم'' جمع مذکر حاضر کی علامت ہے اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتِ: اس میں ''تِ'' (تائے مکسور) علامت واحد مؤنث حاضر کی ہے، اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتُمَا: اس میں فاعل ''ت'' ہے اور علامت تثنیہ ''الف'' ہے اور یہ الف ''الف اشباع'' کے ساتھ نہ ملنے کیلئے بیچ میں ''میم'' بڑھائی گئی ہے اور۔ تَوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ مَّاضَمِنْتَا کے لفظ ضَمِنْتَ، صیغۂ تثنیہ مذکر حاضر ہے۔ ضَمِنْتَا صیغۂ واحد حاضر کے ساتھ مل جاتا۔ اور فَعَلْتُنَّ یہ اصل میں فَعَلْتُمْنَ تھا قرب مخرج کی وجہ

سے میم کو نون میں ادغام کر دیا گیا ہے۔ اور اس میں "تُنَّ" علامت جمع مؤنث حاضر کی ہے، اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتُ: اس میں "تُ" (تائے مضموم) ضمیر فاعل اور علامت واحد متکلم ہے۔ فَعَلْنَا: یہ صیغہ جمع متکلم، اس میں "نا" ضمیر فاعل اس لئے بڑھائی گئی ہے تاکہ یہ صیغہ جمع مؤنث غائب کے صیغہ کے ساتھ نہ مل جائے اور "نا" یہ متکلم مع الغیر (تثنیہ اور جمع متکلم) کی علامت ہے۔ (فیوض عثمانی، ص:۱۹، توضیحات، ص:۱۳)

☆......سوال:۔ چودہ صیغوں میں غائب کو حاضر پر، حاضر کو متکلم پر، مذکر کو مؤنث پر کیوں مقدم کیا جاتا ہے؟

الجواب:۔ کیونکہ غائب کی اصل معدوم ہے اور حاضر موجود ہوتا ہے اور عدم مقدم ہوتا ہے موجود پر باعتبار زمان کے، لہذا غائب کو حاضر پر مقدم کیا گیا۔ اور حاضر کو متکلم پر اسلئے مقدم کیا جاتا ہے کہ بنسبت متکلم، حاضر کے صیغے زیادہ ہیں اسلئے حاضر کو متکلم پر مقدم کیا گیا اور مذکر کو مؤنث پر بسبب شرافت و بزرگی کے مقدم کیا جاتا ہے۔ (تبیان شرح میزان، ص:۱۶)

☆......واؤ جمع اور واؤ عطف میں فرق: جمع مذکر غائب لکھتے وقت واؤ جمع کے بعد الف لکھا جاتا ہے تاکہ واؤ جمع اور واؤ عطف کے درمیان فرق واضح ہو جائے، کہ واؤ جمع کے بعد الف لکھا جاتا ہے اور واؤ عطف کے بعد الف نہیں لکھا جاتا۔ کیونکہ واؤ واحد کے بعد الف نہیں لکھا جاتا ہے۔ لہذا يَدْعُوْ واحد مذکر ہے اور لَمْ يَدْعُوْا صیغہ جمع مذکر ہے۔ (توضیحات شرح علم الصیغہ، ص:۱۳)

☆......جاننا چاہئے کہ اوزان فعل آٹھ ہیں ان میں دو تو مشترک بین الاسم والفعل ہیں وہ یہ ہیں (۱) ثلاثی مجرد جیسے: حَجَرَ، فَرَسَ، رَجَبَ۔ (۲) رباعی مجرد جیسے: جَعْفَرَ اور بقیہ چھ مختص بالفعل ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) ثلاثی مجرد مجہول جیسے: ضُرِبَ (۲)

رباعی مجرد مجہول دُحْرِجَ (۳) ثلاثی مزید فیہ معلوم، جیسے: اَکْرَمَ. (۴) ثلاثی مزید فیہ مجہول جیسے اُکْرِمَ (۵) رباعی مزید فیہ معلوم، جیسے: تَدَحْرَجَ. (۶) رباعی مزید فیہ مجہول جیسے تُدُحْرِجَ۔ (توضیح المعانی، شرح مقدمۃ الجامی، ۲۸۶)

افعال اور انفعال کا فرق: افعال: ۔وہ ہیں جن میں جسمانی تأثرات کا ذکر ہو۔ اور انفعال: وہ ہے جس میں نفسیاتی تأثرات کا ذکر ہو، جیسے: خوشی، غم، تعجب، فریاد اور دعا وغیرہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: یَابُشْرٰی نَجَحْتُ فِي الْاِمْتِحَانِ. (الطريقة العصرية، ص: ۱۶۹ ج ۱)

☆...... فعل اور فاعل کے متعلق چند قاعدے (۱) اگر فاعل اسم ظاہر ہو، تو فعل کو ہمیشہ واحد لایا جائے گا، جیسے: قَامَ رَجُلٌ، قَامَ رَجُلَانِ، قَامَ رِجَالٌ ۔ اگر کہیں اس کے خلاف نظر آئے تو اسم ظاہر فاعل نہ ہوگا بلکہ دوسرا ہوگا جیسے: وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا، الآية. یہاں اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا، اسم ظاہر ہونے کے باوجود "اَسَرُّوْا" فعل جمع لایا گیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ "اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" فاعل نہیں ہے بلکہ اس میں ضمیر فاعل ہے۔ (تخلية الاسير، شرح نحو مير: ۱۳۲)

☆...... جَعَلَ، اَخَذَ، طَفِقَ وغیرہ کو بعض حضرات نے افعال مقاربہ میں سے شمار کیا ہے اور یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں۔ (تسہیل النحو ص: ۱۸۶)

اسمائے افعالِ ماضی اور امر میں فرق

جاننا چاہئے کہ اسم فعل ہر وہ اسم ہے جس کو واضع نے اسم کیلئے وضع کیا تھا، مگر وہ فعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اب اس کی دو قسمیں ہیں (ا) امر حاضر کے معنی میں، جیسے: رُوَيْدَ زَيْدًا أي اَمْهِلْ زَيْدًا (ب) ماضی کے معنی میں جیسے

سَرعانَ زیداً ای سرعَ زیدٌ اب ان دونوں میں چند اعتبار سے فرق ہے (۱) امر حاضر میں فاعل، ضمیرِ مستتر ہوتا ہے، ماضی کے معنی میں فاعل اسمِ ظاہر ہوتا ہے (۲) امر حاضر کے معنی کا جو اسم ظاہر ہوتا ہے، وہ مفعول بہ کی بناء پر منصوب ہوتا ہے اور ماضی کے معنی کا جو اسم ظاہر ہوتا ہے وہ فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہوتا ہے (۳) امر حاضر کا جو معنی ہے، وہ متعدی ہے، ماضی کا جو معنی ہے، وہ لازمی ہے (۴) امر حاضر کے جو معنی ہے وہ حاضر کے ساتھ مخصوص ہے اور ماضی کے معنی میں جو ہے وہ غائب کے ساتھ خاص ہے۔ (مآرب الطلبہ، ص:۷۸)

<u>اُترک اور ذر میں فرق:</u> یہ دونوں صیغۂ امر حاضر معروف ہیں یعنی کسی چیز کو بالقصد چھوڑنا، لیکن دونوں میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ اُترک کا معنی ہے مطلق کسی چیز کو چھوڑ دینا، چاہے ناراضگی کی وجہ سے ہو یا نہ ہو اور ذر: کے معنی ہے کسی چیز سے ناراض ہو کر اس کو چھوڑنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں میں عام وخاص مطلق کی نسبت ہے اُترک: اعم مطلق ہے اور ذر: خاص مطلق۔ (مآرب الطلبہ، ص:۱۰۰)

بحث فعل مضارع

☆......سوال:۔ فعل ماضی کے ذکر کے بعد فعل مضارع کو کیوں ذکر کیا جاتا ہے؟

جواب:۔ چونکہ اسم فاعل، اسم مفعول، امر ونہی سب مضارع سے ماخوذ ہیں اس لئے فعل مضارع کا ذکر ان سب سے پہلے کیا جاتا ہے۔ (تبیان شرح میزان، ص:۲۳)

☆......<u>فعل مضارع کو مضارع کہنے کی وجہ:</u> مضارع کے معنی لغت میں مشابہ کے ہیں اور مضارعت "ضرع" سے ماخوذ ہے یعنی ایک پستان سے دودھ پینا۔ چونکہ مضارع بھی عدد حرکات وسکنات اور عدد حروف اور نکرہ کی صفت واقع ہونے میں اسم فاعل

کے ساتھ مشابہ ہے۔ لہٰذا مذکورہ وجوہات کی بناء پر اس کو مضارع کہا گیا ہے، تو گویا کہ دونوں رضائی بھائی ہیں جو ایک پستان سے دودھ پیتے ہیں۔ (فیوض عثمانی)

☆...... فعل مضارع کو غابر کہنے کی وجہ؟ یہ ہے کہ غابر، غبور سے مشتق ہے بمعنی باقی رہنا اور اس کا زمانہ بھی باقی ہے یعنی کلام کرتے وقت تک نہیں گزرا بلکہ آئندہ بھی باقی رہے گا۔ (تبیان شرح میزان، ص:۱۴)

☆...... جاننا چاہیے کہ لفظ مضارع مشابہ کے معنی میں ہے اور فعل مضارع مختلف وجوہات کی بناء پر اسم کا مشابہ ہوتا ہے اس وجہ سے فعل مضارع کو مضارع کہا جاتا ہے، مثلاً: حرکات وسکنات اور تعداد حروف میں فعل مضارع اسم کا مشابہ ہے۔ چنانچہ نَاصِرٌ کے مانند یَنْصُرُ میں بھی چار حروف ہیں اور نَاصِرٌ میں اول حرف متحرک اور ثانی ساکن پھر دو حرف متحرک ہیں اسی طرح یَنْصُرُ میں بھی اول حرف متحرک اور ثانی حرف ساکن پھر دو حروف متحرک ہیں۔ بصریین کے نزدیک اسم کے مانند فعل مضارع پر بھی لام تاکید داخل ہوتا ہے، مثلاً: لَیَخْرُجُ کہا جاتا ہے اور یہ اِنَّ زَیْدًا لَخَارِجٌ کے مانند ہے اور اسم کے مانند فعل مضارع بھی اولاً مبہم اور پھر متعین ہوتا ہے مثلاً: لفظ رَجُلٌ مبہم ہے اس پر الف لام داخل ہونے کے بعد مردِ معین پر دلالت کرتا ہے اسی طرح فعل مضارع قرائن سے خالی ہونے کی صورت میں حال واستقبال کے معنی میں مبہم ہے۔ اور علامت استقبال سین وغیرہ داخل ہونے کے بعد معنی استقبال میں اور لام ابتدا داخل ہونے کے بعد معنی حال میں متعین ہو جاتا ہے۔

اور فعل مضارع اسم فاعل کے مانند صفت کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے مثلاً: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ کی طرح مَرَرْتُ بِرَجُلٍ یَضْرِبُ بھی کہا جاتا ہے اور مضارع پر "لا" داخل ہونے کے بعد نفی عام رہتی ہے یعنی لا سے حال واستقبال

دونوں کی نفی ہو سکتی ہے اور "ما" سے صرف حال کی نفی ہوتی ہے (استقبال کی نہیں) اور قسم کے موقع پر لا زائد بھی ہوتی ہے، جیسے: لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ. (توضیحات علم الصیغہ)

اعرابِ مضارع

☆......(۱) اعراب مضارع کا خلاصہ یہ ہے کہ جمع مؤنث غائب وحاضر دونوں مبنی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں (کیونکہ نون حرف ہے جو مبنی ہے لہذا یہ دونوں بھی مبنی ہیں)۔ (۲) حالت نصبی، جزمی میں ہر مضارع سے خواہ صحیح ہو خواہ معتل، نون اعرابی ساقط ہو جاتا ہے، اور حالت رفعی میں باقی رہتا ہے۔ (۳) واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم کے پانچوں صیغوں سے اگر صحیح ہوں تو رفع سے ضمہ، نصب سے فتح، جزم سے سکون لازم ہوتا ہے۔ اگر مضارع معتل ہو تو جزم سے حرف علت ساقط ہو جاتا ہے، رفع تقدیری ضمہ ہوتا ہے۔ اگر مفرد معتل واوی ہو یا یائی ہو تو رفع تقدیر ضمہ سے، نصب فتح لفظی سے، جزم حذف لام سے ہوتا ہے۔ (اسعاد النحو، ص:۲۹)

☆......فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں: وہ مضارع صحیح جو واحد مؤنث حاضر، دونوں جمع مذکر اور چاروں تثنیوں کے ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو اس کا رفع ضمہ سے ہوتا ہے نصب فتحہ سے، جزم سکون سے، مثال: هُوَ يَضْرِبُ، هُوَ لَنْ يَّضْرِبَ، هُوَ لَمْ يَضْرِبْ. (اسعاد النحو، ص:۲۷)

فعل مضارع کے ۱۴ صیغے اور ان کی علامات

☆......فعل مضارع کے چودہ صیغے اور ان کی علامات: يَفْعَلُ: اس کا فاعل کبھی اسم

ظاہر ہوتا ہے جیسے یَفْعَلُ زَیْدٌ کبھی اسم ضمیر جیسے زَیْدٌ یَفْعَلُ. یَفْعَلَانِ: اس میں "الف" علامت تثنیہ مذکر ہے اور ضمیر فاعل ہے۔ اور نون اعرابی ہے یعنی صیغہ واحد کے عوض ہیں۔ یَفْعَلُوْنَ: اس میں واؤ علامت جمع اور ضمیر فاعل اور نون اعرابی ہے۔ اور یہاں لام کا ضمہ واؤ کی مناسبت کی وجہ سے ہے نہ کہ ضمہ اعراب ہے۔ تَفْعَلُ: یہ واحد مذکر حاضر ومؤنث غائب میں مشترک ہے غائب کی صورت میں اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے: تَفْعَلُ هِنْدٌ کبھی اسم ضمیر، جیسے هِنْدٌ تَفْعَلُ. لیکن حاضر ہونے کی صورت میں اس کا فاعل ہمیشہ ضمیر اَنْتَ ہوتی ہے. تَفْعَلَانِ: یہ تثنیہ مؤنث غائب وحاضر ومذکر میں مشترک ہے۔ اس میں علامت تثنیہ اور ضمیر فاعل "الف" ہے اور نون، اعرابی ہے۔ یَفْعَلْنَ: اس میں نون اعرابی نہیں ہے بلکہ جمع مؤنث کی ضمیر ہے۔ تَفْعَلُوْنَ: اس میں واؤ علامت جمع مذکر ہے اور ضمیر فاعل اور نون اعرابی ہے اور لام کا ضمہ واؤ کی مناسبت سے ہے۔ تَفْعَلِیْنَ: اس میں یاء علامت واحد مؤنث حاضر کی ہے، ضمیر فاعل اور نون، اعرابی ہے۔ تَفْعَلْنَ: اس میں نون اعرابی نہیں ہے بلکہ یہاں جمع مؤنث کی ضمیر ہے اور فاعلِ فعل ہے۔ اَفْعَلُ: یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے، اس کا فاعل ہمیشہ "اَنَا" ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ نَفْعَلُ: یہ صیغہ جمع متکلم ہے، اس کا فاعل ہمیشہ "نَحْنُ" ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ (فیوض عثمانی ص: ۲۱،۲۰)

علامات مضارع کو شروع میں لانے کی وجہ؟

☆...... علامت مضارع چار حروف ہیں۔ اس کا مجموعہ "اَتَیْنَ" ہے، علامت مضارع شروع میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ آخرِ مضارع محلِ تغیر ہے۔ اور علامت کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام حالتوں میں باقی رہے۔ نیز اگر ان حروف کو آخر میں لاتے تو "ی" کی

صورت میں مصدر مضاف بیائے متکلم سے التباس ہوتا۔ اورتا، ہمزہ، نون کی صورت میں ماضی سے اور پھر اول کو اسلئے اختیار کیا (نہ کہ اوسط کو) تا کہ اول امر سے اس کا مضارع ہونا معلوم ہو جائے۔ اور یہاں مصنفؒ نے علامت مضارع بتلاتے وقت نہ ترتیب صرفی کا لحاظ کیا اور نہ ترتیب نحوی کا۔ اور یہ اسلئے کیا تا کہ اعداد صیغہ کے اعتبار سے ادنی سے اعلیٰ کی طرف ترقی حاصل ہو یعنی ہمزہ ونون ایک ایک صیغہ پر داخل ہوتے ہیں۔ اور یاء چار صیغوں پر اور تاء پانچ پر لہذا ہمزہ نون کو یاء پر اور یاء کو تاء پر مقدم کیا ہے۔ لیکن ہمزہ کو نون پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ ہمزہ واحد متکلم کیلئے اور نون جمع متکلم کیلئے ہے اس لئے ہمزہ کو نون پر مقدم کیا۔ (فیوض عثمانی، ص:۲۰)

☆...... الف اور ہمزہ میں فرق: الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بغیر جھٹکے کے ادا ہوتا ہے جیسے ضَارِبٌ۔ اور ہمزہ تینوں حرکتوں کو قبول کرتا ہے اور ساکن بمع جھٹکے کے ادا ہوتا ہے جیسے اَمَرَ، اُمِرَ، سُئِلَ سَاَلَ وغیرہ۔ (کنز النوادر فی القوانین والمصادر، ص:۱۷)

☆...... فعل مضارع مفرد معتل واوی، یائی ہو تو اس کا رفع تقدیری ضمہ سے ہوتا ہے نصب فتحہ لفظی اور جزم حذف لام کلمہ سے ہوتا ہے، جیسے: هُوَ يَغْزُوْ. هُوَ يَرْمِيْ، لَنْ يَغْزُوَ، لَنْ يَّرْمِيَ، لَمْ يَغْزُ، لَمْ يَرْمِ. (اسعاد النحو، ص:۲۷)

☆...... معتل واوی یا یائی سے مراد نحویوں کے نزدیک وہ کلمہ ہے جس کے اخیر میں حرف علت واؤ یا یاء ہو، جیسے: يَغْزُوْ. يَرْمِيْ. (اسعاد النحو، ص:۲۷)

☆...... یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ کلام عرب میں معرب صرف دو ہیں (۱) اسم متمکن (۲) فعل مضارع۔ اور اعراب صرف ان دونوں قسموں میں جاری ہوتے ہیں اور اعراب مضارع کی تین قسمیں ہیں: (الف) رفع، جیسے: يَدْخُلُ (ب) نصب، جیسے: لَنْ يَدْخُلَ (ج) جزم جیسے: لَمْ يَدْخُلْ۔ اور اسم متمکن کے اعراب کی بھی تین قسمیں

ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ فعل مضارع کبھی مجرور نہیں ہوتا ہے بلکہ مجزوم ہوتا ہے، اسی طرح اسم متمکن کبھی مجزوم نہیں ہوتا ہے۔ (اسعاد النحو، ص:۲۷)

☆......اگر حال مضارع مثبت ہو تو ربط کیلئے صرف ضمیر کافی ہے، جیسے : جَاءَنِيْ زَيْدٌ يَضْرِبُ. (تسہیل النحو، ص:۷۹)

☆......اگر حال جملہ اسمیہ خبریہ ہو تو ربط کیلئے واؤ اور ضمیر دونوں لائینگے۔ جیسے : جَاءَ زَيْدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ ، جِئْتُ وَأَنَا رَاكِبٌ وغيره . (تسهيل النحو، ص:۷۸)

☆......لام تاکید اور نون تاکید کے درمیان جب کسی لفظ سے فصل نہ ہو اور وہ فعل قسم کے جواب میں ہو تو تاکید لانا ضروری ہوتا ہے جیسے: وَاللّٰهِ لَاَقُوْمَنَّ بِوَاجِبِيْ (۲) وَاللّٰهِ لَاُسَاعِدَنَّكَ (۳) تَاللّٰهِ لَاَخْدِمَنَّ الْاِسْلَامَ. (معلم الانشاء اول، ص: ۱۰۰)

☆......فعل مضارع جو حال کے معنی میں ہو یا نفی کے معنی میں، تو نون تاکید کے ساتھ اس کی تاکید لانا صحیح نہیں ہے۔ ایسا ہی جب کہ لام تاکید اور نون تاکید والے فعل کے درمیان فصل ہو جائے، (الف) جیسے: وَاللّٰهِ لَاَقُوْمُ بِوَاجِبِيْ اَلْاٰنَ (ب) وَاللّٰهِ لَاُسَاعِدُكَ (ج) تَاللّٰهِ لَسَوْفَ اَخْدِمُ الْاِسْلَامَ. (معلم الانشاء جلد اول)

☆......سوال: لام تاکید جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو مضارع کو حال کے معنی میں کر دیتا ہے اور نون ثقیلہ زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ پس اس وقت لام تاکید اور نون ثقیلہ کے درمیان تعارض لازم آتا ہے، بایں معنی کہ لام حال کو چاہتا ہے اور نون ثقیلہ استقبال کو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لام دو معنی کیلئے آتا ہے اول تاکید کیلئے۔ دوم حال کیلئے اور اس جگہ وہ محض تاکید کیلئے ہے، جیسے قول باری تعالیٰ ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ (فیض عثمانی، ص:۴۳)

سوال:۔ فعل میں اصل تو بناء ہے اور مبنی ہمیشہ اپنی اصلی حالت میں برقرار رہتا ہے جبکہ مضارع کی حالت حرکات تبدیل ہوتی رہتی ہے؟

الجواب:۔ اس کا جواب مصنفِ نحو میر نے یہ دیا ہے۔ چونکہ فعل مضارع اسم کے مشابہ ہے اس لئے مشابہت کی بناء پر فعل مضارع کو بھی مختلف اعراب دیے گئے ہیں جیسے مبتدا وغیرہ میں عامل محذوف ہے اسی طرح فعل مضارع وغیرہ میں بھی عامل محذوف ہوتا ہے۔ (تیسیر النحو، ص:۱۴۳)

☆...... اگر کوئی اعتراض کرے کہ جیسے نون فاعل اور نون تاکید کے لاحق ہونے سے آخر مضارع وسط کلمہ کے حکم میں ہوجاتا ہے اسی طرح وہ الف ضمیر اور واؤ و یاء کے لاحق ہونے سے وسط کلمہ کے حکم میں ہوجاتا ہے پس اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ لَیَفْعَلَانَ اور یَفْعَلُوْنَ اور تَفْعَلِیْنَ معرب ہیں اور یَفْعَلْنَ اور لَیَفْعَلَانِّ وغیرہ مبنی ہیں؟

جواب: یہ ہے کہ ان مثالوں میں حروف مذکورہ اگرچہ ضمائر ہیں لیکن چونکہ یہ حروف اعراب کے ساتھ مشابہ ہیں لہذا ان کے لاحق ہونے کی وجہ سے مضارع کے آخر کا وسط میں ہونا محلاً ضعیف ہے۔ (فیوض عثمانی، ص:۲۹)

☆...... فعل مضارع میں نون زائدہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) نون اعرابی، جو صرف سات صیغوں میں ہوتا ہے (۲) نون ضمیری، جو صرف دو صیغوں میں ہوتا ہے (یعنی جمع مؤنث غائبات و جمع مؤنث مخاطبات میں)۔ (۳) نون تاکید جو تمام صیغوں کے آخر میں لاحق ہوتا ہے۔ (کنز النوادر، ص:۳۲)

سوال:۔...... مضارع کے صیغوں کا ترجمہ کب حال یا استقبال سے کیا جاتا ہے؟

جواب:۔...... مضارع کے صیغوں میں کبھی حال کا ترجمہ ہوتا ہے کبھی مستقبل کا، چنانچہ کہا جاتا ہے یَفْعَلُ الْاٰنَ ۔ اب کرتا ہے وہ۔ یَفْعَلُ غَدًا ۔ آئندہ کرے گا وہ۔ پھر اس

میں اختلاف ہے کہ فعل مضارع، حال واستقبال دونوں کے معنوں میں مشترک ہے یا ایک میں حقیقت اور دوسرے میں مجاز ہے۔ تو جمہور علماء مشترک مانتے ہیں۔ اور بعض علماء معنیٰ حال میں حقیقت اور معنیٰ استقبال میں مجاز کہتے ہیں۔ کیونکہ قرائن سے خالی ہونے کی صورت میں مضارع کا صیغہ معنیٰ حال میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہی حقیقت ہونے کی علامت ہے، اور یہی مذہب شیخ رضی کے نزدیک راجح ہے۔ اور بعض علماء مضارع کو استقبال میں حقیقت کہتے ہیں۔ کیونکہ حال کے وجود کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ حکماء زمانہ حال موجود نہ ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا اسی حال کے معنیٰ میں فعل مضارع حقیقت نہیں ہوسکتا۔ (توضیحات، ص:۱۳۰)

☆......اجتماع ساکنین علیٰ حدہ: کی تعریف یہ ہے کہ اول ساکن ہو اور دوم حرف مشدد ہو، اگر ایک کلمہ میں ہو تو یہ جائز ہے کہ مدّہ کو حذف نہ کریں، جیسے: ضَالِّین، اگر یہ دونوں ساکن دو کلموں میں ہو تو مدّہ کو حذف کرتے ہیں، جیسے: یَخْشَی اللّٰهَ. میں الف حذف ہے۔ (شرح علم الصیغہ، ص:۱۲۵)

اجتماع ساکنین علیٰ حدّہ اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدّہ میں فرق

ان کے درمیان دو فرق ہیں (۱) اجتماع ساکنین علیٰ حدہ یہ ہے کہ دو ساکن اس طرح جمع ہو جائیں کہ ان میں سے اوّل ساکن مادّہ ہو یا یائے تصغیر ہو اور دوسرا ساکن حرف مشدد ہو، جیسے: خَاصَّة، خُوَيْصَّة اور اس قسم کا اجتماع ساکنین بالاتفاق جائز ہے۔ (۲) اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ دو ساکن جمع ہو جائیں اور دونوں میں سے اول مدّہ نہ ہو اور یائے تصغیر بھی نہ ہو اور دوسرا ساکن حرف مشدد نہ ہو اور یہ اجتماع ساکنین حالت وقف میں جائز ہے اور حالت وصل میں جائز نہیں۔

(توضیحات شرح علم الصیغہ ص:۱۹)

بحث اسم فاعل

(۲)......اگر فاعل کا فعل اسم ظاہر ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو مفرد ہوگا یا جمع۔ اگر مفرد ہے تو اس کی چھ قسمیں ہیں۔(الف) فاعل اسم ظاہر ہو کر واحد مذکر ہو جیسے: جَاءَ نِيْ رَجُلٌ، اس میں ہمیشہ فعل واحد مذکر ہوتا ہے (ب) فاعل مؤنث حقیقی ہو کر فعل وفاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو اس میں فعل کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے، جیسے: حَضَرَ الْقَاضِيَ الْمَرْأَةُ وَحَضَرَتِ الْقَاضِيَ الْمَرْأَةُ۔(ج) فاعل مؤنث سماعی ہو تو اس میں فعل مذکر ومؤنث دونوں طرح صحیح ہے، جیسے: طَلَعَ الشَّمْسُ وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ (د) فاعل اگر مؤنث حقیقی بدون فصل ہو تو اس میں فعل کو ہمیشہ مؤنث لانا واجب ہے، جیسے: قَامَتِ الْمَرْأَةُ۔(ھ) فاعل ایسا مؤنث حقیقی ہو جس میں ظاہراً مذکر سے التباس ہو تو اس صورت میں مذکر کے التباس سے بچنے کیلئے فعل کو ہمیشہ مؤنث لانا ضروری ہے خواہ فصل ہو یا نہ ہو، جیسے: حَضَرَتِ الْقَاضِيَ هِنْدٌ (و) فاعل مؤنث حقیقی غیر ذوی العقول ہو تو اس میں فعل کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لانا صحیح ہے جیسے: نَامَ النَّعْجَةُ وَنَامَتِ النَّعْجَةُ.(تخلیة الاسیر، ص: ۱۳۲، ۱۳۳)

☆......اگر فاعل اسم ظاہر ہو کر جمع ہو تو اس کی بھی چھ صورتیں ہیں: (الف) فاعل جمع مذکر سالم ہو تو اس کے فعل کو واحد مذکر لایا جائے گا، جیسے: جَاءَ الْمُسْلِمُوْنَ، (ب) فاعل جمع مذکر مکسر ہو خواہ ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول ہو تو اس صورت میں فعل کو واحد مذکر ومؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے جیسے: قَامَ الرِّجَالُ وَقَامَتِ الرِّجَالُ (ج) اگر فاعل جمع مذکر غیر ذوی العقول ہو جیسے: الایام (مَضَى الْأَيَّامُ ومَضَتْ

اَلْاَیَّامُ. (د) اگر فاعل جمع مکسر من غیر لفظہ ہو جیسے: نِسْوَۃٌ(قَالَ نِسْوَۃٌ وَقَالَتْ نِسْوَۃٌ) ۔(ہ) فاعل اسم جمع ہو جیسے: اَلْقَوْمُ ،(جَاءَ الْقَوْمُ وَجَاءَتِ الْقَوْمُ)توان مذکورہ تینوں صورتوں میں فعل کو واحد مذکر ومؤنث دونوں طرح لانا صحیح ہے، جیسے: مَضَی الْاَیَّامُ وَمَضَتِ الْاَیَّامُ ، قَالَ نِسْوَۃٌ ،وَقَالَتْ نِسْوَۃٌ ،جَاءَ الْقَوْمُ وَ جَاءَتِ الْقَوْمُ.(تخلیۃ الاسیر، ص:۱۳۲،۱۳۳)

☆......اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو واحد ہوگا یا جمع، اگر واحد ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) فاعل مذکر کی ضمیر ہوگی ، تو اس صورت میں فعل کو ہمیشہ واحد مذکر لایا جاتا ہے، جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ (۲) فاعل اگر مؤنث سماعی کی ضمیر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد مؤنث لایا جائے گا، جیسے: اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ (۳) فاعل اگر مؤنث حقیقی کی ضمیر ہوگی تو بھی ہمیشہ فعل واحد مؤنث لایا جائے گا جیسے: ھِنْدٌ قَامَتْ.

☆......اگر فاعل اسم ضمیر جمع ہو تو اس کی چھ صورتیں ہیں (الف) جمع مذکر سالم کی ضمیر ہو تو اس میں فعل کو ہمیشہ جمع مذکر لایا جائے گا، جیسے: اَلْمُجَاھِدُوْنَ صَالُوْا عَلَی الْکُفَّارِ.

(ب) فاعل اسم جمع کی ضمیر ہو تو اس میں تین صورتیں ہیں: اول، فعل کو واحد مذکر لانا جیسے: اَلْقَوْمُ جَاءَ ،دوم: فعل کو واحد مؤنث لانا جیسے: اَلْقَوْمُ جَاءَتْ ،سوم جمع مذکر لانا جیسے: اَلْقَوْمُ جَاءُوْا، کقولہ تعالیٰ :اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا. (الآیۃ). (ج) جمع مکسر مذکر غیر ذوی العقول کی ضمیر ہو جیسے: الاَیَّامُ (د) جمع مکسر مؤنث کی ضمیر ہو تو ان دونوں صورتوں میں فعل کو واحد مؤنث و جمع مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں، جیسے: اَلْاَیَّامُ مَضَتْ ،یا اَلْاَیَّامُ مَضَیْنَ.وَالنِّسْوَۃُ قَالَتْ. وَالنِّسْوَۃُ قُلْنَ .

(ہ) جمع مکسر مذکر ذوی العقول کی ضمیر ہو تو اس میں فعل کو واحد مؤنث و جمع مذکر دونوں طرح لا سکتے ہیں، جیسے: اَلرِّجَالُ قَامَتْ،وَالرِّجَالُ قَامُوْا،وَقَالَ تَعَالٰی:وَاٰمَنَتْ

بِہٖ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ ۔الآیۃ (مائدہ) پس فاعل ضمیر ہونے کا مجموعہ کل نو صورتیں نکلتی ہیں ۔(تخلیۃ الاسیر ص:۱۳۳)

☆.....نکتہ: اسم فاعل کے صیغے کم کیوں؟ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسم فاعل کے صرف چھ صیغے آتے ہیں، کیونکہ یہ فعل کی فرع ہے اور فرع کا مرتبہ اصل سے کم ہوتا ہے لہذا اسم فاعل میں صرف صفات لازمہ یعنی واحد، تثنیہ جمع اور مذکر و مؤنث کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے چھ صیغے لائے ہیں، تا کہ اصل وفرع میں برابری نہ ہو اور فعل میں صفات غیر لازم یعنی غیبت وخطاب اور متکلم کا بھی اعتبار کیا گیا، تا کہ اس کو فرع پر فوقیت حاصل ہو۔(تحفہ سعیدیہ شرح علم الصیغہ ص:۳۷)

کتنی جگہوں پر فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے؟

☆.....چند جگہوں پر فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں (۱) جب مفعول حقیر ہو تو فاعل کی تعظیم کے پیش نظر اس کو حذف کیا جاتا ہے جیسے: ضُرِبَ اللِّصُّ. (۲) حذف فاعل بوجہ تحقیر فاعل ہوتا ہے، جب مفعول عظیم المرتبت ہو جیسے: طُعِنَ الْاَمِیْرُ (۳) جب فاعل مخاطب کو معلوم ہو، تا کہ اس کا ذکر عبث نہ ہو جیسے: خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً (۴) متکلم مفعول ہی کو جانتا ہو جیسے: سُرِقَ الْبَیْتُ. (۵) فاعل پر خوف کرتے ہوئے مبہم رکھنا ہو جیسے قُتِلَ زَیْدٌ. (۶) جب فاعل کو ذکر کرنے سے اپنے نقصان کا خطرہ ہو، کیونکہ فاعل شریر آدمی ہے، جیسے: قُتِلَ زَیْدٌ. او سُرِقَ الْحِصَانُ (۷) جب فاعل مجہول ہو اور تعین ممکن نہ ہو، جیسے: سُرِقَ الْبَیْتُ. (تحفہ سعیدیہ ص:۱۵، جامع الدروس العربیہ ۲/۱۷۵، ناشر: قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆.....جب الف لام اسم فاعل یا اسم مفعول میں بمعنی اَلَّذِیْ کے استعمال ہو تو اس کا

صلہ کوئی جملہ نہیں ہوتا بلکہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہی ہوتا ہے جیسے: اَلسَّارِقُ بمعنی اَلَّذِیْ سَرَقَ.

☆.....قاعدہ اعداد میں لفظ ''فاعل'' کا وزن مرتبہ کے واسطے آتا ہے، جیسے: خامس بمعنی پانچواں اور عاشر بمعنی دسواں مگر مرکبات میں جزاول کو بروزن فاعل بناتے ہیں اور جز ثانی کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں جیسے حَادِیْ عَشَرَ، ثَانِیْ عَشَرَ، حَادِیْ وَعِشْرُوْنَ، رَابِعُ وَّثَلَاثُوْنَ، اور عشرۃ کے بعد عقود میں اسم برائے مرتبہ بھی عددی کے وزن پر آتا ہے، جیسے: عشرون کا معنی بیس بھی ہے اور بیسواں بھی۔ (علم الصیغہ، مترجم مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ، ص: ۳۷)

فعل واحد لانے کی کتنی صورتیں ہیں؟

☆.....فعل کا فاعل جب اسم ظاہر ہو خواہ واحد ہو خواہ تثنیہ، خواہ جمع فعل ہر صورت میں واحد ہی کا صیغہ آئے گا تثنیہ یا جمع کا صیغہ لانا درست نہیں ہوگا، جیسے: قَامَ الرَّجُلُ وَقَامَ الرَّجُلَانِ وَقَامَ الرِّجَالُ۔ اور تثنیہ وجمع کیلئے قَامَا الرَّجُلَانِ وَقَامُوْا الرِّجَالُ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اگر ''قَامَا'' اور ''قَامُوْا'' پڑھتے ہیں تو اس میں الف تثنیہ اور واو جمع فاعل اور ضمیر بارز ہوگی اور آگے اسم ظاہر بھی فاعل ہوگا تو تکرار فاعل لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے۔ (النحو الیسیر، ص: ۸۲)

وہ صورتیں جہاں فعل کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں

☆.....جب فعل کا فاعل اسم ظاہر جمع مؤنث سالم ہو تو بھی فعل میں دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی فعل کو مذکر مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے: فَازَ الْھِنْدَاتُ وَفَازَتِ

اَلْهِنْدَاتُ. (النحو الیسیر، ص: ۸۲)

☆...... جب فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ بھی ہو تو جیسے: حَضَرَ الْقَاضِيَ اِمْرَاَةٌ ۔اور حَضَرَتِ الْقَاضِيَ اِمْرَاَةٌ تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔

☆...... جب فعل کا فاعل اسم ظاہر جمع مکسر ہو خواہ مذکر کی جمع ہو، جیسے: رِجَالٌ خواہ مؤنث کی جیسے: نِسْوَةٌ تو اس میں بھی فعل کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں، جیسے قَامَ الرِّجَالُ وَقَامَتِ الرِّجَالُ. (النحو الیسیر ۸۲)

وہ صورتیں جہاں فعل مذکر ومؤنث دونوں طرح نہیں لا سکتے

☆......فعل کا فاعل جب اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو۔اور فعل وفاعل کے درمیان کسی لفظ کا فاصلہ نہ ہو جیسے قَامَتْ هِنْدٌ تو اس میں قَامَ هِنْدٌ پڑھنا صحیح نہ ہوگا۔

☆...... جب فعل کا فاعل ضمیر ہو اور یہ ضمیر مؤنث حقیقی یا غیر حقیقی کی طرف لوٹتی ہو تو اس وقت بھی فعل میں علامتِ تانیث لازم ہوگی جیسے: هِنْدٌ قَامَتْ، اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ۔ تو اس میں هِنْدٌ قَامَ وَالشَّمْسُ طَلَعَ کہنا صحیح نہ ہوگا۔

☆...... جب فعل کا فاعل مذکر ہو اور جمع نہ ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ. یا فعل کا فاعل جمع مذکر سالم ہو تو فعل مذکر لانا واجب ہے، جیسے قَامَ الْمُسْلِمُوْنَ. اور ان مثالوں میں فعل کے اندر علامت تانیث لانا جائز نہیں، واحد مذکر کا صیغہ لانا ضروری ہے (النحو الیسیر، ص: ۸۲)

☆......وہ مقام جہاں فعل عام مقدر کرنا واجب ہے وہ یہ ہیں: (۱) جب ظرف خبر واقع ہو جیسے: فِي الدَّارِ رَجُلٌ، (۲) جب ظرف صفت واقع ہو جیسے: اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ۔ (۳) جب ظرف حال واقع ہو جیسے: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ

زِيْنَةَ الْقَوْمِ. (۴) جب ظرف صلہ واقع ہو جیسے: وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، (۵) جب ظرف اسم ظاہر کو رفع دے، جیسے: اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ. (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

افعال عامہ چار ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں:

افعال عامہ چہار ست نزد ارباب عقول
کون ست ثبوت ست وجود ست وحصول

(حوالہ بالا)

فاعل بمعنی مفعول کے، صرف پانچ کلمات ہیں

☆.....کلام عرب میں فاعل بمعنی مفعول کے صرف پانچ کلمات آئے ہیں (۱) كَاتِمٌ بمعنی مَكْتُوْمٌ (۲) سَافٌّ: کہا جاتا ہے تُرَابٌ سَافٌّ۔ یعنی ہوا کی اڑائی ہوئی مٹی (۳) دَافِقٌ: کہا جاتا ہے مَاءٌ دَافِقٌ۔ بکھرا ہوا پانی۔ (۴) رَاضِيَةٌ: کہا جاتا ہے عِيْشَةٌ رَاضِيَةٌ. پسندیدہ عیش۔ (۵) نَائِمٌ: کہا جاتا ہے لَيْلٌ نَائِمٌ. یعنی وہ رات کہ جس میں سوتے ہیں۔ (فیوض عثمانی، ص:۳۹، بحوالہ علامہ سیوطیؒ)

بحث صفت مشبہ

☆.....صفت مشبہ وہ اسم ہے جو کسی فعل لازم سے مشتق ہو اور ایسی ذات کیلئے اس کو وضع کیا گیا ہو جس کے ساتھ یہ فعل قائم ہے یعنی اس کیلئے ثابت ہے صفت مشبہ کے اوزان قیاسی نہیں ہیں، یہ صرف سماع پر موقوف ہیں، البتہ جب صفت مشبہ کا صیغہ، لون اور عیب کے معنی میں ہو تو اس کا وزن قیاس کے مطابق یعنی افعل کے وزن پر آتا ہے جیسے: اَبْيَضُ، اَسْوَدُ، اَعْوَرُ وغیرہ۔ (تخلیۃ الاسیر شرح نحو میر ص:۱۵۶، معارف

الصرف شرح ارشاد الصرف ،ص:۴۵)

صفت مشبہ کو ’’مشبہ‘‘ کہنے کی وجہ

☆......صفت مشبہ کو مشبہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ صفت مشابہ ہوتی ہے اسم فاعل کے واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث ہونے میں، جیسے: حَسَنٌ ، حَسَنَانِ، حَسَنُوْنَ، حَسَنَةٌ، حَسَنَتَانِ، حَسَنَاتٌ ، جیسے: فَاعِلٌ ، فَاعِلَانِ، فَاعِلُوْنَ. الخ ۔صفت مشبہ چونکہ صرف فعل لازم سے بنتی ہے اس وجہ سے اپنے فاعل کو رفع دیتی ہے اور یہ عمل اس وقت کرتی ہے جب کہ اپنے ماقبل پر اسم فاعل اور اسم مفعول کی طرح یہ بھی اعتماد کرے، جیسے: زَیْدٌ حَسَنٌ غَلَامُهٗ، ترکیب: ’’زَیْدٌ‘‘ مبتدا، ’’حسن‘‘ صفت مشبہ، اور غلامہ اس کا فاعل ہے حسن صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر خبر۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ (ہدیہ صغیر، ص:۱۱۴)

☆......صفت مشبہ کو صفت مشبہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ تذکیر و تانیث، واحد، جمع ہونے میں اسم فاعل کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اور صفتِ مشبہ و اسم فاعل میں لفظی و معنوی فرق بھی ہے۔ (تخلیہ مفتاح الصرف، ص:۹۰/۹۱، المصباح المنیر، ص: ۴۲)

☆......جب فعل متعدی سے صفت مشبہ بناتے ہیں تو اس وقت اس کو باب لازم میں لے جاتے ہیں کیونکہ صفت مشبہ سے متعدی نہیں آتا۔ (توضیحات)

صفت مشبہ کے اوزان کی تعداد

☆......اوزان صفت مشبہ بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، صاحب فصول اکبری نے دوسو تینتالیس وزن بیان کئے ہیں۔ مگر صاحب علم الصیغہ نے صرف

۲۳ (تیئیس) مشہور اوزان پر اکتفاء کیا ہے۔ (فیوض عثمانی ص:۴۳، علم الصیغہ)

اسمِ فاعل اور صفتِ مشبہ میں فرق: اسم فاعل اور صفتِ مشبہ میں کئی طرح کا فرق بیان کیا جاتا ہے (الف) صفتِ مشبہ صرف فعلِ لازم سے بنتی ہے، بخلاف اسم فاعل کے کہ وہ فعلِ لازم ومتعدی دونوں سے بنتا ہے (ب) اسمِ فاعل کے عمل کرنے کیلئے اس کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا ضروری ہے اور صفتِ مشبہ کیلئے حال یا استقبال کے معنی میں ہونا ضروری نہیں ہے (ج) اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے اور صفت مشبہ دوام پر دلالت کرتی ہے۔ (تخلیۃ الاسیر شرح نحو میر ص: ۱۵۶، معارف الصرف شرح ارشاد الصرف، ص: ۴۵)

بحث اوزانِ مبالغہ

☆......اوزانِ مبالغہ سماعی ہیں، اور صرف ثلاثی مجرد سے آتے ہیں، مگر (ا) بعض الفاظ مبالغہ میں تاء تانیث کیلئے نہیں بلکہ تاکید کیلئے ہے جیسے عَلَّامَةٌ و فَهَّامَةٌ۔ (ب) اگر فعیل بمعنی مفعول ہو تو موصوف کے ساتھ مذکر ومؤنث میں ایک ہی حالت ہوگی، جیسے: زَيْدٌ قَتِيلٌ وَ آتَتْ إمْرَأةٌ، اور بغیر موصوف کے فرق کیا جائے گا جیسے: جَاءَ حَبِيبٌ وَحَبِيبَةٌ (ج) اگر فعول فاعل کے معنی میں ہو تو موصوف کے ساتھ مذکر ومؤنث دونوں میں ایک ہی جیسے ہوتے ہیں مثال: يَحْيىٰ الْبَتُوْلُ، مَرْيَمُ الْبَتُوْلُ. اور موصوف نہ ہو تو فرق کیا جائے گا جیسے: جَاءَ بَتُوْلٌ وَبَتُوْلَةٌ. اور اگر مفعول کے معنی میں ہو تو مذکر ومؤنث میں فرق کیا جائے گا خواہ موصوف ہو یا نہ ہو جیسے هٰذَا رَسُوْلٌ وَتِلْكَ رَسُوْلَةٌ وَجَاءَ رَسُوْلٌ وَرَسُوْلَةٌ. (مصباح اللغات، ص: ۹)

اوزانِ مبالغہ کتنے ہیں؟

مبالغہ کے اوزان بہت زیادہ ہیں، اور صاحب اصول اکبری نے ترپن (۵۳) بیان کئے مگر یہاں ہم اسم فاعل کے وہ اوزان، جو ثلاثی مجرد سے مبالغہ کیلئے مستعمل ہیں، بیان کررہے ہیں:

موزون	موزون بہ	معانی	موزون	موزون بہ	معانی
فَعِلٌ	حَذِرٌ	بہت ڈرنے والا	فَعِیْلٌ	عَلِیْمٌ	بہت جاننے والا
فَعُوْلٌ	غَفُوْرٌ	بہت بخشش کرنیوالا	فَعَّالٌ	عَلَّامٌ	بہت جاننے والا
فُعَّالٌ	قُطَّاعٌ	بہت کاٹنے والا	مُفَعَّلٌ	مُفَضَّلٌ	بہت فضیلت والا
مِفْعِیْلٌ	مِنْطِیْقٌ	بہت بولنے والا	فِعِّیْلٌ	شِرِّیْرٌ	بہت شرارت کرنیوالا
فُعَلَةٌ	ضُحَکَةٌ	بہت ہنسنے والا	فُعَّلٌ	قُلَّبٌ	تقلیب امور کا جاننے والا
فَاعُوْلٌ	فَارُوْقٌ	بہت فرق کرنیوالا۔	(فیوض عثمانی ص:۳۹)		

☆......مبالغہ کے مشہور اوزان یہ ہیں: (۱) فَعَّالٌ جیسے عَلَّامٌ وَنَصَّارٌ (۲) فَعَّالَةٌ، جیسے: عَلَّامَةٌ وفَهَّامَةٌ (۳) فِعِّیْلٌ جیسے صِدِّیْقٌ وغیرہ۔

اسم فاعل اور مبالغہ میں فرق: مبالغہ اسم فاعل کے حکم میں داخل ہے، لیکن دونوں میں لفظی ومعنوی فرق موجود ہے معنوی فرق یہ ہے کہ اسم فاعل کے اندر معنیٰ فاعلیت میں کوئی زیادتی مقصود نہیں ہوتی مگر مبالغہ کے اندر معنیٰ فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے مثلاً عالم جاننے والا اور علّام زیادہ جاننے والا۔ (تخلیۃ الاسیر شرح نحو میر اردو ص:۱۵۴، از مولانا حسین احمد ارکانی صاحب مدظلہ العالی، معارف الصرف، شرح ارشاد الصرف، ص:۴۶)

☆......مبالغہ، اسم فاعل کے حکم میں داخل ہے، دونوں میں لفظی فرق تو ہوگا یہی معنی

میں بھی فرق ہے کہ اسم فاعل میں معنی فاعلیت میں کوئی زیادتی مقصود نہیں ہوتی، اور مبالغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے، مثلاً عَالِمٌ (جاننے والا) عَلَّامٌ۔ (زیادہ جاننے والا) اور اوزانِ مبالغہ کو بعض شعراء نے اپنے شعر میں جمع کر دیا ہے۔

اوزانِ مبالغہ اشعار میں

مبالغ کالحذر رحمن بالمفضال منطیق ◦ رحیم مجزم ضحکة صبور ثم صلیق
عجاب والکبار وایضا کبار وعلام ◦ وقدوس وقیوم وکافة وفاروق
وتاء زید فیه لیس للتانیث خلهذا ◦ ولم یفرق بتاء فیه تذکیر وتانیثا

صاحب توضیحات فرماتے ہیں، اسم مبالغہ کے کل گیارہ صیغے ہیں: اور صیغۂ مبالغہ کے آخر میں کبھی تاء مبالغہ بھی بڑھائی جاتی ہے، جیسے: رَجُلٌ عَلَّامَةٌ، اِمْرَأَةٌ عَلَّامَةٌ۔ (توضیحات، ص:۲۹، تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۵۴)

بحث اسم ظرف

☆......اسم ظرف کا صیغہ مفتوح العین و مضموم العین اور ناقص سے مطلقاً (وہ کلمہ جس میں حرف علت اور حرکت چاہے ضمہ یا فتحہ یا کسرہ ہو) مَفْعَلٌ کے وزن پر آئے گا جیسے یَفْتَحُ سے مَفْتَحٌ اور یَنْصُرُ سے مَنْصَرٌ اور یَرْمِیْ سے مَرْمًی ہے۔ اور مکسور العین ومثال سے مطلقاً مَفْعِلٌ کے وزن پر آئے گا جیسے یَضْرِبُ سے مَضْرِبٌ اور یَوْقِعُ سے مَوْقِعٌ آتا ہے۔ اور جس مضارع کا لام کلمہ مشدد ہو اس کا عین کلمہ مکسور ہونے کی صورت میں اسم ظرف مفعل کے وزن پر آئے گا جیسے حَلَّ یَحِلُّ سے اسم ظرف مَحِلٌّ آتا ہے جیسے قرآن میں ہے حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ۔ اور دفع رنج، شرح گنج میں اسم ظرف کی تعریف یوں لکھی ہے کہ اسم ظرف جو صدور فعل کی جگہ یا صدور

فعل کے وقت پر دلالت کرے، مفتوح العین، مضموم العین اور ناقص سے مطلقاً مَفْعَلٌ اور مکسور العین و مثال سے مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ (علم الصیغہ مترجم، ص:۲۴)

☆...... اوزان اسم ظرف پر ایک شعر

ظرف یَفْعِلُ مَفْعِلٌ است اِلّا زناقص اے کمال

غیر یَفْعِلُ مَفْعَلٌ آید دائما الامثال

بحث اسم تفضیل

☆...... اسم تفضیل کا استعمال بر سہ وجہ مع مثال: (۱) باضافت جیسے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ. (۲) من کے ساتھ جیسے: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۳) الف اور لام کے ساتھ، جیسے: زَيْدٌ هُوَ الْاَفْضَلُ۔ البتہ اگر مفضل علیہ قرینہ سے معلوم ہو تو مفضل علیہ کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ. میں مفضل علیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ صیغۂ مبالغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی فی حد ذاتہ مقصود ہوتی ہے کسی دوسرے کی طرف اس میں نظر نہیں ہوتی جیسے: ضَرَّابٌ (زیادہ مارنے والا) طَوَّالٌ زیادہ لمبا (وغیرہ) اور اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو بہ نسبت دوسرے کے زیادتی معنی فاعلیت پر دلالت کرے، جیسے: اَضْرَبُ مِنْ زَيْدٍ (زید سے زیادہ مارنے والا)۔ (علم الصیغہ مترجم ص:۴۷/ و تآرب الطلبہ ۸۹)

بحث افعال تعجب

☆...... افعال تعجب۔ ثلاثی مجرد کے آٹھ بابوں کے ہر مصدر سے افعال تعجب کے دو صیغے نکلتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ یہ نکلتے تو ہیں ثلاثی مجرد سے مگر وزن ان کا باب

افعال سے ہے جیسے: اَحْسَنَ وَاَحْسِنْ (۱) جس میں پہلا ماضی ہے دوسرا امر کا صیغہ ہے (۲) اور یہ بھی تعجب ہے کہ ایک خبر ہے دوسرا اس میں انشاء ہے، مگر معنی میں دونوں خبر ہیں (۳) اور آپ کیلئے یہ بھی باعث تعجب ہوگا کہ نحو میر میں دو فعل تعجب کی مثال: مَا اَفْعَلَهٗ و اَفْعِلْ بِهٖ سے دی گئی ہیں مگر یہاں ہم نے اَفْعَلَ وَاَفْعِلْ سے دی گئی ہیں لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور دراصل فعل تعجب کے صیغے یہی ہیں۔ (اَفْعَلَ وَاَفْعِلْ) ہے، اور باقی رہے، مَا اَفْعَلَهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ۔ یہ اور وجہ سے یعنی ضمیر کی وجہ سے بڑھائے گئے ہیں۔ (ملخص از ہدیہ صغیر شرح نحو میر، ص: ۱۰۶،۷)

☆...... اَكْرِمْ بِهٖ: یہ صیغہ تعجب ہے، تعجب کیلئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں (۱) مَا اَفْعَلَ (۲) اَفْعِلْ بِهٖ جیسے: مَا اَحْسَنَ الْعِلْمُ، اَكْرِمْ بِدِيْنَارٍ۔ ان دونوں صیغوں کے وزن پر فعل تعجب بنانے کیلئے چند شرطیں ہیں (۱) وہ فعل ثلاثی مجرد ہو، مزید سے نہیں آئے گا، (۲) مثبت ہو، منفی سے فعل تعجب نہیں بنتا (۳) معلوم ہو مجہول سے نہیں آتا (۴) تام ہو، ناقص سے نہیں آتا، (۵) اس فعل سے صفت مشبہ کا صیغہ "اَفْعَلَ" کے وزن پر نہ آتا ہو جیسے اَحْمَرَ، اَكْحَلَ۔ یہ شرطیں پائی جائیں گی تو مذکورہ دو وزنوں پر صیغہ تعجب بنایا جاسکتا ہے، بصورت دیگر معنی تعجب کی تعبیر کا طریقہ یہ ہے کہ "اَشَدَّ" یا "اَكْثَرَ" کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب لایا جائے جیسے: مَا اَشَدَّ اِيْمَانَهٗ، مَا اَكْثَرَ ابْتِهَاجَهٗ، یا "اَفْعَلَ" کے بعد اس مصدر کو باز ائدہ کے ساتھ مجرور لایا جائے، جیسے: اَبْلَغْ بِعَوَرِهٖ، اَشْدَدْ بِكُحْلِهٖ۔

مَا اَحْسَنَ زَيْدًا مَا بمعنی اَیُّ شَيْءٍ مبتدا ہے، اَحْسَنَ زَيْدًا خبر ہے لفظی ترجمہ ہے کس چیز نے زید کو حسین بنایا۔ یہ ترکیب لغت کی بناء پر کی جاتی ہے، انشاء تعجب میں یہ اعراب مقصود نہیں ہوتا، چنانچہ ترجمہ اس ترکیب کے مطابق نہ ہوگا بلکہ

ہر زبان میں تعجب کیلئے جو صیغہ استعمال ہوگا اسی سے اس کا ترجمہ کیا جائے گا چنانچہ مَـا أَحْسَـنَ الْعِلْمُ کا ترجمہ ہوگا، کیا ہی اچھا ہے علم۔ سوال بظاہر سبب حسن سے ہے لیکن مقصود نہ سوال ہے اور نہ ہی جواب کی طلب ہے۔ (درس مقامات، ص:۴۶، ۱۴۷)

فعل کے متعدی بنانے کا طریقہ

☆ ...... جو افعال بلا واسطہ متعدی ہوتے ہیں ان کو کبھی ''ب'' کے واسطہ سے بھی متعدی کردیا جاتا ہے، لیکن معنی میں فرق ہوگا چنانچہ جب ''ب'' کا واسطہ نہ ہو تو ''کل'' مراد ہوگا اور جب ''ب'' حرف کے ساتھ متعدی ہو تو مفعول میں ''بعض'' مراد ہوگا اور اس کی مفعولیت میں کوئی اور بھی شریک ہوگا جیسے احادیث میں ہے۔ کَانَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ بِقٓ O وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ، یا۔ وَیَقْرَأُ بِالطُّوْرِ۔ وغیرہ۔

(درس ترمذی، ص:۵۰۹ ج۱)

متفرق افعال کی بحث

☆ ...... جملہ افعال متصرفہ سے مراد وہ افعال ہیں جن سے تمام صیغے: ماضی، مضارع، امر اور نہی کے نکلتے ہیں۔ (فیوض عثمانی، ص:۹۳)

☆ ...... افعال غیر متصرفہ چار ہیں: نِعْمَ، بِئْسَ، کَادَ، عَسٰی۔ (فیوض عثمانی، ص:۹۳)

☆ ...... مہموز اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں۔ ہمزہ دیا ہوا۔ (فیوض عثمانی ۹۳)

☆ ...... معتل اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی لغت میں بیمار ہے۔ (فیوض عثمانی)

☆ ...... جَیِّدٌ: یہ جَوَادٌ سے ہے، جو جَیَادٌ ہوا، اس کی اصل جَوَادٌ ہے بمعنی نیکو، یا جَیِّدٌ اصل میں جَیْوِدٌ تھا، سَیِّدٌ کے قاعدہ سے تعلیل ہوئی ہے۔ (فیوض عثمانی، ص:۱۳۵)

☆......تَارَةً: یہ اصل میں تَوْرَةٌ تھا اس کے معنی ہیں ایک بار۔ (فیوض عثمانی ص:۲۱۳)

☆......اسمائے افعال کل نو ہیں ان میں چھ امر حاضر کے معنی میں ہیں اور تین بمعنی ماضی ہیں۔ ان میں "ھا" جو بمعنی خذ ہے یہ تین طرح استعمال ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح "ھاء" ہے جیسے: هَاؤُمُ اقْرَأُوْا كِتَابِيَهْ. (کتاب النحو ص:۴۷)

قاعدہ:...... مذکورہ نو اسمائے افعال کے علاوہ چند اور اسم بھی اسمائے افعال کے معنی دیتے ہیں جیسے: آمین بمعنی استجب. مه بمعنی اکفف، صه. بمعنی اُسْكُتْ. فَقَط۔ بمعنی اکتف. الیک. اُبْعُدْعَنِّيْ. عَلَيَّ بِهٖ، جِئْ بِهٖ. هَاتِ. اَعْطِ. وغیرہ.

☆......ایک نحوی کا قول ہے کہ "ھات" یہ اصل میں "آتِ" ہے جو آتی یُؤْتِي سے ہے اور واحد، تثنیہ، جمع کے صیغے استعمال ہوتے ہیں: جیسے: هَاتِ، هَاتِيَا، هَاتُوْا جیسے: قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. (کتاب النحو، ص:۴۷)

☆......جمہور نحوی "مذ و منذ" کو ترکیب میں مبتدا اور اس کے مابعد کو خبر کہتے ہیں۔ (کتاب النحو ص:۵۱)

☆......لَيْسَ اصل میں لَيِسَ تھا، کثرت استعمال سے لَيْسَ ہو گیا ہے۔ ماضی کے علاوہ اس سے کوئی فعل استعمال نہیں ہوتا۔ (کتاب النحو ص:۲۲)

بحث افعال مقاربہ

قاعدہ:۔ طَفِقَ، جَعَلَ، اَخَذَ بھی افعال مقاربہ ہیں اور یہ مضارع پر آتے ہیں جیسے: وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ. (کتاب النحو ص:۲۳)

☆......امام ابن مالک نحویؒ نے تسہیل میں لکھا ہے کہ بعض افعال مقاربہ شروع کے معنی دینے کیلئے آتے ہیں جیسے: جَعَلَ طَفِقَ، اَخَذَ، عَلِقَ اَنْشَأَ، هَبَّ، قَامَ وغیرہ۔

(تیسیر النحو، ص:۱۹۵)

☆......افعال مقاربہ مشہور چار ہیں: کاد، کرب، أوشک، عسی اور یہ حقیقت میں سات ہیں باقی تین یہ ہیں: (۱) جعل (۲) أخذ (۳) طفق اور یہ تینوں شروع کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں. (تخلية الاسير، ص: ۱۴۰، بدر منیر، ۹۸)

بحث افعال قلوب

☆......افعال قلوب کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ ہیں جو صرف یقین کیلئے آتے ہیں، جیسے: وَجَدَ، تَعَلَّمَ.

(۲) وہ ہیں جو صرف ظن ورجحان کیلئے آتے ہیں، اس کے پانچ فعل ہیں جیسے جَعَلَ، حَجَا، عَدَّ، زَعَمَ، هَبْ۔ (النحو الیسیر شرح نحومیر)

صلات افعال کا بیان

☆......جب استویٰ فعل کا صلہ "إلـــی" آتا ہے تو اس وقت "استـــویٰ" کا معنی ہوتا ہے متوجہ ہونا، جیسے: قَوْلُهٗ تَعَالىٰ: ثُمَّ اسْتَوىٰ إِلَى السَّمَاءِ ۔ لیکن جب استویٰ فعل کا صلہ "علیٰ" آتا ہے تو ستویٰ کا معنی قائم ہونا یا نظام سنبھالنا، یا نگرانی کرنا ہوتا ہے جیسے: قوله تعالىٰ: ثُمَّ اسْتَوىٰ عَلَى الْعَرْشِ. یعنی پھر عرش پر قائم ہوا یا نظام سنبھالا۔ (القرآن)

☆......عربی میں رکب فعل کا صلہ "علی" بھی آتا ہے اور "من" بھی آتا ہے جیسے: لِتَرْكَبُوْا عَلَيْهَا أَوْ مِنْهَا. (معلم الانشا اول)

☆......قال کا صلہ لام آتا ہے اور سَمِعَ، سَألَ، دَخَلَ، سَكَنَ اور ظَلَمَ بغیر صلہ کے

استعمال ہوتے ہیں جیسے: قَوْلُهُ تعالیٰ: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ، قُلْتُ لِزَيْدٍ، وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ، سَمِعْتُ زَيْدًا، إِنْ يَسْئَلْكُمُوْهَا، رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا، اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ، اُسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ. فُلَانٌ ظَلَمَ. (القرآن، معلم الانشاء اول)

☆...... علم کے بعد جو اَنْ ہے وہ درحقیقت اَن ناصبہ نہیں، بلکہ وہ دراصل اَنَّ تھا۔ جس کو ساکن کر کے مخفف بنادیا گیا، جیسے: عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ میں اَنْ دراصل اَنَّ ہی ہے جس طرح عِلم کے بعد اَنْ. اَنْ مخففہ ہوتا ہے ایسا ہی دیگر صیغوں میں جو علم ویقین پر دلالت کرنے والے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً: رؤیت۔ وجدان، یقین، تبیین، تحقیق، انکشاف، ظہور اور شہادت کے بعد جو اَنْ واقع ہوگا وہ بھی مخففہ من المثقلہ ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۱۴۸)

اقسام فعل

فعل کی دو قسمیں ہیں متعدی ہوگا یا لازم:

(۱) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد متعدی ہو صناعت پر دال نہ ہو تو اس کا مصدر فَعْلٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: اَخَذَ اَخْذًا، حَمِدَ حَمْدًا، فَتَحَ فَتْحًا چاہے مفتوح العین ہو یا مکسور العین ہو (۲) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد متعدی ہو اور اس میں صناعت کے معنی پائے جاتے ہوں تو اس کا مصدر فِعَالَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: صَاغَ صِيَاغَةً خَاطَ خِيَاطَةً حَاكَ حِيَاكَةً.

فعل ثلاثی مجرد متعدی ہمیشہ مفتوح العین یا مکسور العین ہوگا، مضموم العین کبھی متعدی نہیں ہوتا بلکہ لازم ہوتا ہے جیسے: حَسُنَ، ظَرُفَ.

(۲) ......(الف) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو، مکسور العین ہو، لون اور رنگ پر دال نہ ہو اس میں حسی کوشش اور جہد کا دخل بھی نہ ہو۔ دوام اور ثبات پر بھی دلالت نہ کرتا ہو تو اس کا مصدر فَعَلٌ کے وزن پر ہوگا تَعِبَ تَعَبًا. جَزِعَ جَزَعاً. وَجِعَ وَجَعًا (ب) اگر لون ورنگ پر دلالت کر رہا ہو تو اس کا مصدر فُعْلَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: سَمِرَ سُمْرَةٌ ، خَضِرَ خُضْرَةٌ. (ج) اگر حسی کوشش اور جہد پر دلالت کرتا ہے تو اس کا مصدر فُعُوْلٌ کے وزن پر ہوگا، جیسے: قَدِمَ قُدُوْمًا. صَعِدَ صُعُوْدًا لَصِقَ لُصُوْقًا۔ (د) اگر دوام اور ثبات پر دال ہو تو اس کا مصدر فُعُوْلَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: يَبِسَ يُبُوْسَةٌ.

(۳) ......(الف) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو مفتوح العین اجوف نہ ہو انکار اور امتناع پر دال نہ ہو اور اس میں حرکت و تنقل کے معنی بھی نہ پائے جاتے ہوں۔ اسی طرح مرض، سیر، صوت اور حرفت وولایت پر دال نہ ہو تو اس کا مصدر فُعُوْلٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: قَعَدَ قُعُوْدًا، رَكَعَ رُكُوْعاً (ب) اگر اجوف ہو تو اس کا مصدر فَعْلٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: نَامَ نَوْمًا، صَامَ صَوْمًا یا فِعَالٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: صَامَ صِيَاماً . قَامَ قِيَاماً (ج) اگر انکار و امتناع پر دال ہو تو اس کا مصدر فِعَالٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: نَفَرَ نِفَارًا، شَرَدَ شِرَادًا، جَمَحَ جِمَاحًا .(د) اگر حرکت و تنقل پر دال ہو تو اس کا مصدر فَعَلَانٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: طَافَ طَوَفَانًا، جَالَ جَوَلَانًا غَلَى غَلَيَانًا (ہ) اگر مرض پر دال ہو تو اس کا مصدر فُعَالٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: سَعَلَ سُعَالًا. زَعَفَ زُعَافًا (و) اگر سیر پر دال ہو تو اس کا مصدر فَعِيْلٌ کے وزن پر ہوگا، جیسے: رَحَلَ رَحِيْلًا۔ (ز) اگر آواز کی کسی قسم پر دال ہو تو فَعِيْلٌ اور فُعَالٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: صَرَخَ صَرِيْخًا صُرَاخًا. نَعَبَ نَعِيْبًا و نُعَابًا (ح) اگر حرفت وولایت پر دال ہو تو مصدر فِعَالَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: تَجَرَ تِجَارَةٌ.

(۴) ......(الف) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو، مضموم العین ہو تو اگر صفت مشبہ

فَعِيْلٌ کے وزن پر ہو تو مصدر فَعَالَۃٌ کے وزن پر ہوگا، جیسے: مَلُحَ فھو مَلِیْحٌ مصدر مَلَاحَۃ، ظَرُفَ فھو ظَرِیْفٌ مصدر ظَرَافَۃ. (ب) اگر صفت مشبہ فَعْلٌ کے وزن پر ہو تو مصدر فُعُوْلَۃٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: سَھُلَ فھو سَھْلٌ مصدر سُھُوْلَۃ. عَذُبَ فھو عَذْبٌ مصدر عُذُوْبَۃ۔ (مقدمہ درس مقامات بتغیر)

کوئی فعل غیر عامل نہیں

☆...... جتنے بھی حروف ہیں وہ ان کی قسمیں ہیں: (۱) عاملہ (۲) غیر عاملہ۔ اسی طرح اسم کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) اسماء عاملہ (۲) اسماء غیر عاملہ، لیکن فعل میں کوئی فعل ایسا نہیں ہے جو غیر عامل ہو، افعال سب کے سب عاملہ ہیں۔ چاہے معروف ہوں یا مجہول، چاہے تام ہوں یا ناقص یا مدح ہوں یا ذم۔ یا فعل تعجب ہو یا فعل غیر تعجب چاہے فعل مقاربہ ہو یا فعل غیر مقاربہ چاہے وہ فعل لازم ہو یا متعدی۔ یہ تمام افعال ضرور عمل کریں گے اور اسی طرف مصنفِ نحو میر نے "بدانکہ ہیچ فعل غیر عامل نیست" کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

(ہدیہ صغیر، شرح نحو میر، ص: 85)

☆...... فعل تصییر: وہ فعل ہے جو ایک چیز کو اس کے اصلی حال سے پھیر دے، اور افعال تصییر یہ ہیں: صَیَّرَ، جَعَلَ، اِتَّخَذَ، خَلَقَ، تَرَکَ. اور یہ دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں، اور دونوں کو نصب دیتے ہیں۔ (تسہیل قواعد النحو، ص: 71)

☆...... تصییر اور صیرورت میں فرق: خاصیات ابواب میں یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں، لیکن عام طور پر دونوں کے معنی میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحب تذکرۃ العزیز لکھتے ہیں کہ صیرورۃ کے معنی ہیں: کَوْنُ الشيء صاحبَ الماخذ. اور تصییر کے معنی ہیں: جعلُ الشيء صاحبَ الماخذ. (تذکرۃ العزیز، ص: 42)

☆......معتل کی تین قسمیں ہیں: واوی، یائی، الفی۔ (اسعاد النحو، ۲۸)

☆......معتل الفی کی مثال جیسے: یَرْضٰی، وَیَخْشٰی ہے اس کا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، اور نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ، جزم بحذف حرف علت ہوتا ہے، جیسے: زَیْدٌ یَرْضٰی، زَیْدٌ یَخْشٰی. وَزَیْدٌ لَنْ یَّرْضٰی وَلَنْ یَّخْشٰی، زَیْدٌ لَمْ یَرْضَ. (باقی تفصیل کیلئے، اسعاد النحو، ص: ۲۸، ۲۹)

بحث "شبہ فعل"

☆......تعریف شبہ فعل: شبہ فعل وہ اسم ہے جو فعل کے ساتھ مادہ اور معنی مصدری میں شریک ہو اور شبہ فعل کل سات ہیں: (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم ظرف (۴) اسم آلہ (۵) اسم تفضیل (۶) صفت مشبہ (۷) مصدر۔ اور اس میں پہلی چھ اقسام کو اسم مشتق بھی کہتے ہیں۔ (ہدیہ شبیر، شرح نحو میر، ص: ۱۱۷)

اقسام "شبہ فعل"

☆......کل اقسام شبہ فعل یہ ہیں اسم فاعل، صفت مشبہ، مصدر، اسم فعل، اسم تفضیل اور اسم ظرف۔ (ہدیہ صغیر، شرح نحو میر، ص: ۸۹)

☆......جملہ فعلیہ کا آخری جز ہمیشہ اسم ہوا کرتا ہے نہ فعل ہوسکتا ہے اور نہ حرف۔ (مصباح المنیر، ص: ۱۴)

بحث ثلاثیات

اوزانِ اسمِ جامد ثلاثی مجرد کتنے ہیں؟

☆......اوزان اسم جامد ثلاثی مجرد: اسم جامد ثلاثی مجرد کے اوزان میں عقلی احتمالات

بارہ تھے۔یعنی حرکتیں: فا کلمہ میں ضمہ،فتحہ اور کسرہ۔باقی سکون بوجہ ابتدا محال ہے اور عین کلمہ میں چار احتمالات: ضمہ،فتحہ،کسرہ اور سکون۔لام کلمہ چونکہ محل اعراب ہے،لہذا اس کی حرکت کا اعتبار نہیں۔تو فا کلمہ کے تین احتمالوں کو عین کلمہ کے چار احتمالوں سے ضرب دینے سے بارہ احتمالات بنتے ہیں،مگر استعمال میں دس ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) فَعْلٌ جیسے فَلْسٌ (۲) فَعَلٌ جیسے فَرَسٌ (۳) فَعِلٌ جیسے کَتِفٌ (۴) فَعُلٌ جیسے عَضُدٌ (۵) فِعْلٌ جیسے: حِبْرٌ (۶) فِعَلٌ جیسے عِنَبٌ (۷) فِعِلٌ جیسے اِبِلٌ (۸) فُعْلٌ جیسے قُفْلٌ (۹) فُعَلٌ جیسے: صُرَدٌ (کنجشک). (۱۰) فُعُلٌ جیسے عُنُقٌ اور دو احتمال بوجہ ثقل استعمال نہیں ہوتے۔(الف) فُعِلٌ (ب) فِعُلٌ ہیں۔(مزید تفصیل کیلئے،کنز النوادر، وارشاد الصرف دیکھئے)

☆......<u>اسم ثلاثی مجرد کے اوزان</u>:......اگر ایک حرف زائد ہو تو اس کی مثال: حِمَارٌ بروزن فِعَالٌ۔اگر دو حرف زائد ہوں، جیسے: سُلْطَانٌ بروزن فُعْلَانٌ۔اگر تین حرف زائد ہوں اس کی مثال جیسے قَلَنْسُوَةٌ بروزن فَعَنْلُوَةٌ ہے۔اور اسم ثلاثی مجرد میں تین حرف اصلی اور چار حرف زائد کی اسماء جامد میں مثال ابتک نظر سے نہیں گزری،البتہ اسم مصدر تین حرف اصلی اور چار زائد کی مثال جیسے اِسْتِخْرَاجٌ بروزن اِسْتِفْعَالٌ ہے۔ (کنز النوادر،ص:۱۴)

☆......<u>اوزان اسم ثلاثی مجرد دس ہیں</u>: اسم ثلاثی مجرد کے دس اوزان ہیں: (۱) فَعْلٌ جیسے فَلْسٌ (پیسہ)۔(۲) فُعْلٌ مثال: قُفْلٌ (تالہ)۔(۳) فِعْلٌ مثال: حِبْرٌ (سیاہی)۔(۴) فَعَلٌ جیسے فَرَسٌ (گھوڑا)۔(۵) فَعُلٌ جیسے عَضُدٌ (بازو)۔(۶) فَعِلٌ جیسے کَتِفٌ (کندھا)۔ (۷) فِعَلٌ مثال: عِنَبٌ (انگور)۔(۸) فِعِلٌ جیسے اِبِلٌ (اونٹ)۔(۹) فُعَلٌ جیسے جُرَذٌ (چڑیا لٹو پرندہ)۔(۱۰) فُعُلٌ جیسے عُنُقٌ (گردن)۔(اظہار الصلف،ص:۲۹)

اوزانِ اسم جامد ثلاثی مزید فیہ کتنے ہیں؟

اوزانِ اسم جامد ثلاثی مزید فیہ:...... ثلاثی مزید فیہ اسم جامد محققین کے نزدیک غیر محدود ہیں، صرف امام سیبویہؒ نے اس کے تین سو آٹھ وزن بتلائے ہیں۔ (کنز النوادر، ص:۱۵)

☆...... اسم رباعی مجرد کے پانچ وزن ہیں: (۱) فَعْلَلٌ چوں جَعْفَرٌ (چھوٹی نہر، ندی، دودھ والی اونٹنی)۔ (۲) فِعْلِلٌ چوں زِبْرِجٌ (زینت، سونا، سرخ بادل)۔ (۳) فُعْلَلٌ چوں بُرْثُنٌ (شکاری جانوروں کا پنجہ)۔ (۴) فِعْلَلٌ چوں دِرْهَمٌ (ایک سکہ)۔ (۵) فِعَلٌّ چوں قِمَطْرٌ (کتاب رکھنے کا طاق، چھوٹے قد کا موٹا آدمی)۔ (إظهار الصدف، كنز النوادر، ص:۱۴)۔

اسم رباعی مجرد کی مثالیں:...... اگر ایک حرف زائد ہو اس کی مثال: صُنْدُوْقٌ بروزن فُعْلُوْلٌ. اگر دو حرف زائد ہوں تو اس کی مثال عَنْكَبُوْتٌ بروزن فَعْلَلُوْتٌ۔ اگر تین حروف زائد ہوں تو اس کی مثال: عَبُوْثَرَانٌ بروزن فَعُوْلَلَانٌ ہے۔ (کنز النوادر، ص:۱۴)

☆...... اسم خماسی مجرد کے چار اوزان ہیں: (۱) فَعَلَّلٌ چوں سَفَرْجَلٌ (بہی دانہ، ایک قسم کا میوہ)۔ (۲) فُعَلِّلٌ چوں قُذَعْمِلٌ (موٹا اونٹ)۔ (۳) فَعْلَلِلٌ چوں جَحْمَرِشٌ (بوڑھی عورت)۔ (۴) فِعْلَلٌّ چوں قِرْطَعْبٌ. (تھوڑی سی چیز)۔ (إظهار الصدف ص: ۲۹، ۳۰، وشرح علم الصيغه)

☆...... اور اسم خماسی مزید فیہ کے پانچ وزن ہیں: (۱) فَعْلَلُوْلٌ چوں عَضْرَفُوْطٌ. (چھپکلی، ایک چھوٹی قسم کا جانور)۔ (۲) فُعَلْلِيْلٌ چوں خُزَعْبِيْلٌ بمعنی باطل چیز یا ہنسانے والی باتیں۔ (۳) فِعْلَلُوْلٌ چوں قِرْطَبُوْسٌ بمعنی موٹی اونٹنی/ تیز رو اونٹنی۔ (۴) فَعَلَّلِي چوں قَبَعْثَرِي (موٹا یا بڑا اونٹ)۔ (۵) فَعْلَلِيْلٌ جیسے: خَنْدَرِيْسٌ.

(پرانی شراب)۔(إظهار الصدف، ص: ۳۰، تسہیل وتوضیحات، شرح علم الصیغہ)

ثلاثی، رباعی اور خماسی میں اول ضمہ کیوں؟

☆......ثُلَاثِيٌ یہ ثلاثۃ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثلاثی ہے ایسا ہی رُباعی کا حال ہے یہ اَرْبَعَةٌ کی طرف منسوب ہے۔اور خُمَاسِيٌ یہ خَمْسَةٌ کی طرف منسوب ہے۔(کنز النوادر، ص:۸)

☆......ثُلَاثِيٌ: (بضم الثاء) یہ ثلاثۃ (بفتح ثاء) کی طرف منسوب ہے یعنی ثلاثۃ کی نسبت کی وجہ سے ثُلاثی ہوگیا۔

☆......رُبَاعِيٌ: (بضم الراء) یہ اربعۃ کی طرف منسوب ہے یعنی نسبت کی وجہ سے یہ رُباعی ہوگیا۔

☆......خُمَاسِيٌ: (بضم الخاء) یہ خمسۃ کی طرف منسوب ہے اور نسبت کی وجہ سے یہ خُماسی ہوگیا۔(مزید تفصیل کیلئے دیکھیے، کنز النوادر في القوانين والمصادر، ص:۳)

☆......سوال: ثُلاثی، رباعی اور خماسی کی طرح سُداسی کیوں نہیں کہا؟

الجواب:۔(۱) ثقل سے بچنے کیلئے (۲) التباس سے بچنے کیلئے، کیونکہ کلمۂ صالح کی بناء میں کم سے کم تین حروف ہوتے ہیں، تو سُداسی کی صورت میں یا تو دو چھوٹے کلمے یا ایک بڑا کلمہ معلوم ہوگا، اسلئے سُداسی وغیرہ وضع نہیں کیا گیا۔(کنز النوادر، ص:۳)

سوال:......فعل متصرف تو دو ہیں، یعنی ثلاثی اور رباعی۔تو سوال یہ ہوتا ہے پھر واضعِ فعل نے خُماسی کیوں وضع نہیں کیا؟

جواب:...... اگر فعلِ خماسی وضع کیا جاتا تو جب ضمیر مرفوع متصل لاحق ہوتی تو وہی دو خرابیاں لازم آتیں، جو کہ اسمِ سُداسی کو وضع کرنے میں لازم آتی تھیں۔(کنز النوادر، ص:۳)

فعل رباعی:...... جیسے بَعْثَرَ۔ اگر ایک حرف زائد ہو تو جیسے تَدَحْرَجَ بروزن تَفَعْلَلَ۔ اگر دو حرف زائد ہوں، جیسے: اِحْرَنْجَمَ بروزن اِفْعَنْلَلَ۔ (کنز النوادر، ص:۱۴)

افعال واسماء میں کتنے حروف کی گنجائش ہے؟

قاعدہ:...... فعلوں میں حروف اصلی وزوائد ملکر کل چھ تک ہو سکتے ہیں اور اسموں میں سات تک کی گنجائش ہیں۔ (لیکن سات سے مراد ماسوائے تانیث و یائے نسبت اور یائے تصغیر کے ہیں اور علامت تثنیہ وجمع وغیرہ بھی ہیں، یعنی ان کے علاوہ سات حروف مراد ہیں۔ (کنز النوادر، ص:۷)

☆...... سوال: باب افتعال میں تاء کے ساتھ ہمزہ بھی زائد ہے پھر اس کو علامت باب میں کیوں ذکر نہیں کیا؟

☆...... الجواب: (۱) یہاں مصنف علم الصیغہ کا مقصود ابواب کی ایسی علامات بیان کرنا ہے کہ ان کے ذریعہ ہر باب باقی تمام ابواب سے ممتاز ہو جائے۔ (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ کے بیان سابق سے یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ ان ابواب کے شروع میں ہمزۂ وصل زائدہ ہوتا ہے لہذا دوبارہ تصریح کی حاجت نہیں رہی۔ (حاشیہ ترجمہ علم الصیغہ، ص:۴۰)

ہر مصدر سے کتنی چیزیں مشتق ہوتی ہیں؟

☆...... ہر مصدر سے بارہ چیزوں کے اشتقاق کی بات صرف مبتدیوں کی سہولت کیلئے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے آٹھ چیزیں مشتق ہیں، تین فعل، پانچ اسماء۔ یعنی فعل ماضی، مضارع اور امر اور پانچ اسماء: اسم فاعل، اسم مفعول، اسم ظرف، اسم آلہ اور اسم تفضیل۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے چھ چیزیں مشتق ہیں، تین فعل یعنی ماضی، مضارع

اورامراورتین اسماء یعنی اسم فاعل ،اسم مفعول اوراسم ظرف ۔(کنزالنوادر،ص:۲۴)

☆......جومصدرفَعْلٌ کےوزن پرہواس کےفاءکلمہ کاواؤحذف ہوجاتا ہےاورعین کلمہ کو کسرہ دیکرآخرمیں تاء بڑھادیتے ہیں۔مگرمضارع مفتوح العین کےمصدرمیں کبھی فتحہ بھی دیتے ہیں جیسے:عِدَةٌ،زِنَةٌ،سَعَةٌیہ اصل میں وَعْدٌ وَزْنٌ اوروَسْعٌ ہے۔(ترجمہ علم الصیغہ،ص:۵۸)

☆...... تفعيل فعّلَ کامصدرہےجیسے قبّل تقبیلاً . اورمصدر تفعیل ،تفعلة کے وزن پربھی آتا ہےمگرکم جیسے:وسّع توسعةً،قدّم تقدمةً ۔اگرمہموزاللام ہوتوتفعلة کےوزن پرزیادہ آتا ہےاورتفعیل کےوزن پرکم آتا ہے،جیسے:نبّاء تنبئة وطّأ توطئةً، هنّأتهنئة. اوراگرناقص ہوتوصرف تفعلة کےوزن پرآئےگاجیسے:حلّی تحلية، زکّی تزکية ۔اوراگراجوف ہوتوصرف تفعیل کےوزن پرآئےگاجیسےقوّمَ تقويما،سوَّدَتَسْوِيْدًا۔(مصباح اللغات،ص:۷)

☆......باب مفاعلہ کامصدرفِعَالٌ وَمُفَاعَلَةٌ کےوزن پربھی آتا ہےلیکن جن مادوں (مواد)میں فاءکلمہ یاءہووہاں مفاعلہ کاوزن متعین ہےجیسے:یَاسَرَ مُیَاسَرَةً، یَامَنَ سے مُیَامَنَةً،اوریَاوَمَ سےمُیَاوَمَةً اوریِوَامًا شاذ ہے۔(مصباح اللغات،ص:۷)

☆......باب افعال کامصدرافعال کےوزن پرآتا ہےجیسےاَکْرَمَ سےاِکْرَامًا لیکن اگرعین کلمہ میں حرف علت ہوتواس کی حرکت ماقبل کونقل کرکےالف سے بدل دیتے ہیں ۔دوالف کےجمع ہونے کی وجہ سےایک کوحذف کردیتے ہیں اوراس کےعوض میں آخرمیں تاءبڑھادیتے ہیں جیسے:اَمَاتَ سے اِمَاتَةً،اَغَاثَ سےاِغَاثَةًاوراَشَارَ سے اِشَارَةً وغیرہ.(مصباح اللغات،ص:۷)

☆......باب تفعّل کامصدرتفعّل ہےاورتفاعل کامصدربھی تفاعل کےوزن پرآتا ہے

لیکن ان دونوں میں جب لام کلمہ حرف علت ہو تو یاء سے بدل کر ماقبل کو کسرہ دیتے ہیں جیسے تانی سے تانیا، تقاضي سے تقاضیا ۔ (مصباح، ص:۷)

☆......باب استفعال کا مصدر استفعال کے وزن پر آتا ہے لیکن اگر عین کلمہ حرف علت ہو تو الف سے بدل کر حذف کر دیتے ہیں اور آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے اِسْتَقَامَ سے اِسْتِقَامَةٌ ہے۔ (مصباح اللغات، ص:۷)

واحد کی تین قسمیں

☆......جاننا چاہئے کہ واحد کی تین قسمیں ہیں: (۱) حقیقی: جو لفظاً و معنیً دونوں اعتبار سے واحد ہو، جیسے: رجل اس کی جمع رجالٌ آتی ہے۔ (۲) واحد صوری: جو صرف لفظاً واحد ہو نہ کہ معنیً، جیسے: قَوْمٌ (۳) واحد معنوی، جو صرف معنیً واحد ہو نہ کہ لفظاً، جیسے: عِشْـرُوْنَ ۔ تثنیہ اور جمع کی بھی اسی طرح تین تین قسمیں ہیں۔ (دیکھئے مسارب الطلبہ، ص:۵،۴،۱۰)

☆......باب فعلل کا مصدر فَعْلَلَةٌ اور فِعْلَالٌ ہے جیسے دَحْرَجَ سے دَحْرَجَةٌ و دِحْرَاجًا ہے۔ دوسرا وزن صرف مضاعف ہونے کی صورت میں قیاسی ہے ورنہ سماعی ہے جیسے: وَسْوَسَ سے وَسْوَسَةٌ و وِسْوَاسًا ہے۔ (مقدمہ مصباح، ص:۷)

☆......اگر عدد معدود میں سے عدد مقدم ہو تو وہاں ترکیب اضافی ہوگی، جیسے: ثَـلٰثَةُ اَقْسَامٍ ۔ اور اگر عدد مؤخر ہو تو مرکب توصیفی ہوگا، جیسے: فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ ۔ (مولانا سلطان احمد مفتی اعظم ارکان۔ ناقل مفتی علی احمد قاسمی صاحب)

لامشبہ بلیس تین جگہ عمل نہیں کرتا

☆......یاد رہے کہ تین جگہ میں لامشبہ بلیس عمل نہیں کرتا، بلکہ عمل باطل ہو جاتا

ہے: (۱) اگر لا کی خبر، لا کے اسم پر مقدم ہو جبکہ ظرف نہ ہو، جیسے: لَاقَـائِـمٌ زَیْدٌ۔ (۲) اگر لا کے بعد إِلَّا استثنائیہ ہو، جیسے: لَازَیْـدٌ إِلَّاقَـائِمٌ۔ (۳) اگر لا کے اسم وخبر دونوں معرفہ ہو، جیسے: لَازَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْکَ.

چھ جگہ ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے

☆...... اسی طرح چھ جگہ میں ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے؛ (الف) اگر شروع میں إِنْ نافیہ داخل ہو، جیسے: إِنْ مَازَیْدٌ قَائِمٌ (ب) اگر ما کا تکرار ہو، جیسے: مَامَا زَیْـدٌ قَائِمٌ (ج) اگر ما کی خبر سے مثبت بدل واقع ہو، جیسے: مَـازَیْـدٌ بِشَیْءٍ إِلَّاقَائِمٌ (د) اگر ما کے بعد إِلَّا استثنائیہ ہو، جیسے: مَازَیْدٌ إِلَّا قَائِمٌ (ھ) اگر ما کی خبر، ما کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَـاقَـائِمٌ زَیْدٌ (و) اگر ما کا معمول خبر ما کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَاطَعَامُکَ زَیْدٌ اٰکِلٌ أي اٰکِلٌ طَعَامَکَ ۔ (مآرب الطلبہ ص:۵۶)

☆...... جو اسم مؤنث کا علم ہو اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آئے گی جیسے: زَیْـنَـبُ کی جمع زینبات اور مریم کی جمع مریمات ہے۔

☆...... اسی طرح ہر وہ مصدر جو تین سے زائد حرف رکھتا ہو، اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آئے گی، جیسے: تعریف کی جمع تعریفات امتیاز کی جمع امتیازات، اور اختیار کی جمع اختیارات۔ (یہ جمع سالم کی قسمیں ہیں)

☆...... ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف تانیث (مقصورہ یا ممدودہ) ہو اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آئے گی، جیسے: صحراء کی جمع صحراوات، حمی کی جمع حمیات۔

☆...... یاد رہے کہ اسم جمع اور شبہ جمع کی جمع بھی آ سکتی ہے، جیسے: قَوْمٌ کی جمع اَقْوَامٌ،

جَیْشٌ کی جمع جُیُوْشٌ، ثوب کی جمع اثواب، وغیرہ۔ (مقدمات علوم درسیہ)

☆......لِزَیْدًا: یہاں لام حرف جار نہیں بلکہ وہ صیغہ امر ہے بروزن "قِ" ولایۃ (مصدر) سے ہے، اور لفظ زیدا اس کا مفعول بہ ہے، تو معنیٰ ہوا کہ اے مخاطب! تو زید کا متولی بن جا۔ (فرائد منثورہ در تحقیقات کلمات مستورہ: ۴۶)

☆......واضح ہو کہ مشہور قاعدہ ہے: کُلُّ جَمْعٍ فِيْ حُکْمِ التَّانِیْثِ (ہر جمع مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے) مگر یہ مخفی نہ رہے کہ ہر وہ جمع جس کے حرف اس کے واحد سے کم ہوں، جیسے: نفح نفحۃ سے، کتب کتاب سے، ھکذا حِکَم، عِلَل، مِلَل، اُمَم، سُنَن، رُسُل وغیرھا۔ تو اس قسم کی جمع میں تذکیر لانا بھی جائز ہے، مثال، قَالَ تَعَالیٰ: ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾. (مآرب الطلبہ، ص: ۹۲)

عربی کلام میں "ن" کی آٹھ قسمیں ہیں

عربی کلام میں نون کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) نون اعرابی (۲) نون جمع (۳) نون وقایہ جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ (۴) نون تنوین، جیسے: اَصَابَنْ (۵) نون اصلی جیسے: نَصَرَ میں (۶) نون علامتِ مضارع جیسے نفعل میں (۷) نون ثقیلہ جیسے: لیفعلنّ (۸) نون خفیفہ جیسے لیفعلنْ۔ (مآرب الطلبہ ص: ۸۸، ۸۷)

نون اعرابی اور نون جمع کا فرق

خوب یاد رکھیں کہ فعل مضارع میں دو قسم کا نون داخل ہوتا ہے (۱) نون جمع (۲) نون اعرابی۔ اب نون جمع اور نون اعرابی کے اندر پانچ اعتبار سے فرق بیان کیا جاتا ہے (۱) نون جمع ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور نون اعرابی مفتوح ومکسور دونوں ہوگا

(ب) نون جمع مبنی ہے اور نون اعرابی معرب ہے (ج) نون اعرابی محذوف ہوسکتا ہے بخلاف نون جمع کے (د) نون اعرابی سے پہلے حرف علت کا ہونا ضروری ہے بخلاف نون جمع کے (ہ) نون جمع ضمیر اور علامت ہوسکتا ہے بخلاف نون اعرابی کے۔

(الفاظ مترادفہ کے درمیان فرق)

علاماتِ تانیث صرفیوں کے نزدیک آٹھ ہیں

☆......علاماتِ تانیث صرفیوں کے نزدیک آٹھ ہیں: چار فعل میں: (۱) تاء ساکنہ جیسے: ضَرَبَتْ (۲) نون مفتوحہ جیسے ضَرَبْنَ (۳) تاء متحرکہ مکسورہ جیسے: ضَرَبْتِ (۴) یاء ساکنہ جیسے: تَضْرِبِیْنَ۔ اور اسم میں چار علامات یہ ہیں: (۱) الف مقصورہ زائدہ جیسے: حُبْلٰی (۲) الف ممدودہ جیسے حَمْرَاءُ (۳) تاء متحرکہ جیسے ضَارِبَةٌ (۴) تاء مقدرہ جیسے اَرْضٌ کہ اصل میں اَرْضَةٌ تھا۔ (کنزالنوادر:۳۲، وشافیہ)

☆......اِمالہ کہتے ہیں الف کو یاء کی بو دے کر پڑھنا، نہ مکمل یاء ادا ہو بلکہ درمیان میں ہی رہے اور فتحہ ماقبل کو کسرہ کی طرح پڑھنا۔ نہ مکمل فتحہ پڑھا جائے نہ مکمل کسرہ، اس طرح کی ادائیگی کیلئے قراء حضرات کی جوتیاں سیدھی کرنی ہوں گی۔ اور مبنیات کے ان چھ کلموں میں امالہ ہوسکتا ہے جبکہ یہ کسی کے نام ہوں: مَتٰی، اَنّٰی، ذَا. یہ تین اسم ہیں۔ اور بَلٰی، یَا اور لَا یہ تین حرف ہیں۔ (کنزالنوادر:۳۲)

☆......وزن تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) صرفی (۲) صوری (۳) عروضی۔ اور صرفی وہ ہے جس میں تعداد حروف، سکنات، اصل اور زائد کا اعتبار ہو یعنی حروف اصلیہ کا مقابلہ اصلیہ سے ہو۔ زائدہ کا مقابل زائدہ سے۔ اور حرکت کا مقابلہ حرکت سے ہو، اور ساکن کا مقابلہ ساکن سے ہو، جیسے: ضَرَائِفُ بروزن فَعَائِلُ۔ اور وزن صوری وہ

ہے جس میں تعداد حروف، حرکات اور سکنات کا اعتبار ہو، اصل وزائد کا اعتبار نہ ہو، جیسے: شَرَائِفُ بروزن مَفَاعِلُ۔ اور وزن عروضی وہ ہے جس میں تعداد حروف کا اعتبار ہو، ساکن مقابل ساکن ہو، متحرک مقابل متحرک ہو، لیکن بعینہ وہی حرکت نہ ہو جو موزون میں ہے، جیسے: شَرِیْفٌ بروزن فَعُوْلٌ. (کنز النوادر، ص:۴۲)

☆......اَیْضًا: شرح تہذیب میں ہے "وَاَیْضًا اِنِ اتَّحَدَ مَعْنَاهُ" لفظ "ایضًا" یہ مختار قول کے مطابق باب ضرب سے ہے بمعنی رَجَعَ رَجْعًا ہے۔ اور "ایضًا" یہ آضَ فعل مقدر سے مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی آض ایضًا . یا اس فعل مقدر کی ضمیر مستتر سے حال ہے یعنی آضَ اَیْضًا بمعنی رَجَعَ حَالَ کَوْنِهٖ رَاجِعًا۔ (علمی جواہر پارے، ص:۱۰)

خاصیات ابواب

خاصیات، خاصیت کی جمع ہے۔ بمعنی خاص ہونا۔ جو مصدر مبنی للفاعل ہے، جیسے: ضاربیت وفاعلیت. اور خاصہ وخاصیت کے معنی، اصطلاح اہل صرف میں معانی ابواب ہیں۔ اور معانی ابواب سے مراد صرف نفس ابواب نہیں ہے بلکہ وہ معانی ہیں جو معانی ابواب کو لازم ہیں۔ اور شروع کے تین باب اکثر خصائص میں برابر ہیں یعنی تینوں بابوں میں ہر ایک زیادتی معنی میں برابر ہے، جس طرح باب نصر کے معنی کثیر آتے ہیں اسی طرح باب ضرب وسمع کے معنی بھی کثیر آتے ہیں، یا یہ تینوں باب اکثر معانی میں برابر ہیں یعنی جو معنی باب نصر میں آتا ہے وہ باب ضرب وسمع میں بھی آتا ہے۔ (فیوض عثمانی، ص:۶۷)

خاصیت باب نصر

باب نصر کے مصادر کے اوزان بہت زیادہ ہیں مگر جس مصدر کے عین کلمہ میں

واؤ ہوگا وہ اکثر باب نصر سے آئے گا، جیسے: اَلْقَوْلُ، اَلدُّخُوْلُ وغیرہ، لیکن مغالبہ صرف باب نصر کا خاصہ ہے۔ اور مغالبہ کہتے ہیں دو شخصوں میں سے ایک کا غلبہ ظاہر کرنے کیلئے اس باب کو باب مفاعلت کے بعد لائیں، جیسے خَاصَمَنِیْ زَیْدٌ فَخَصَمْتُہٗ (زید نے مجھ سے جھگڑا کیا، میں جھگڑے میں اس پر غالب آیا) دوسری مثال فعل مضارع کی یُخَاصِمُنِیْ زَیْدٌ فَاَخْصِمُہٗ ہے۔ (زید اور میں باہم جھگڑتے ہیں، میں جھگڑے میں اس پر غالب آتا ہوں) اور ناقص واوی اور اجوف واوی بھی صحیح کی مانند باب نصر سے لائیں گے اگرچہ وہ دوسرے باب سے ہوں، جیسے: یُضَارِبُنِیْ زَیْدٌ فَاَضْرِبُہٗ (مجھ میں اور زید میں مار پٹائی ہوتی ہے مگر میں پٹائی میں غالب آتا ہوں)۔

اس باب کے دیگر چند مصادر جو مستعمل ہیں اَلْعِبَادَۃُ: عبادت کرنا، پوجنا۔ اَلتَّرْکُ: چھوڑنا۔ اَلذَّبُّ: دور کرنا۔ اَلصَّبُّ: ڈالنا۔ اَلْمَدُّ: کھینچنا۔ اَلدُّعَاءُ وَ الدَّعْوَۃُ: بلانا۔

(فیوض عثمانی، علم الصیغہ مترجم، علم الصرف آخرین اور مصباح اللغات)

خاصیت باب ضرب

جو مصادر رنگ وعیب اور زیور کے معنی میں ہوں وہ اکثر باب ضرب سے مستعمل ہوتے وقت فُعْلَۃٌ بضم الفا اور سکون عین کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں، جیسے اُدْمَۃٌ سُمْرَۃٌ۔ دونوں کے معنی گیہوں کے رنگ کا ہونا۔ یہ دونوں باب ضرب سے مستعمل ہیں۔ اور اس باب کا خاصہ بھی مغالبہ ہے مگر جبکہ اجوف یائی ہو اور ناقص یائی ہو اور مغالبے کے بعد ذکر کریں جیسے بَایَعَنِیْ زَیْدٌ فَبِعْتُہٗ۔ (زید نے مجھ سے خرید وفروخت کی، میں اس سے خرید وفروخت میں بڑھ گیا)۔ اور بعض معتلات میں صیغہ مغالبہ کی بناء، باب ضرب سے آتا ہے مگر مثال واجوف یائی یعنی جبکہ فعل مذکور مثال واوی ہو

یا یائی یا اجوف یائی ہو یا ناقص یائی ہو تو صرف ان چار صورتوں میں اظہار مغالبہ کیلئے فعل کو باب ضرب سے لایا جائے گا۔ اس کے علاوہ مزید چند مصادر یہ ہیں:۔ اَلظُّلْمُ: ظلم کرنا۔ اَلْفَصْلُ: جدا کرنا۔ اَلْوِقَایَۃُ: حفاظت کرنا۔ اَلْمَجِیْءُ: آنا۔ اَلْاِتْیَانُ: آنا۔ اَلْغُفْرَانُ: مغفرت کرنا۔ اَلْاَیْدُ: قوی ہونا۔ اَلْاَوْیُ: جائے پناہ گرفتن۔ اَلْوَأْدُ: زندہ درگور کرنا۔ اَلْفِرَارُ: بھاگنا۔ (توضیحات، ص:۳۱، المصباح، علم الصرف آخرین، فیوض عثمانی)

خاصیت باب سمع

اسکے اکثر مصادر بیماری، رنج، خوشی، رنگ، عیب اور درد اور صورت جسمانی پر دلالت کرتے ہیں اور ان صفات کے الفاظ زیادہ تر اسی باب سے آتے ہیں، جیسے: سَقِمَ، مَرِضَ، حَزِنَ، فَزِعَ، کَدِرَ، عَوِرَ، بَلِجَ اور لون وعیب کے معنی میں ہونے والے الفاظ بھی اس باب سے زیادہ آتے ہیں اور یہ باب زیادہ تر لازم استعمال ہوتا ہے، متعدی کم، چند مزید مصادر یہ ہیں۔ اَلرِّضْوَانُ وَالرِّضٰی: خوش ہونا۔ اَلشُّرْبُ: پینا۔ اَللَّطْیُ: لپٹنا۔ اَلْمَسُّ: چھونا۔ اَلْخَشْیَۃُ: ڈرنا۔ اَلْوُسْعُ وَالسَّعَۃُ: گنجائش رکھنا۔

اور ان تینوں ابواب یعنی نصر، ضرب اور سمع کو اصول ابواب کہتے ہیں۔ کیونکہ ان تینوں ابواب میں ماضی اور مضارع دونوں کا عین کلمہ مختلف ہوتا ہے اور بقیہ ثلاثی مجرد کے تین بابوں میں ماضی، مضارع کا عین کلمہ متفق ہوتا ہے لہذا ان تینوں کو فروع ابواب کہتے ہیں۔

یا دوسری وجہ یہ ہے کہ اختلافِ معنی کے وقت اختلافِ حرکات کا ہونا ہی اصل ہے اور یہ ان تینوں بابوں میں پایا جاتا ہے، اس واسطے ان تینوں بابوں کے ماضی اور مضارع کے معنوں میں اختلاف ہے۔ اسی طرح ان میں عین ماضی کی حرکت، عین مضارع کے خلاف ہے۔ بخلاف باقی تین بابوں کے، کہ ان میں یہ بات پائی نہیں

جاتی۔ اسلئے پہلے تین باب اصل الابواب ٹھہرے، باقی فرع۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ باب فتح کے ماضی نصر یا ضرب سے متولد ہے اور اس کا مضارع سمع سے ہے۔ اور باب حسب کا ماضی سمع کا ماضی سے متولد ہے، اس کا مضارع باب ضرب کے مضارع سے ہے۔ اور کرم کا مضارع نصر کے مضارع سے متولد ہے، مگر اس کا ماضی کسی سے متولد نہیں، مگر اکثریت کے تابع کر کے اس کو "للاکثر حکم الکل" کر دیا گیا ہے۔ (توضیحات، ص:۳۱، فیوض عثمانی، ص:٦٧)

خواصِ باب فتح

اس باب سے جو مصادر آتے ہیں ان کے عین ولام کلمہ میں حروف حلق میں سے کوئی حرف ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کلمات صحیح ہوں، جیسے: مَنَعَ، سَلَخَ، جَحَدَ، نَهَضَ وغیرہ ورنہ ابیٰ یابیٰ بھی تو باب فتح سے ہے، مگر صحیح کلمات سے نہیں ہے اور یہ مہموز کے قبیل سے بھی نہیں ہے، کیونکہ جو کلمہ مہموز ہوتا ہے اس کے باب فتح سے مستعمل ہوتے وقت عین کلمہ یا لام کلمہ میں حرف حلقی ہونا ضروری ہے اور جتنے بھی صحیح کلمات کہ اُن کے عین یا لام کلمہ میں حرف حلقی ہو، وہ سب باب فتح سے مستعمل ہوتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور مزید یہ مصادر بھی ہیں۔ اَلرِّهْنُ: گروی رکھنا۔ اَلرُّؤْيَةُ: دیکھنا۔ اَلرِّعَايَةُ: حفاظت کرنا اور بعض مصنفینؒ نے باب فتح کی شرط میں یہ لکھ کر کہ کلمات صحیحہ کی قید بڑھا کر شذوذ کا قائل ہونے سے بچنے کی کوشش کی ہے، پس ان کے یہاں "اَبیٰ یَابیٰ" جو باب فتح سے مستعمل ہے اعتراض وارد نہیں ہوگا، کیونکہ ابیٰ یابیٰ مہموز کے قبیل سے نہیں ہے۔ اور جو کلمات مہموز ہوں ان کے باب فتح سے مستعمل ہوتے وقت عین یا لام کلمہ میں حرف حلقی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور جتنے کلمات صحیحہ کے عین کلمہ یا

لام کلمہ میں حرف حلقی ہوتا ہے اس کا باب فتح سے ہونا ضروری اور ان کے عین یا لام کلمہ میں کوئی نہ کوئی حرف حلقی ضروری ہے۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام ظلہم لکھتے ہیں کہ وہ الفاظ جو معتل یا مضاعف ہوں تو وہ بھی باب فتح سے آتے ہیں، جیسے: اَبٰی یَأبٰی ،عَضَّ یَعَضُّ وغیرہ اور جو کلمہ صرف صحیح ہو تو وہ صرف باب فتح سے آتا ہے، یہ بھی قاعدہ اکثری ہے ورنہ بعض الفاظ صحیح بھی ہیں اور عین کلمہ یا لام کلمہ میں حرف حلقی بھی ہے مگر وہ پھر بھی باب فتح سے مستعمل نہیں ہے جیسے: سَمِعَ یَسْمَعُ اور بَخِلَ یَبْخَلُ۔ (توضیحات، ص:۳۰، ۳۱، حاشیہ ترجمہ علم الصیغہ:۳۸، فیوض عثمانی)

بابِ کرُم کے خواص

یہ باب اکثر لازم آتا ہے۔ اول: اس کا خاصہ ہے کہ اس کے مادہ کا مدلول یا تو اس صفت سے ہوگا کہ جس میں موصوف کی پیدائش و خلقت حقیقۃً ہوئی ہو اور کسی کسب سے نہ حاصل ہوئی ہو یعنی حسن ذاتی ہو یا قبح ذاتی ہو۔ دوم: یا حکماً ہو یعنی اس کے مادہ کا مدلول اس صفت سے ہوگا جس پر موصوف کی خلقت تو نہ ہوئی ہو لیکن وہ خلقی کے حکم میں ہو، کیونکہ بار بار تجربہ اور مشق سے وہ موصوف کی ذات میں امر خلقی کی طرح متمکن اور لازم ہوگئی ہو، جیسے: فَقُهَ فَقَاهَةً۔ پس فقاہت اگرچہ صفت خلقیہ سے نہیں ہے لیکن وہ تمدن و تمکن کے بعد بمنزلہ امر ذاتی کے لازم اور غیر منفک ہو جاتی ہے۔ سوم: اس کے مادہ کا مدلول اس صفت سے ہوگا جو صفت خلقیہ کے ساتھ کسی امر میں مشابہ ہے یعنی وہ صفت ایسی ہو کہ نہ تو موصوف کی خلقت اس پر ہوئی ہو اور نہ وہ کسی شخص میں لازمی اور دائمی رہنے والی ہو بلکہ وہ صفت خلقیہ کے ساتھ کسی امر میں مشابہ ہو جیسے حسن عارضی اور قبح عارضی جیسے تزئین و تغیر صورت۔ اگرچہ یہ عارضی ہے لیکن وہ

حسن ذاتی وقبح کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، مثلاً: جنابت اگر چہ عارضی ہے لیکن وہ نجاست ذاتی کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ پس یہ تین اقسام ہوئیں، اول کی مثال: حَسُنَ، صَغُرَ، کَبُرَ۔ دوم کی مثال: فَقُهَ اور سوم کی مثال: جَنُبَ وَطَهُرَ ہے۔ چونکہ اس باب سے اکثر وہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو فطری اور لازمی صفات پر مشتمل ہوں لہذا اس باب سے مجہول ومفعول نہیں آتے، مگر جس وقت فعلِ لازم کو حرف جر کے ذریعہ سے متعدی بناتے ہیں اس وقت اس سے مجہول ومفعول دونوں آتے ہیں جیسے: کُرِمَ بِهٖ، مَکْرُوْمٌ بِهٖ وغیرہ۔ اور باب کرم کے چند مصادر یہ ہیں۔ اَللُّطْفُ وَ اللَّطَافَةُ: پاکیزہ ہونا۔ اَلْوَسْمُ: خوبصورت ہونا۔ اَلرِّخْوَةُ: نرم ہونا۔ اَلْيُمْنُ: بابرکت ہونا۔ (توضیحات، ص: ۳۲، علم الصرف آخرین، فیوض عثمانی، المصباح)

خاصیت حسب تحسب

اس باب سے یَحْسَبُ (بفتح عین) پڑھنا قراۃ متواترہ ہے اور بکسر عین یَحْسِبُ پڑھنا یہ قراۃ غیر متواترہ ہے۔ اور وہ کلمات جن کے حروف اصلیہ میں حرف ہمزہ اور ایک جنس کے دو حرف نہیں، ویسے کلمات صرف حَسِبَ یَحْسِبُ سے ہی مستعمل ہیں۔ اور جن کلمات کے صرف فاکلمہ یا فا اور لام کلمہ دونوں میں حرف علت ہے ویسے کلمات سے مندرجہ ذیل کلمات باب حسب سے مستعمل ہیں۔

وَبِقَ	وَمِقَ	وَفِقَ	وَثِقَ	وَرِثَ	وَرِعَ
ہلاک ہوا	دوستی رکھی	سزاوار ہوا	مضبوط ہوا	ترکہ پایا	پرہیزگار رہا
وَرِمَ	وَرِيَ	وَلِيَ	وَغِرَ	وَحِرَ	وَلِهَ
پھولا	آگ نکلا	نزدیک ہوا	کینہ رکھا	کینہ رکھا	حیران ہوا

وَهِلَ	وَعِمَ	وَطِیَ	وَجِدَ	بَئِسَ	وَبِطَ
کمزور ہوا	کسی کیلیے دعا کی	روندا	پایا	حاجتمند ہوا	ضعیف ہوا
وَجِعَ	وَعِقَ	وَلِمَ	وَهِمَ	وَهِنَ	وَرِهَ
دردمند ہوا	بدخصلت ہوا	غمگین ہوا	غلطی کی	سست ہوا	کم عقل ہوا
وَهِیَ	وَلِغَ	وَقِهَ	عند بعض نَعِمَ	یہ کل ۳۰/۳۱ الفاظ ہیں۔	
دریدہ ہوا	کتے نے پانی پیا	فرمانبردار ہوا	نعمت والا ہوا	(توضیحات، ص:۴۳)	

چند مشکل صیغے

☆......رَسَائِلُ : یہ جمع ہے رِسَالَةٌ کی، جب اس کی جمع مَفَاعِلُ کے وزن پر بنائی تو پہلے دونوں کو فتح دیکر تیسری جگہ جمع کا الف بڑھایا، پس رسالہ کا الف، مدہ زائدہ مفاعل کے الف جمع کے بعد پڑا۔ اور وہ بقاعدہ (جو واؤ زائدہ اور یا زائدہ اور الف زائدہ، مفاعل کے وزن میں بعد الف واقع ہو وہ تینوں الف مفاعل کے بعد ہمزہ ہو جاتے ہیں، علم الصیغہ مترجم: ۶۴، توضیحات: ۶۷ کی بناء پر ہمزہ ہو گیا۔ اور آخر میں ''تاء''، جو علامت مفرد تھی محذوف ہو گئی۔ اور الف کی مثال تھی۔ (فیوض عثانی، ص:۱۳۶)

☆......لَاتَکُ: یہ صیغہ نہی حاضر معروف واحد مذکر ہے، اصل میں ''لَاتَکُوْنُ'' تھا آخر سے واؤ و نون حذف ہو گئے یعنی نون لائے نہی کی وجہ سے ساکن ہو کہ اجتماع ساکنین سے اوّلا واؤ حذف ہو گئی پھر نون بوجہ مشابہت حرف علت حذف ہو گیا تو ''لَاتَکُ'' ہوا۔ (دفع رنج شرح پنج گنج، ص:۱۴۲)

☆......اَرِنَا: یہ باب افعال سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، اصل میں ''اَرْئِیْنَا'' تھا

حرکت ہمزہ ماقبل میں نقل ہو کے ہمزہ حذف ہو گیا ہے پھر وقف کی وجہ سے یا حذف ہوئی تو "اَرِنَا" ہوا اور آخر میں مفعول کی ضمیر "نا" لاحق ہوئی ہے۔ (زبدۃ تشحیذ ،ص:۱۳۹)

☆...... يُوْسَفُ: یہ امر کے صیغہ واحد مذکر حاضر کے ساتھ منادیٰ مرخم ہے اصل میں یا يُوْسُفُ اَوْفِيْ تھا۔ صیغہ امر کے آخر سے حرف علت "یاء" حذف ہو گئی اور مضارع کی موافقت کیلئے واؤ حذف ہو گئی اور ہمزہ وصل بھی ساقط ہو گیا پھر یا یوسف کے شروع سے حرف ندا اور ترخیم کیلئے آخر سے "فاء" حذف ہو گئی تو "یوسف" ہو گیا۔ (دفع رنج)

☆...... يَتَّقِ: یہ مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب افتعال مصدر اِتِّقَاءٌ ہے۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ یہ اصل میں يَوْتَقِيُ تھا بروزن يَجْتَنِبُ. فاافتعال واؤ ہے لہذا اس کو تاء سے بدل کر تاء کو تاء میں ادغام کیا گیا اور آخر میں یاء حرف علت حذف ہو گئی تو يَتَّقِ ہو گیا، جیسے: مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا الخ۔ اور اسی سے متقی ہے جو بعض کے نزدیک اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بچا ہوا۔ کیونکہ یہ بھی کسرہ اور تنوین سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ ثلاثی مجرد وِقَايَةٌ باب ضرب سے ہے۔ (فیوض عثمانی ،ص:۳۰)

☆...... لَنْ تَرَانِيْ: یہ باب فتح سے نفی تاکید بلن مستقبل معروف ہے۔ اصل میں "لَنْ تَرْاَيُنِيْ" تھا یاء وسط کو الف سے بدل دیا گیا پھر حرکت ہمزہ ماقبل میں نقل ہو گئی ہمزہ حذف ہو گیا، لَنْ تَرَانِيْ ہوا۔ (دفع رنج ،ص:۱۳۹)

☆...... معتل عین کے تمام بابوں میں تعلیل اور تغییر زیادہ ہوتی ہے، مگر معتل عین کے صیغے جب باب تفعیل ،تفعل ،تفاعل اور مفاعلہ سے مستعمل ہوں تو تعلیل و تغییر نہیں ہوتی۔ (دفع رنج، شرح پنج گنج۔ص:۱۲)

☆...... اجوف سے باب افعال کے مصدر اِفْعَلَةٌ کے وزن پر (جیسے اَقَامَ اِقَامَةٌ) اور باب استفعال سے اِسْتِفْعَلَةٌ کے وزن پر (جیسے اِسْتَقَامَ اِسْتِقَامَةٌ) جو آتے ہیں اور

یہ وزن خاص اجوف میں آتے ہیں۔ جس طرح فعل کا مصدر ثلاثی مجرد کا وزن خاص ناقص کیلئے ہے۔ (شرح علم الصیغہ، ص:۱۱۴)

☆...... اَنْ مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَه: یعنی وہ اَنْ جو اَنَّ کا مخفف ہے وہ ناصب فعل نہیں ہے اور اکثر اسم پر داخل ہوتا ہے۔ اور فعل پر داخل ہونے کی صورت میں فعل اور اسکے درمیان فاصلہ ہونا ضروری ہے، جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ ۔ یہاں اَنْ اور يَكُوْنُ، فعل کے درمیان "س" کا فاصلہ ہے۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص:۱۶)

☆...... دو ساکنوں کے درمیان واؤ متحرک ہونے کی صورت میں واؤ پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی۔ (دفع رنج، ص:۱۴)

☆...... معتل عین میں لام کلمہ ساکن ہونے کی صورت میں عین کلمہ اجتماع ساکنین سے گر جاتا ہے۔ جیسے لَمْ يَقُلْ. (دفع رنج، ص:۲۰)

☆...... حرکت واؤ اور یاء ماقبل میں نقل کرنے کی سات شرائط ہیں۔ (۱) واؤ فا کلمہ میں نہ ہو، (۲) عین لفیف کے کلمہ میں نہ ہو، (۳) مدہ زائدہ سے پہلے نہ ہو، (۴) وہ کلمہ لون وعیب کے معنی میں نہ ہو، (۵) اسم تفضیل کا صیغہ افعل نہ ہو، (۶) وہ کلمہ ابواب ملحقہ سے نہ ہو، (۷) افعال تعجب سے نہ ہو۔ (دفع رنج، ص:۲۰).

☆...... جب نون تاکید خفیفہ پر وقف کیا جائے تو اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے: لَمْ تَضْبِرَا. اصل میں لَمْ تَضْبِرَنْ، تھا۔ (ظفر المحصلین، ص:۲۶۵)

☆...... فعل امر و نہی کی تاکید بھی نون تاکید سے کی جاتی ہے جیسے: إضربن، ولاتضربن. (معلم الانشاء اول)

☆...... اگر جزا فعل ماضی، بغیر قد کے ہو تو اس میں "ف" کا لانا جائز نہیں ہے، جیسے: قوله تعالى: "وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا "، "إِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ" اگر جزا

فعل مضارع مثبت ہو یا منفی لا کے ساتھ ہو تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے: اِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ۔ یہاں جزا منفی ہے، اگر دونوں فعل مضارع ہو تو جزا میں "ف" لانا جائز ہے۔اِنْ تَشْتِمْنِيْ فَلَا اَضْرِبْكَ۔ شرط وجزا فعل مضارع اور جزا منفی بلا ہو، تو "ف" کا لانا جائز ہے، اسلئے یہاں مثال میں فا داخل کیا ہے۔(تیسیر النحو، ص:۱۵۱)

☆......اگر جزا مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی ماضی بغیر قد کے، اور مضارع مثبت یا منفی بلا میں سے کوئی نہ ہو، تو پھر اس صورت میں جزا کی چار صورتیں ہیں: (۱) جزا قد کے ساتھ ماضی ہو، جیسے: اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهُ مِنْ قَبْلُ اس جملہ میں فَقَدْ سَرَقَ، جزا ہے، فعل ماضی پر قد داخل ہے (۲) جزا فعل مضارع منفی بغیر لا ہو جیسے: وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، میں فَلَنْ يُّقْبَلَ جزا ہے۔ مضارع منفی بغیر لا کے۔اس لئے "ف" کو داخل کیا گیا ہے۔(۳) جزا جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے: قوله تعالىٰ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا میں جزا جملہ اسمیہ ہے اس لئے فا داخل کیا گیا ہے۔(۴) جزا جملہ انشائیہ ہو یا امر ہو، جیسے: قوله تعالىٰ: فَاتَّبِعُوْنِيْ. پھر جزا اگر نہی کا صیغہ ہو تو فا کا لانا واجب ہے جیسے: فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ. میں جزا نہی ہے۔کبھی کبھی جزا میں فا کی جگہ "اِذَا" اور جملہ اسمیہ کا استعمال ہوتا ہے، جیسے: اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ میں هُمْ يَقْنَطُوْنَ جزا ہے۔(تیسیر النحو شرح ہدایۃ النحو، ص:۱۵۲)

☆......واؤ، یاء متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی صورت میں واؤ، یاء کو الف سے بدلنے کیلئے کل چودہ شرائط ہیں (۱) واؤ، یاء متحرک ہونا۔پس قَوْلٌ، بَيْعٌ میں تبدیل نہ ہوگا۔(۲) واؤ یاء کا ماقبل مفتوح ہونا۔پس قَاوِلٌ وبَايِعٌ میں نہیں بدلے گا۔(۳) جس کلمہ میں واؤ یاء متحرک ہے اس کلمہ کی واؤ یاء کو الف کے ساتھ بدلنے کے وقت کلمہ

کا مفرد کے ساتھ مل جانے کا خطرہ نہ ہونا۔ پس دَعْـوَا اور رَمَيَـا۔ میں واؤ و یاء کو الف سے بدلا نہیں جائے گا۔ (۴) جس کلمہ میں واؤ و یاء متحرک ہے ماقبل مفتوح ہو اور اس کلمہ میں اس قسم کی تعلیل نہ ہوئی ہو، پس طوى، رَوِیَ میں واؤ کو الف سے بدلا نہیں جائے گا، کیونکہ پہلے ایک تعلیل ہو چکی ہے۔ (۵) واؤ و یاء متحرک ماقبل مفتوح مصدر میں نہ ہونا، پس دَوَرَانٌ وَجَـوَلَانٌ میں تبدیل نہ ہوگا۔ (۶) واؤ، یاء متحرک ماقبل مفتوح کا جمع میں نہ ہونا، پس حَوَكَةٌ، شَوَكَةٌ میں نہ بدلے گا۔ کیونکہ جمع ہیں (۷) جس لفظ میں یہ واؤ، یاء واقع ہوئے ہیں وہ لفظ اس لفظ کے معنٰی میں نہ ہوگا جس لفظ میں واؤ اور یاء کو باقی رکھنا ضروری ہے، پس عَـوِرَ، صَیِدَ، غَیِنَ کے واؤ، یاء کو الف سے نہیں بدلا گیا۔ (دفع رنج، ص:۱۸)

<u>ابدال، تعلیل اور قلب میں فرق:</u> یہ بات مخفی نہ رہے کہ مطلق ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ بدلنے کو صرفی اصطلاح میں تعلیل کہتے ہیں پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قلب (۲) ابدال۔ پھر ان دونوں میں فرق اس قدر ہے کہ قلب حرف علت کو حرفِ علت کے ساتھ بدلنے کو کہتے ہیں جیسے قالَ، میزان، یوقن: وغیرہ، اور ابدال کہتے ہیں کہ ایک حرف صحیح کو دوسرے حرف صحیح کے ساتھ بدلنا جیسے: امّــا، مهــمــا وغیرهما۔ (مارب الطلبہ، ص:۸۳)

☆......عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى: ترکیب، جب اَنْ کو مخفف کر دیا جائے گا اور اس کیلئے ضمیر شان کو محذوف قرار دیا جائے گا اور جملہ اَنْ کی خبر ہو تو ترکیب یہ ہوگی اَنْ مخففہ، ضمیر شان اس کا اسم اور سیکونُ جملہ ہو کر اس کی خبر ہوگی۔ (تیسیر النحو:۱۸۴)

☆......سوال:۔ اجتماع سہ نون "لَـنَـكُوْنَنَّ" میں ہے بلکہ چہار نون "يَـمُـنَّنَّ" میں موجود ہے، مگر الف اس میں فاصل نہیں آیا، اس کی وجہ؟

جواب:۔ تین نون زائد کا جمع ہونا مکروہ ہے اور امثلہ مذکورہ میں ہر تینوں نون زائدہ نہیں ہیں۔ (تحفۂ سعیدیہ، ۳۲)

سوال:۔ لَنْ نَنْصَرِفَ: میں تو ہر سہ نون زائدہ ہیں الف فاصل کیوں نہ لایا گیا؟

الجواب:۔ اس کا تیسرا نون علامتِ انفعال ہونے اور تمام متصرفات میں پائے جانے کی وجہ سے گویا کہ وہ اصلی ہے (لہذا الف کی ضرورت نہیں)۔ (تحفۂ سعیدیہ، ۳۲)

سوال:۔ قرآن کریم میں تین نون یکجا آئے ہیں، جیسے لَتُمْتَنُنَّنِيْ۔ تو اگر یہ اجتماع (سہ نون) مکروہ ہوتا تو کلامِ فصیح (قرآن مجید) میں نہ آتا؟

جواب:۔ ایسے نونات کا اجتماع مکروہ ہے، جن میں سے ہر ایک مفید ہو اور لَتُمْتَنُنَّنِيْ میں تیسرا نون مفید للمعنی نہیں ہے بلکہ یہ نونِ وقایہ ہے۔ (تحفۂ سعیدیہ، ص:۳۲)

☆...... لَمْ یَکُنْ اور اِنْ یَکُنْ میں کبھی نون کو حذف کر کے لَمْ یَکُ اور اِنْ یَکُ کہتے ہیں۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص:۱۱۰)

☆...... اجتماعِ ساکنین کے وقت ساکن اول کو اس وقت حذف کیا جاتا ہے جب وہ مدّہ ہو اور جب غیر مدّہ ہو تو اسے حذف نہیں کرتے بلکہ حرکت دیدیتے ہیں... پھر اگر وہ غیر مدہ واؤ ہو تو ضمہ دیتے ہیں اور یاء ہو تو کسرہ دیتے ہیں۔ واؤ کی مثال، جیسے: قَوْلُهٗ تعالیٰ: وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور یاء کی مثال: لِیُدْعَیِنَّ۔ (حاشیہ ترجمہ علم الصیغہ، ص:۸۳)

☆...... ہمزہ منفردہ مفتوحہ ضمہ کے بعد واؤ سے اور کسرہ کے بعد یاء سے بدل جاتی ہے، جیسے: جُوَنٌ اصل میں جُؤَنٌ تھا، مِیَرٌ اصل میں مِئَرٌ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص:۵۳)

☆...... دو متحرک ہمزے ہوں اُن میں سے اگر ایک بھی مکسور ہو تو ثانی وجوباً یاء بن جاتی ہے۔ جیسے: اَیِمَّۃٌ اور اگر دونوں میں سے کوئی بھی مکسور نہ ہو تو دوسرا ہمزہ واؤ سے بدل جاتا ہے جیسے: اَوَادِمُ اصل میں اَءَادِمُ، اَوَیْلُ اصل میں اَءَیْلُ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص:۵۳)

☆......جو ہمزہ متحرک حرف ساکن غیر مدہ زائدہ وغیر یائے تصغیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جوازاً ماقبل کو دیکر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یَسَلُ اصل میں یَسْئَلُ تھا قَدَفْلَحَ اصل میں قَدْاَفْلَحَ تھا۔(ترجمہ علم الصیغہ ،ص:۵۴)

☆......واؤ ساکن غیر مدغم بعد کسرہ یاء ہو جاتا ہے جیسے :مِیْعَادٌ (اصل میں مِوْعَادٌ تھا) اور یائے ساکن غیر مدغم بعد ضمہ واؤ ہو جاتا ہے جیسے :مُوْسِرٌ اصل میں مُیْسِرٌ تھا۔اور الف ساکن بعد ضمہ واؤ ہو جاتا ہے جیسے :قُوْتِلَ اصل میں قُاتِلَ تھا اور بعد کسرہ یاء ہو جاتی ہے ،جیسے :مَحَارِیْبُ اصل میں مَحَارَابُ تھا۔(ترجمہ علم الصیغہ ،ص:۵۸)

☆......واؤ مضموم ومکسور اول میں ،اور مضموم وسط میں جوازاً ہمزہ ہو جاتا ہے، جیسے : وُجُوْہٌ سے اُجُوْہٌ،وِشَاحٌ سے اِشَاحٌ وغیرہ۔(ترجمہ علم الصیغہ ،ص:۵۸)

تعلیلاتِ افعال

☆......واؤ طرف بعد کسرہ یاء ہو جاتا ہے جیسے :دُعِیَ اصل میں دُعِوَ تھا اور یائے طرف بعد ضمہ واؤ ہو جاتا ہے جیسے :نَھُوَ اصل میں نَھُیَ تھا۔(ترجمہ علم الصیغہ ،ص:۶۲)

☆......واؤ و یائے متحرک بعد فتحہ الف سے بدل جاتے ہیں بشرطیکہ (۱) فاکلمہ نہ ہو (۲) عین لفیف نہ ہوں (۳) قبل الف تثنیہ نہ ہوں (۴) قبل مدہ زائدہ نہ ہوں (۵) یائے مشددہ اور نون تاکید سے پہلے نہ ہوں ،جیسے :عَلَوِیٌّ (۶) لون وعیب کے معنی میں نہ ہوں (۷) فَعَلَانٌ ،فَعْلٰی اور فَعَلَةٌ کے وزن پر نہ ہوں (۸) افتعال بمعنی تفاعل نہ ہو۔(ترجمہ علم الصیغہ ،ص:۵۹)

☆......عین مصدر کا واؤ کسرہ کے بعد یاء ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے فعل میں تعلیل ہوئی ہو، جیسے : قِیَامًا.قَاوَمَ میں نہیں ،کیونکہ قِوَامًا مصدر بھی نہیں ہے۔(ترجمہ علم الصیغہ ،ص:۶۴)

☆...... یٰلَیْتَنِیْ: یہاں پر "یا" حرف ندا ہے اور "لیت" حرف مشبہ بفعل ہے، نون وقایہ ہے، نی۔ ضمیر واحد متکلم ہے اور یہ لفظ وقت ناممکن پر بولتے ہیں یعنی اے کاش!۔

(تیسیر القرآن، ص: ۱۰۱)

☆...... یَـا اَبَتِ: اصل میں اَبِیْ تھا، یائے متکلم کو تاء سے بدل دیا جاتا ہے. (منیۃ الادب، ص: ۴۳ ج ۱)

☆...... جو واؤ اور یاء عین فاعل ہو وہ ہمزہ سے بدل جاتی ہے بشرطیکہ فعل میں تعلیل ہوئی ہو، جیسے: قَائِلٌ وَبَائِعٌ۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۶۴)

☆...... واؤ اور یاء طرف میں الف زائدہ کے بعد ہوں تو ہمزہ بن جاتے ہیں جیسے دُعَاوٌ سے دُعَاءٌ، رِوَایٌ سے رِوَاءٌ، اَسْمَاوٌ سے اَسْمَاءٌ ہے۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۶۴)

چند قواعد صرف

☆...... جس لفظ کا فاکلمہ نون ہو وہ باب انفعال سے نہیں آتا بلکہ اگر اس سے باب انفعال کا معنی ادا کرنا مقصود ہوں تو اسے باب افتعال میں لے جاتے ہیں جیسے اِنْتَکَسَ یہ نَکَسَ سے ہے بمعنی سرنگوں ہوا وہ ایک مرد۔ (علم الصیغہ مترجم، ص: ۴۲)

☆...... باب تفعّل وتفاعل کے فاکلمہ میں اگر ان حروف میں سے کوئی ہو، جیسے: تاء، ثاء، جیم، دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظاء تو جائز ہے کہ ان دونوں بابوں کی تاء کو فاء کلمہ سے بدل کر اس میں ادغام کر دیں، اس صورت میں ماضی اور امر میں ہمزہ وصل آ جائے گا۔ (علم الصیغہ مترجم، ص: ۴۵)

بحث الحاق

☆...... ملحق کی تعریف: ملحق اسے کہتے ہیں جو ثلاثی میں حروف کی زیادتی کی وجہ سے

رباعی کے وزن پر ہو جائے اور باب ملحق بہ کے معنی کے علاوہ دوسرے معنی اس میں نہ ہوں جیسے جَلْبَبَ بمعنی جَلَبَ ہے۔ (علم الصیغہ مترجم، ص:۳۹)

☆......ملحق یہ صیغۂ اسم مفعول ہے، مصدر الحاق ہے افعال سے، بمعنی ملنا و ملانا۔ لیکن اصطلاح اہل فن میں الحاق کے معنی فعل میں یہ ہیں کہ ثلاثی مجرد میں ایک حرف یا اس سے زائد حروف اس غرض سے زیادہ کرنا کہ وہ لفظ تمام تصرفات میں رباعی مجرد یا مزید کے وزن صوری پر ہو جائے۔ اور اسم میں الحاق کے یہ معنی ہیں کہ ثلاثی یا رباعی میں کوئی حرف اس غرض سے زیادہ کرنا کہ وہ لفظ تمام تصرفات میں رباعی یا خماسی کے وزن صوری پر ہو جائے، جیسے: کَوْکَبٌ۔ اور اگر فعل ملحق برباعی ہے تو تصرفات سے مراد مصدر، ماضی، مضارع، امر اور تمام مشتقات ہیں۔ اگر ملحق اسم ہے تو تصرفات سے مراد تصغیر جمع تکسیر قیاسی ہیں لیکن خماسی میں مماثلت تصرف اسکی تصغیر اور تکسیر میں لازمی نہیں ہے، اسلئے کہ خماسی کا حرف آخر تصغیر اور تکسیر میں حذف ہو جاتا ہے۔

اور الحاق کیلئے چند شرائط ہیں (۱) یہ کہ الف الحاق کیلئے نہیں ہوتا۔ (۲) یہ کہ زیادت الحاق اول کلمہ میں نہیں ہوتی۔ (۳) یہ کہ زیادت الحاق قیاساً کسی معنی کا فائدہ نہیں دیتی۔ (۴) یہ کہ حرف الحاق کا ادغام ممتنع ہے (۵) یہ کہ حرف جو ملحق بہ میں زائد ہے ضروری ہے کہ وہ حرف بعینہ ملحق میں بھی اسی جگہ زائد ہو کہ جس جگہ وہ ملحق بہ میں زائد ہے۔ (۶) ملحقات میں تعلیل ممنوع ہے کیونکہ تعلیل کے بعد ملحق و ملحق بہ کا وزن برابر نہیں رہتا، جو ضروری ہے۔ (فیوض عثمانی، ص:۶۲،۶۱)

مدار الحاق کتنی چیز ہیں؟

☆......مدار الحاق: الحاق کی بحث میں سات چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) الحاق

کے لغوی معنی (۲) الحاق کے اصطلاحی معنی (۳) ملحق و مزید فیہ میں فرق (۴) الحاق میں تقسیم (۵) الحاق کے دو قاعدے (۶) دلیل الحاق (۷) غرض الحاق۔

الحاق کے لغوی و اصطلاحی معنی

اول: الحاق کے لغوی معنی ہیں: ایک شئے کو دوسری شئے سے ملانا۔ دوم:۔ الحاق کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ثلاثی میں ایک یا زیادہ حرف بڑھا کر اس کو رباعی مجرد یا مزید کے ہم وزن کر دینا۔

سوم:۔ ملحق و مزید فیہ میں فرق یہ ہے کہ مزید فیہ میں حرف زائد مفید معنی ہوتا ہے جیسے ذَهَبَ میں ہمزہ بڑھا کر اَذْهَبَ بنایا گیا۔ اس میں ہمزہ مفید معنی تعدیہ ہے۔ لیکن ملحق میں جو حرف زائد ہوتا ہے وہ معنی کا افادہ نہیں کرتا بلکہ اس کے بڑھانے سے مقصود اس کلمہ مزید فیہ کو ملحق بہ کے ہم وزن کرنا ہوتا ہے، جیسے جَلَبَ اور جَلْبَبَ کہ معنی دونوں کے ایک ہیں مگر اول ثلاثی مجرد ہے اور دوم ثلاثی مزید فیہ ملحق بر باعی مجرد ہے۔

چہارم: الحاق میں تقسیم: ملحق کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ ہے کہ جس میں موزون و وزن ہر دو میں حرف کی زیادتی جنس کلمہ سے ہو جیسے شَمْلَلَ بروزن فَعْلَلَ (ب) اس کے برعکس ہو جیسے حَوْقَلَ بروزن فَوْعَلَ ہے۔

پنجم:۔ الحاق میں دو قاعدے ہیں، اول: یہ ہے کہ ملحقات میں قاعدۂ ادغام پائے جانے کے باوجود ادغام نہیں کیا جاتا، تا کہ مقصود (رباعی کے ہم وزن بنانا) فوت نہ ہو جائے جیسے: شَمْلَلَ میں ہے لیکن ملحقات کے آخر میں حرف علت ہو تو اعلال بالابدال، جیسے: قَلْسيٰ، اعلال بالحذف جیسے قَلْسَوْا اعلال بالاسکان، جیسے: يُقَلْسِي پر تینوں صورت جائز ہیں لیکن اگر حرف علت وسط میں ہو تو تعلیل نہیں کرتے جیسے: جَهْوَرَ میں ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ہر ملحق اصل میں ثلاثی مجرد ہوتا ہے اور حروف کی زیادتی سے ملحق برباعی بن جاتا ہے، جیسے: جَلْبَبَ۔ (علم الصیغہ مترجم، وتوضیحات، ص:۳۲)

ششم:۔ مشتقات میں الحاق کی دلیل: الحاق کی دلیل اتحادِ مصدر ہے جیسے دَحْرَجَ ملحق ہے اور شَمْلَلَ (ملحق) دونوں کا مصدر بروزن فَعْلَلَةٌ ہے اور "جوامد" میں دلیل الحاق تکسیر وتصغیر کا اتحاد ہے، جیسے: قَرْدَدٌ ملحق بِجَعْفَرٍ ہے اس کی تکسیر جَعَافِرُ ہے جس کی مثل قَرَادِدُ ہے اور تصغیر جُعَيْفِرٌ کی مثل قُرَيْدِدٌ ہے۔

ہفتم:۔ الحاق کی غرض: امر لفظی ہے یعنی وزن اور سجع کی رعایت ہو۔ (تحفہ سعیدیہ، شرح علم الصیغہ، ص:۵۷)

خاصیات باب افعال

اس باب کی پندرہ خاصیتیں ہیں:

(۱) تعدیہ: یعنی فعل مجرد میں اگر لازم ہے تو باب افعال میں متعدی ہوگا اگر مجرد میں متعدی بیک مفعول ہے تو اِفعال میں متعدی بدو مفعول ہوگا اول کی مثال: خَرَجَ زَيْدٌ. اَخْرَجْتُهُ (زید نکلا۔ میں نے اس کو نکالا) دوم کی مثال: حَفَرْتُ نَهْرًا. (میں نے نہر کھودی) اَحْفَرْتُ زَيْدًا نَهْرًا۔ (میں نے زید سے نہر کھدوائی)۔ اگر مجرد میں فعل متعدی بدو مفعول ہو تو اِفعال میں یہ متعدی بسہ مفعول ہوگا، جیسے: عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلاً (میں نے زید کو فاضل جانا)۔ اور افعال میں اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًوا فَاضِلاً (میں نے زید کو بتلایا کہ عمرو فاضل ہے)۔

(۲) تَصْيِيْر: یعنی کسی چیز کو صاحبِ ماخذ بنا دینا جیسے اَشْرَكْتُ النَّعْلَ۔ (میں نے جوتی شراک دار بنائی) یہاں "شِرَاكٌ" (تسمہ) ماخذ ہے۔ مزید مثالیں

یہ ہیں: اَلْحَمَ زَیْدٌ (زید صاحب لحم ہوا)۔ اَطْفَلَتْ ھِنْدٌ (ہندہ بچے والی ہوئی)۔
(۳) الزام: یعنی اگر مجرد میں متعدی ہے تو یہ باب افعال میں لازم ہو جائے گا، جیسے: اَحْمَدَ زَیْدٌ (زید قابل تعریف ہوا)۔ (۴) تعریض: یعنی فاعل کا مفعول کو ماخذ کی جگہ لے جانا جیسے اَبَعْتُ الْفَرَسَ۔ (میں گھوڑے کو بیع کی جگہ لے گیا) یہاں ''بیع'' ماخذ ہے۔
(۵) وِجدان: یعنی کسی چیز کو ماخذ کے ساتھ موصوف پانا، جیسے: اَبْخَلْتُ زَیْدًا۔ (میں نے زید کو بخیل پایا)۔ ماخذ بخل ہے۔
قاعدہ :...... اگر ماخذ لازم ہے تو مدلول کو صیغۂ فاعل سے ادا کریں گے، جیسے: اَبْخَلْتُ زَیْدًا۔ اس کا ماخذ ''بخل'' لازم ہے۔ اگر ماخذ متعدی ہے تو مدلول کو صیغۂ مفعول سے بیان کریں گے جیسے: اَحْمَدْتُهٗ۔ (میں نے اس کو محمود پایا) اس میں ماخذ حمد متعدی ہے اسلئے مدلول ''محمود پایا'' ہوا۔
(۶) سلبِ مأخذ: یعنی کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا۔ اور سلب مأخذ کی دو قسمیں ہیں (الف) اگر فعل لازم ہے تو فاعل سے ہوگا جیسے اَقْسَطَ زَیْدٌ. زید نے اپنے نفس سے ظلم کو دور کیا۔ (ب) اگر فعل متعدی ہے تو سلب مفعول سے ہوگا جیسے شَکیٰ وَاَشْکَیْتُهٗ۔ یعنی اس نے شکایت کی اور میں نے اس کی شکایت دور کی۔
(۷) اِعطاءِ مأخذ: یعنی مأخذ کا دینا جیسے اَشْوَیْتُهٗ۔ میں نے اس کو گوشت بھونے کیلئے دیا۔ اور یہ کہنا محض غلط ہوگا کہ میں نے اس کو بھنا ہوا گوشت دیا۔ اِعطاء ماخذ کی دوسری مثال اَقْطَعْتُهٗ قُضْبَانًا. قُضْبَان یہ جمع قضیب ہے بمعنی شاخ، یعنی میں اس کو شاخیں تراشنے کی اجازت دی۔
(۸) بلوغ: یعنی ماخذ میں پہنچنا، یا داخل ہونا، جیسے: اَصْبَحَ زَیْدٌ۔ یعنی

زید صبح کے وقت پہنچا۔ یہ بلوغ زمانی ہے۔ اَعْـرَقَ عَـمْـرٌو (عمرو ملک عراق میں داخل ہوا) یہ بلوغ مکانی ہے۔ اَعْشَرَتِ الدَّرَاهِمُ. یعنی درہم دس تک پہنچے یہ بلوغ عددی ہے۔

(۹) صَیْرُوْرَت: اس کے تین معنی آتے ہیں (الف) کسی چیز کا صاحب ماخذ ہونا جیسے اَلْبَنَتِ النَّاقَةُ۔ اونٹنی دودھ والی ہوگئی۔ یہاں لبن ماخذ اور نَـاقَةٌ صاحب ماخذ ہے۔ (ب) ایسی چیز کا مالک ہونا جس میں ماخذ کی صفت پائی جاتی ہو جیسے اَجْـرَبَ الـرَّجُلُ. ایک شخص خارشی اونٹوں کا مالک ہوا۔ اس میں جرب ماخذ اور اونٹ میں جرب کی صفت پائی جاتی ہے۔ (ج) ماخذ میں کسی چیز کا مالک ہونا جیسے اَخْرَفَتِ الشَّاةُ۔ بکری موسم خریف میں بچے والی ہوئی۔

(۱۰) لیاقت: کسی چیز کا مدلول ماخذ کے لائق ہونا جیسے اَلَامَ الْفَرْعُ ۔ سردار قابل ملامت ہوگیا۔

(۱۱) حَیْنُوْنَت: یعنی کسی چیز کا ماخذ کے وقت کو پہنچنا جیسے اَحْصَدَ الزَّرْعُ ۔ کھیتی کٹنے کے وقت کو پہنچی۔ یہاں ماخذ حصد ہے۔

(۱۲) مبالغہ: یعنی ماخذ کو کثرت مقدار میں بیان کرنا۔ جیسے اَثْـمَـرَ النَّخْلُ۔ درخت خرما میں بہت پھل آیا۔ دوسری مثال اَسْفَرَ الصُّبْحُ۔ صبح خوب روشن ہوگئی۔

(۱۳) اِبتداء: یعنی کسی فعل کا ابتداءً باب افعال سے اس معنی میں آنا جو مجرد میں نہ پائے جاتے ہوں، جیسے: اَشْفَقَ ۔ ڈر گیا، مجرد میں شفقت بمعنی مہربانی مستعمل ہے، دوسری مثال اَقْسَمَ "قسم کھائی" مجرد میں قَسَمَ بمعنی تقسیم، مستعمل ہے۔

(۱۴) موافقت مجرد و فَعَّلَ وَتَـفَعَّلَ وَاِسْتَفْعَلَ یعنی باب افعال کے معنی اور مذکورہ بابوں کے معنی متحد ہوں۔ مثال اول: دَجَـا الـلَّـيْـلُ وَ اَدْجَى یعنی رات

تاریک ہوگئی۔ مثال دوم: اَکْفَرَهٗ وَ كَفَّرَ. یعنی اس کو کفر کی طرف منسوب کیا۔ مثال سوم: اَخْبَيْتُهٗ تَخْبِيَتُهٗ. میں نے جامہ کو خیمہ بنالیا۔ اس میں خاصیت اتخاذ کی ہے۔ مثال چہارم: اَعْظَمْتُهٗ وَاسْتَعْظَمْتُهٗ. میں نے اس کو بزرگ گمان کیا۔

(۱۵) مطاوعت فَعَلَ وَفَعَّلَ یعنی فَعَلَ وَفَعَّلَ کے بعد اَفْعَلَ کا صیغہ اس غرض سے لانا کہ مفعول نے فاعل کا اثر قبول کرلیا ہے۔ اول کی مثال كَبَبْتُهٗ فَاَكَبَّ۔ یعنی میں نے اس کو اوندھا گرایا۔ پس وہ اوندھا گر گیا۔ مثال دوم: بَشَّرْتُهٗ فَاَبْشَرَ۔ میں نے اس کو خوش خبری دی پس وہ خوش ہوگیا۔

فائدہ:...... مطاوعت کے اندر باب افعال لازمی ہوگا اگرچہ فی نفسہ وہ متعدی ہی کیوں نہ ہوں۔ (علم الصرف آخرین، شرح علم الصیغہ، تحفہ سعیدیہ)

خاصیات بابِ تفعیل

اس باب کی خاصیات کل تیرہ ہیں:

(۱) تعدیہ: (یعنی کوئی فعل مجرد میں اگر لازم ہے تو باب تفعیل میں متعدی ہوگا اگر مجرد میں متعدی بیک مفعول ہے تو باب تفعیل میں متعدی بدو مفعول ہوگا) جیسے نَزَلَهٗ نَزَّلْتُهٗ۔ یا فَرِحَ زَيْدٌ. فَرَّحْتُهٗ۔

(۲) تصییر: (یعنی کسی چیز کو صاحب ماخذ بنادینا) جیسے وَتَّرْتُ الْقَوْسَ۔ میں نے کمان کو کوزہ دار بنایا۔

(۳) سلب ماخذ: یعنی کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا۔ جیسے قَذِيَتْ عَيْنُهٗ. یعنی اس کی آنکھ میں کوڑا پڑ گیا۔ وَقَذَّيْتُ عَيْنَهٗ. میں نے اس کی آنکھ سے کوڑا نکال دیا۔ یہاں "قذی" ماخذ ہے۔ دوسری مثال قَرَّدْتُ الْاِبِلَ۔ میں نے اونٹ سے چیچڑی

دور کیا۔ یہاں "قراد" ماخذ ہے۔

(۴) صَیرُوْرَت: (یعنی کسی چیز کا صاحب ماخذ ہونا) جیسے: نَوَّرَ الشَّجَرُ. درخت شگوفہ دار ہو گیا۔

(۵) بلوغ: یعنی ماخذ میں پہنچنا، یا داخل ہونا۔ جیسے: خَیَّمَ زَیْدٌ. زید خیمہ میں داخل ہوا۔ یا عَمَّقَ عَمْرٌو۔ عمرو گہرائی تک پہنچا یعنی بات کی گہرائی معلوم کی۔

(۶) مبالغہ: (یعنی ماخذ کو کثرت تعداد میں بیان کرنا) اور یہ باب تفعیل میں زیادہ آتا ہے۔ اور مبالغہ کی کئی قسمیں ہیں (الف) مبالغہ فعل میں جیسے: صَرَّحَ. یعنی خوب ظاہر ہوا۔ جَوَّلَ۔ بہت گردا گرد گھوما۔ (ب) مبالغہ فاعل میں جیسے مَوَّتَ الْإِبِلُ۔ اونٹوں میں بہت موت پھیلی۔ (ج) مبالغہ مفعول میں جیسے: قَطَّعْتُ الثِّیَابَ. میں نے بہت کپڑے کاٹے۔

(۷) نسبت ماخذ: جیسے فَسَّقْتُ زَیْدًا. میں نے زید کو فسق سے منسوب کیا۔ ماخذ "فسق" ہے۔

(۸) إلباس ماخذ: یعنی ماخذ کا پہنانا۔ جیسے: جَلَّلْتُ الْفَرَسَ۔ میں نے گھوڑے کو جھول پہنائی۔ ماخذ "جل" ہے۔

(۹) تخلیط ماخذ: یعنی کسی چیز کو ملمع کرنا جیسے ذَهَّبْتُ السَّیْفَ. میں نے تلوار کو سونے کا ملمع کیا۔ یہاں "ذھب" ماخذ ہے۔

(۱۰) تحویل: یعنی کسی چیز کو ماخذ یا مثل ماخذ بنانا۔ اول کی مثال نَصَّرَ زَیْدٌ عَمْرًوا. زید نے عمرو کو نصرانی پایا۔ مثال دوم خَیَّمْتُهٗ. میں نے اس کی چادر کو مثل خیمہ بنا دیا۔

(۱۱) قصر: یعنی اختصار کی غرض سے مرکب کا ایک کلمہ باب تفعیل کا بنالیا

جائے مثل هَلَّلَ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا۔

(۱۲) موافقت فَعَلَ وَ اَفْعَلَ وَتَفَعَّلَ یعنی دونوں کا ایک ہی معنی ہونا۔
مثال اول: تَمَرْتُهُ وَتَمَّرْتُهُ۔ یعنی میں نے اس کو کھجور دی۔ مثال دوم تَمَّرَ وَاَتْمَرَ۔
یعنی تر کھجور خشک ہوگئی۔ مثال سوم تَرَّسَ وَتَتَرَّسَ۔ وہ ڈھال کو کام میں لایا۔

(۱۳) ابتداء: یعنی جو معنی مجرد میں ہوں یہاں اس کے علاوہ ہوں جیسے:
کَلَّمْتُهُ. میں نے اس سے کلام کیا اور مجرد میں کلم کا معنی زخمی کرنا ہے جیسے جَرَّبَ امتحان
کیا، مجرد میں جَرَبَ، خارش کو کہتے ہیں۔ (فیوض عثمانی علم الصیغہ مترجم، علم الصرف آخرین)

خاصیات بابِ تفعُّل

خاصیت باب تفعل یہ کل گیارہ ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مطاوعتِ تفعیل: اس کی دو قسمیں ہیں (الف) فاعل کا اثر مفعول
قبول کرے گا جیسے قَطَّعْتُهُ فَتَقَطَّعَ۔ میں نے اس کو پارہ پارہ کیا پس وہ پارہ پارہ ہوگیا۔
(ب) یہ کہ فاعل کا اثر قبول نہ کرنا ممکن ہو جیسے: عَلَّمْتُهُ فَتَعَلَّمَ. یہاں علم کا قبول نہ کرنا
بھی ممکن ہے۔

(۲) تکلف: یعنی ماخذ کے حاصل کرنے میں تکلف و بناوٹ کرنا جیسے
تَكَوَّفَ زَيْدٌ. زید بتکلف کوفی بنا۔ یا تَجَوَّعَ عَمْرٌو. (عمرو بتکلف بھوکا بنا)۔

(۳) تَجَنُّبْ: یعنی ماخذ سے پرہیز کرنا جیسے تَحَوَّبَ زَيْدٌ. زید گناہ سے
بچا، یہاں "حوب" ماخذ ہے۔

(۴) لُبسِ مَاخذ: یعنی ماخذ کا پہننا جیسے تَخَتَّمَ زَيْدٌ. زید نے انگوٹھی پہنی۔
یہاں "خاتم" ماخذ ہے۔

(۵) تعمل یعنی ماخذ کو کام میں لانا جیسے تَدَهَّنَ زَيْدٌ۔ زید نے تیل ڈالا۔ "دُهْن" ماخذ ہے۔ یا تَتَرَّسَ عَمْرٌو۔ عمرو ڈھال کو کام میں لایا۔ یہاں "ترس" ماخذ ہے۔ یا تَخَيَّمَ بَكْرٌ. بکر نے خیمہ کھڑا کیا۔

(۶) اتخاذ: اس کی چند صورتیں ہیں (الف) ماخذ کو بنانا جیسے تَبَوَّبَ زَيْدٌ زید نے دروازہ بنایا۔ ماخذ "باب" ہے۔ (ب) ماخذ کو لینا جیسے تَجَنَّبَ زَيْدٌ. زید ایک طرف کو ہو گیا، ماخذ "جنب" ہے۔ (ج) کسی چیز کو بنانا جیسے تَوَسَّدَ الْحَجَرَ پتھر کو تکیہ بنایا (د) ماخذ میں پکڑنا جیسے تَأَبَّطَ الصَّبِيَّ۔ بچے کو بغل میں پکڑا۔

(۷) تدریج: یعنی کسی کام کو آہستہ آہستہ کرنا جیسے تَجَرَّعَ زَيْدٌ. زید نے گھونٹ گھونٹ پیا۔ یا تَحَفَّظَ عَمْرٌو. عمرو نے تھوڑا تھوڑا حفظ کیا۔

(۸) تحول: یعنی کسی چیز کا عین ماخذ یا مثل ماخذ کے ہو جانا، جیسے: تَنَصَّرَ زَيْدٌ. زید نصرانی ہو گیا، یا تَنَهَّرَ زَيْدٌ۔ زید نہر جیسا ہو گیا۔ یا مثل دریا ہو گیا۔

(۹) صَيْرُوْرَت: یعنی صاحب ماخذ ہونا جیسے تَمَوَّلَ زَيْدٌ۔ زید صاحب مال ہو گیا۔

(۱۰) موافقتِ مجرد کا ہونا (الف) جیسے تَقَبَّلَ بمعنی قَبِلَ (ب) موافقت أَفْعَلَ جیسے: تَبَصَّرَ وَأَبْصَرَ. (ج) موافقت فَعَّلَ جیسے تَكَذَّبَهُ وَكَذَّبَهُ. اس کو کذب سے منسوب کیا۔ (د) موافقت استفعل جیسے تَخَرَّجَ وَاسْتَخْرَجَ۔

(۱۱) ابتداء: اس کی دو صورتیں ہیں (الف) اس کا استعمال مجرد سے نہ آیا ہو جیسے تَشَمَّسَ دھوپ میں بیٹھا۔ (ب) مجرد میں اور معنی کیلئے مستعمل ہو جیسے تَكَلَّمَ زَيْدٌ یہ مجرد میں کلم سے ہے یعنی زخمی ہوا۔ (فیوض عثمانی شرح علم الصیغہ، علم الصرف آخرین)

باب مفاعلہ کی کل خاصیات سات ہیں

(۱) مشارکت: یعنی دو شخصوں کا آپس میں ملکر کام کرنا کہ ایک کا فعل دوسرے پر واقع ہو، دونوں میں سے ہر ایک فاعل بھی ہو اور مفعول بھی۔ لیکن عبارت میں ایک کو فاعل دوسرے کو مفعول ظاہر کیا جائے گا جیسے قَاتَلَ زَيْدٌ عَمْرًوا. زید عمرو نے باہم قتال کیا۔

(۲) موافقت مجرد: یعنی مجرد کے ہم معنی جیسے سَافَرَ زَيْدٌ ای سَفَرَ.

(۳) موافقت افعل: جیسے بَاعَدْتُهُ بمعنی اَبْعَدْتُهُ۔ میں نے اس کو دور کیا۔

(۴) موافقت فعّل: جیسے، ضَاعَفْتُهُ بمعنی ضَعَّفْتُهُ۔ میں نے اس کو دو چند کر دیا۔

(۵) موافقت تفاعل: جیسے، شَاتَمَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو بمعنی تَشَاتَمَ. یعنی آپس میں گالی گلوچ کی۔

(۶) تصییر: یعنی کسی چیز کو صاحب ماخذ بنانا جیسے عَافَاكَ اللّٰهُ ای جَعَلَكَ ذَاعَافِيَةٍ۔

(۷) ابتداء، جیسے قَاسَى زَيْدٌ هٰذِهِ الشَّدِيْدَةَ۔ یعنی زید نے اس تکلیف کا رنج اٹھایا۔ اس کا مجرد قَسْوَةٌ بمعنی سختی ہے۔

<u>تشارک اور مشارکت میں فرق:</u> واضح ہو کہ باب تفاعل کے تشارک اور باب مفاعلہ کے مشارکت میں چار وجوہ سے فرق ہے:

(الف) باب مفاعلہ میں مشارکَیْن (دونوں شریک) میں سے ایک لفظی اعتبار سے فاعل ہوگا دوسرا لفظی اعتبار سے مفعول ہوگا، لیکن باب تفاعل میں دونوں

لفظی اعتبار سے فاعل ہونگے جیسے: ضَارَبَ زیدٌ عمرواً، تَضارب زیدٌ وعمروٌ لیکن معنی کے اعتبار سے ایک فاعل اور دوسرا مفعول ہوگا۔

(ب) باب مفاعلہ میں دو طرفوں اور دو جانبوں سے زیادہ نہیں ہوتے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ہر طرف میں تعدد ہو یا ایک طرف میں تعدد ہو دوسرے میں تعدد نہ ہو، لیکن مد مقابل دو ہی ہونگے جیسے قَاتَلْنَاهُمْ میں ایک طرف ضمیر "نا" فاعل ہے دوسری طرف مد مقابل "هم" ضمیر مفعول ہے، جانب دو ہیں اگرچہ ہر جانب متعدد ہیں اسی طرح قَاتَلْتُهُمْ، میں ضمیر "تُ" واحد متکلم ایک جانب ہے جوکہ مفرد ہے دوسری جانب ضمیر "هُمْ" ہے جوکہ متعدد ہے، لیکن جانب دو ہی ہیں اسی طرح اس کا عکس بھی ہوسکتا ہے، بخلاف باب تفاعل کے اس میں اطراف اور جوانب زیادہ ہوسکتے ہیں، جیسے: عشرة رجال تقاتلوا، بمعنی دس آدمیوں نے باہم قتال کیا، اس میں قتال کرنے والے دس ہیں ہر ایک ایک طرف اور ایک جانب ہے، تو گویا دس اطراف اور دس جوانب ہیں، اور باعتبار معنی ہر ایک فاعل بھی ہے اور مفعول بھی۔

(ج) باب مفاعلہ کا وہ مفعول جو فاعل کے مشارک ہے باب تفاعل میں فاعل ہوجاتا ہے اگر اس میں اشتراک اور فاعل ہونے کی صلاحیت ہو، جیسے: ضَارَبَ زَيْدٌ عَمْرواً میں عَمْرواً مفعول ہے جوکہ فاعل زید کے مشارک ہے، باب تفاعل میں فاعل ہوجائے گا جیسے: تَضَارب زيدٌ عمروٌ، لیکن اگر اس میں اشتراک اور فاعل ہونے کی صلاحیت نہ ہو تو وہ باب تفاعل میں بھی مفعول ہی رہے گا، جیسے: جاذبت الثوب اور جاذبنا الثوب، میں "الثوب" کے اندر اشتراک اور فاعل کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے باب تفاعل میں بھی مفعول ہی رہا۔

(د) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باب تفاعل کے ہر دو متشارک باعتبار لفظ فاعل

ہوتے ہیں اور باعتبار معنی بھی فاعل ہوتے ہیں لیکن ایسا کم ہوتا ہے: ترافعا شیئاً بمعنی ان دونوں نے ملکر کسی چیز کو اٹھایا، اس مثال میں دونوں شئے (یعنی ترافعا میں ضمیر ''ھما'') باعتبار لفظ فاعل ہے اور باعتبار معنی بھی فاعل، وقوع فعل میں شریک نہیں ہیں۔ (شرح فصول اکبری)

خاصیات باب تفاعل

باب تفاعل کی کل سات (۷) خاصیتیں ہیں:

(۱) تشارک: یہ مثل مفاعلہ کے ہے (یعنی دو شخصوں کا آپس میں ملکر کام کرنا ایک کا فعل دوسرے پر واقع ہو دونوں میں سے ہر ایک فاعل بھی ہو اور مفعول بھی) فرق صرف اتنا ہے کہ مفاعلہ میں ایک فاعل اور دوسرا مفعول لایا جاتا ہے اور تفاعل میں دونوں کو بصورت فاعل ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ فعل کے صدور اور وقوع میں دونوں کا یکساں تعلق ہوتا ہے۔ یعنی دونوں میں ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی۔ جیسے: تَشَاتَمَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو۔ (زید وعمرو نے آپس میں گالی گلوچ کی)۔

(۲) شرکت: یہ صرف صدورِ فعل میں ہوتی ہے، نہ کے وقوع فعل میں جیسے: تَرَافَعَاشَيْئًا۔ دونوں نے ایک شئے کو اٹھایا۔

(۳) تخیل: یعنی کسی ماخذ کا حصول اپنے اندر دکھانا۔ جو درحقیقت حاصل نہیں ہے۔ جیسے تَمَارَضَ زَيْدٌ. زید نے دکھاوے کیلئے اپنے آپ کو بیمار بنا دیا۔

(۴) مطاوعتِ فاعل: جو بمعنی اَفْعَلَ ہے جیسے بَاعَدْتُهُ فَتَبَاعَدَ. یہاں بَاعَدْتُهُ بمعنی اَبْعَدْتُهُ ہے۔ اسلئے تباعد اس کا مطاوع ہوا۔ یعنی میں نے اس کو دور کیا، پس وہ دور ہو گیا۔

(۵) موافقتِ مجرد: جیسے تَعَالٰی بمعنی عَلَا۔

(۶) موافقتِ افعال: جیسے تَیَامَنَ بمعنی اَیْمَنَ یعنی وہ یمن میں داخل ہوا۔

(۷) ابتداء: جیسے تَبَارَکَ اللّٰہُ یعنی اللہ تعالٰی بہت بابرکت ہے۔ اس کا مجرد بَرَکَ ہے بمعنی اونٹ بیٹھا۔

<u>خاصیت باب مفاعلہ و تفاعل میں شرکت کا فرق:</u> یہ بات یاد رہے کہ باب مفاعلہ و بابِ تفاعل کے خاصوں میں سے ایک خاصہ مشارکت بھی ہے مگر دونوں میں چند وجوہ سے فرق ہے (ا) مفاعلہ لفظ کے اعتبار سے مفعول بہ چاہتا ہے جیسے: ضَارَبْتُہٗ لفظ "ضَارَبْتُ" بابِ مفاعلہ کے ماضی کے واحد متکلم کا صیغہ ہے جس کا مفعول "ہٗ" ضمیر ہے اور تفاعل باعتبار لفظ کے مفعول نہیں چاہتا لہٰذا "تَضَارَبْتُہٗ" نہیں کہا جاتا بلکہ تَضَارَبْنَا کہا جاتا ہے جو بابِ تفاعل سے صیغۂ جمع متکلم ہے اور ضمیر نَحْنُ اس کا فاعل ہے اس کا مفعول نہیں ہے۔ (ب) دوسرا فرق یہ ہے کہ باب مفاعلہ میں ایک اسم صریح باعتبار لفظ فاعل، دوسرا اسمِ صریح باعتبار لفظ مفعول ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے ضَارَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا اور بابِ تفاعل میں دونوں اسم صریح باعتبار لفظ فاعل ہوتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ تَضَارَبَ زَیْدٌ وعَمْرٌو مگر دونوں باب میں باعتبار معنی فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی۔ (ج) تیسرا فرق یہ ہے کہ باب مفاعلہ میں جو مفعول مشارک ہوتا ہے وہ باب تفاعل میں جا کر فاعل ہو جاتا ہے، جیسے: ضَارَبَ زَیْدٌ وعَمْرٌو میں عمرو ایسا مفعول ہے جو فعلِ ضرب میں شریک ہے اور وہی عمرو۔ "تَضَارَبَ زَیْدٌ وعَمْرٌو" میں فاعل ہو گیا ہے۔ البتہ باب مفاعلہ کا جو مفعول مشارکت ہو وہ باب تفاعل میں مفعول ہی ہوتا ہے، جیسے "ضَارَبْتُہُ الثَّوبَ" میں ثوب شریک نہیں ہے، لہٰذا "تَجَاذَبْنَا الثَّوبَ" میں بھی ثوب مفعول رہتا ہے۔ (د) چوتھا فرق یہ ہے کہ باب مفاعلہ میں ظرف فاعل اور ظرف مفعول

دونوں کی تقدیر پر ایک جانب کا مجموعہ دوسری جانب کے مجموعہ کا شریک ہونا شرط ہے مگر باب تفاعل میں شرط نہیں لہذا "عشـرةُ رِجـالِ قـاتـلـوا" کہنا صحیح نہیں اور "عشرة رجالٍ تقاتلوا" کہنا صحیح ہے۔ (آرب الطلبہ ص:۱۱۱/۱۱۰)

قاعدہ :...... جو لفظ باب مفاعلہ میں دو مفعول چاہتا ہے وہ تفاعل میں ایک مفعول چاہے گا اور جو باب مفاعلہ میں ایک مفعول چاہے گا وہ باب تفاعل میں لازم ہوگا اس کی مثال جَاذَبْتُ زَيْدًا ثَوْبًا۔ میں نے زید کا کپڑا کھینچا۔ اور تَجَاذَبْنَا ثَوْبًا۔ ہم نے ایک دوسرے کا کپڑا کھینچا۔

خاصیاتِ باب افتعال

خاصیات باب افتعال کل چھ ہیں:

(۱) اتخاذ: اس کی چار صورتیں ہیں جو باب تفعل میں گذر چکی ہیں۔ (اس کی صورتیں یہ ہیں جیسے: اِجْتَحَرَ. سوراخ بنایا۔ ماخذ "جَحَرَ" ہے اور اِحْتَجَرَ بمعنی حجرہ بنایا، یہ ماخذ بنانے کی مثال ہے. اِجْتَنَبَ۔ جانب پکڑا۔ یہ ماخذ پکڑنے کی مثال ہے اِغْتَذَى الشَّاةَ. بکری کو غذا بنایا یہ کسی چیز کو ماخذ بنانے کی مثال ہے. اِعْتَضَدَهُ۔ اس کو بغل میں پکڑا۔ یہ کسی کو ماخذ میں لینے کی مثال ہے ماخذ "عضد" ہے۔

(۲) تصرف: یعنی فعل حاصل کرنے میں کوشش کرنا، جیسے: اِكْتَسَبَ بمعنی كَسَبَ اس نے کوشش کی۔

(۳) تخییر: یعنی فاعل کا اپنے لئے کوشش کرنا جیسے اِكْتَالَ الشَّعِيرَ۔ اس نے جو ناپا۔ ماخذ "کیل" ہے۔

(۴) مطاوعت فعل: جیسے: غَمَّمْتُهُ فَاغْتَمَّ۔ میں نے اس کو غمگین کیا پس

وہ غمگین ہوگیا۔

(۵) موافقتِ مجرد: جیسے اِبْتَلَجَ بمعنی بَلَجَ یعنی کشادہ ابرو ہونا۔ مُوَافَقَتِ اَفْعَلَ جیسے: اِحْتَجَزَ بمعنی اَحْجَزَ یعنی ملک حجاز میں داخل ہوا. مُوَافَقَتِ تَفَعَّلَ جیسے اِرْتَدٰی بمعنی تَرَدّٰی چادر اوڑھ لی۔ موافقت تفاعل جیسے اِخْتَصَمَ زَیْدٌ بمعنی تَخَاصَمَ. موافقتِ استفعل جیسے اِیْتَجَرَ بمعنی اِسْتَاجَرَ طلب اجرت کرنا۔

(۶) ابتداء جیسے اِسْتَلَمَ بمعنی پتھر کو بوسہ دیا مجرد سَلِمَ ہے بمعنی سلامت رہا۔

خاصیاتِ بابِ استفعال

خاصیاتِ بابِ استفعال یہ کل دس ہیں:

(۱) طلب ماخذ: یعنی ماخذ کا طلب کرنا جیسے اِسْتَطْعَمْتُهٗ۔ میں نے اس سے کھانا طلب کیا۔ یہاں طعام ماخذ ہے۔

(۲) لیاقت: یعنی کسی چیز کا لائق ہونا جیسے: اِسْتَرْقَعَ الثَّوْبُ. کپڑا پیوند کے لائق ہوگیا۔ ماخذ "رقع" ہے۔

(۳) وجدان: جیسے اِسْتَكْرَمْتُهٗ . میں نے اس کو کریم پایا۔

(۴) حسبان: یعنی کسی چیز کو ماخذ کے ساتھ موصوف خیال کرنا جیسے اِسْتَحْسَنْتُهٗ (میں نے اس کو نیک گمان کیا) ماخذ "حُسن" ہے۔

(۵) تحول: یعنی کسی چیز کا عین ماخذ یا مثل کے ہونا اور یہ دو قسم پر ہے اول صوری جیسے اِسْتَحْجَرَ الطِّیْنُ۔ گارا پتھر ہوگیا، یا مثل پتھر کے ہوگیا۔ ماخذ "حجر" ہے۔ دوم معنوی جیسے اِسْتَوْنَقَ الْجَمَلُ ۔ اونٹ اونٹنی ہوگیا، ماخذ "ناقہ" ہے۔

(۶) اتخاذ: جیسے اِسْتَوْطَنَ الْهِنْدَ۔ ہند کو وطن بنالیا۔ ماخذ وطن ہے۔

(۷) قصر: یعنی اختصار کے واسطے مرکب سے ایک کلمہ کو نکالنا جیسے استرجع

یعنی "اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنا۔

(۸) مطاوعتِ افعل جیسے اَقَمْتُہٗ فَاسْتَقَامَ ۔یعنی میں نے اس کو قائم کیا پس وہ قائم ہوگیا۔

(۹) موافقتِ مجرد وافعل وتفعل وافتعال جیسے اِسْتَقَرَّ وَقَرَّ۔ٹھہر گیا۔ اِسْتَجَابَ وَاَجَابَ ۔جواب دیا یا قبول کیا۔اِسْتَکْبَرَ وَتَکَبَّرَ ۔غرور کیا۔اِسْتَعْصَمَ وَاعْتَصَمَ۔

(۱۰) ابتداء: جیسے اِسْتَعَانَ یعنی موئے زیر ناف صاف کیا، اس کا مجرد عان ہے ماخذ عانۃ ہے۔(شرح علم الصیغہ ،علم الصرف آخرین، المصباح، فیوض عثمانی)

خاصیاتِ بابِ انفعال

خاصیاتِ باب انفعال یہ کل سات ہیں:۔

(۱) لزوم: جیسے اِنْصَرَفَ ۔پھرا، یہ لازم ہے، صَرَفَ پھرایا، یہ متعدی ہے۔

(۲) علاج: یعنی حواس ظاہرہ سے ادراک کرنا ۔یہ دونوں خواص یعنی لزوم وعلاج باب انفعال کیلئے لازمی ہیں ۔اس کے علاوہ دوسرے ابواب میں ان خواص کا استعمال مجازی ہوگا۔

(۳) مطاوعتِ فعلِ مجرد: جیسے کَسَرْتُہٗ فَانْکَسَرَ.

(۴) مطاوعتِ اِفعل: جیسے اَغْلَقْتُ الْبَابَ فَانْغَلَقَ ۔میں نے دروازہ بند کیا پس وہ بند ہوگیا۔

(۵) موافقتِ فعل: جیسے اِنْبَلَجَ بمعنی بَلَجَ ۔کشادہ ابرو ہوا۔موافقت افعل جیسے اِنْحَجَزَ بمعنی اَحْجَزَ حجاز میں پہنچا۔اور حَیْنُوْنَتْ میں موافقت جیسے اِنْحَصَدَ

اَلزَّرْعُ کھیتی حصاد (کٹنے) کے وقت کو پہنچ گئی۔ (انفعال کا یہ خاصہ نادر الوجود ہے)

(۶) انفعال کے فا کلمہ میں حروف یرملون یعنی لام، میم، را، واؤ، اور نون وحروف لین ثقل کی وجہ سے نہیں آتے، پس اگر یہ حروف ہوں تو اس باب کو افتعال سے لاتے ہیں جیسے رَفَعَهٗ فَارْتَفَعَ وَنَقَلَهٗ فَانْتَقَلَ۔ لیکن اَنْمحی، اَنْمارَ کا استعمال شاذ ہیں۔

(۷) ابتدا: جیسے اِنْطَلَقَ. وہ چلا گیا۔ اس کا مجرد طلاقت بمعنی کشادہ روئی ہے۔

(علم الصرف آخرین، شرح علم الصیغہ، فیوض عثمانی، المصباح)

اختلافِ ابواب کی وجہ سے اختلاف معنی

ایک مادہ کا لفظ مختلف ابواب سے مختلف معانی میں مستعمل ہوتا ہے چند الفاظ بطور مثال پیش خدمت ہیں۔

(۱) غَرَّ یَغُرُّ غُرُوْرًا از نصر بمعنی دھوکہ دینا۔ غَرَّ یَغِرُّ غَرَّةً وَغَرَارَةً از ضرب بمعنی ناتجربہ کار اور بھولا بھالا ہونا. غَرَّ یَغَرُّ غَرَرًا از سمع بمعنی خوب صورت ہونا۔

(۲) غَمَرَ یَغْمُرُ غَمْرًا از نصر بمعنی ڈھانپنا۔ غَمِرَ یَغْمَرُ غَمَرًا از سمع بمعنی کینہ والا ہونا۔ غَمُرَ یَغْمُرُ غَمَارَةً از کرم بمعنی پانی کا زیادہ ہونا۔

(۳) عَنَی یَعْنِیْ عِنَايَةً از ضرب قصد کرنا۔ عَنِیَ یَعْنٰی عَنَاءً از سمع بمعنی تھکنا، عَنَا یَعْنُوْ عُنُوًّا از نصر بمعنی عاجزی کرنا۔

(۴) دَلَّ یَدِلُّ دَلًّا وَدَلَالًا از ضرب بمعنی ناز کرنا، دَلَّ یَدُلُّ دَلَالَةً از نصر بمعنی رہنمائی کرنا۔

(۵) قَدَمَ یَقْدُمُ قُدُوْمًا از نصر آگے آگے جانا، قَدُمَ یَقْدُمُ قَدَامَةً قِدَمًا از کرم بمعنی قدیم ہونا۔ قَدِمَ یَقْدَمُ قُدُوْمًا وَمَقْدَمًا از سمع بمعنی سفر سے واپس آنا۔

(۶) مَرَّ یَمُرُّ مُرُوْرًا از نصر بمعنی گزرنا۔ مَرَّ یَمَرُّ مَرَارَۃً از سمع کڑوا ہونا۔

(۷) خَطَرَ یَخْطِرُ خَطَرَانًا از ضرب بمعنی اکڑ کر چلنا، خَطَرَ یَخْطُرُ خُطُوْرًا از نصر بمعنی نسیان کے بعد یاد آنا، خَطُرَ یَخْطُرُ خُطُوْرَۃً از کرم بمعنی بلند مرتبہ والا ہونا۔

(۸) بَلَغَ یَبْلُغُ بُلُوْغًا از نصر بمعنی پہنچنا، بالغ ہونا۔ بَلُغَ یَبْلُغُ بَلَاغَۃً از کرم بمعنی بلیغ ہونا۔

(۹) خَلَقَ یَخْلُقُ خَلْقًا از نصر بمعنی پیدا کرنا، خَلِقَ یَخْلَقُ خَلَقًا از سمع بمعنی کہنہ و قدیم ہونا۔ خَلُقَ یَخْلُقُ خَلَاقَۃً از کرم بمعنی سزاوار ہونا۔

(۱۰) عَانَ یَعِیْنُ عَیْنًا از ضرب بمعنی نظر لگانا۔ عَانَ یَعُوْنُ عَوْنًا۔ از نصر مدد کرنا۔ عَیِنَ یَعْیَنُ عَیَنًا از سمع بمعنی آنکھ کی بڑی چوڑی پتلی والا ہونا۔ (مصباح اللغات، فرائد منثورہ، ص: ۴۵)

تم بحث الفعل

والحمد للہ علی ذالک

العبد نور حسین بن عبدالشکور القاسمی

عفاہ اللہ عنہ ولوالدیہ ولمن لہ حق علیہ

خادم حدیث الشریف جامعہ عربیہ الہیہ

بحث حرف

بحث حرف

<u>حرف کی لغوی تعریف</u>:۔ اَلْحَرْفُ فِي اللُّغَةِ الطَّرْفُ یعنی حرف کے معنی لغت میں طرف اور کنارہ کے ہیں۔ دیگر تحقیق اس طرح ہے۔ الحرف: (بفتح حاء) بمعنی کنارہ، دھار، جانب۔ اس کی جمع حِرَفٌ آتی ہے۔ کہا جاتا ہے، ”فلان علی حرفٍ من امرہ“۔ اور الحَرفُ: بمعنی پانی بہنے کی جگہ حرف، السفینة او النھر۔ کشتی یا دریا کا کنارہ۔ اس کی جمع حُرُوْفٌ وَاَحْرُفٌ ہیں۔ اور حروف تہجی میں سے اس کا ایک نام ”حرف المبنی“ ہے۔ الحُرفُ: (بضم حاء) معنی رائی، اس کا مفرد ”حُرفةٌ“ ہے۔ اور الحِرفةُ: بکسر الحاء) معنی پیشہ، ہنر وغیرہ، حرف، (ض) حرفاً الشیء عن وجھہ بمعنی پھیرنا، جھکانا۔ عن الشیء مائل ہونا، لعیالہ: ادھر اُدھر سے کمائی کرنا۔ حرف (س) فی مالہ حرفةً، کچھ ضائع ہوجانا۔ اور لفظ ”حرف“ یہ باب افتعال، انفعال، افعال، تفعیل، تفعل اور مفاعلہ وغیرہ سے مستعمل ہے۔ (لغت المصباح ص:۱۴۷)

<u>حرف کی اصطلاحی تعریف</u>:۔ حَدُّ الْحَرْفِ کَلِمَةٌ لَاتَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ، عَنْ وَغَيْرُهُمَا۔

”یعنی حرف ایسا کلمہ ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت نہیں کرتا جو اسکی ذات میں ہو بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں ہو، جیسے: مِنْ، عَنْ وغیرہ۔

دوسری جگہ تعریف یوں کی گئی ہے کہ اصطلاح نحو میں حرف وہ کلمہ ہے جو بغیر دوسرے سے ملے ہوئے معنی نہ دے، اور اس کا نام ”حرف المعنی“ ہے۔

<u>حرف کی وجہ تسمیہ</u>:۔ کیونکہ یہ اسم یا فعل کے اعتبار سے ایک طرف واقع ہوتا ہے۔ اسلئے اس کو حرف کہتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ حروف کی دو قسمیں ہیں: (۱) حروف معانی (۲) حروف مبانی، پھر حروف معانی ان حروف کو کہتے ہیں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں، یا ان کو حروف معانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ افعال کے معانی کو اسماء تک پہنچاتے ہیں۔ اور حروف مبانی ان حروف کو کہتے ہیں جن سے کلمہ مرکب ہو، لیکن وہ خود کلمہ نہ ہوں، جیسے ضرب میں (ض، ر، ب) حروف مبانی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حروف معانی مبنی ہوتے ہیں اور حروف مبانی نہ معرب ہوتے ہیں اور نہ مبنی، کیونکہ اعراب وبناء کلمہ کی صفت ہے اور یہ کلمہ نہیں ہوتے، بلکہ ان سے مرکب ہوتا ہے۔ (اجمل الحواشی ص:۲۴۷)

تعریف حرف پر اشکال:۔ اشکال یہ ہے کہ "جب حرف ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہے، دلالت نہیں کرتا تو ایسے معنی پر کیسے دلالت کر سکتا ہے جو اس کے غیر میں ہوں کیونکہ جو شئے خود اپنی حفاظت نہ کر سکے تو وہ دوسرے کیلئے کیسے محافظ ہو سکتی ہے؟

اس کا جواب:۔ یہ اشکال سطحی نظر سے واقع ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں (حرف کی تعریف میں مذکور "فی" "میں") اصل میں فی اعتبار کے معنی میں ہے، جیسے: اہل عرب کے ان دو قول (اَلدَّارُ فِیْ نَفْسِهَا حُكْمُهَا كَذَا وَالدَّارُ فِیْ غَيْرِهَا حُكْمُهَا كَذَا) میں اور جب فی اعتبار کے معنی میں ہو گیا تو اعتبار کا مطلب یہ ہو گیا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنی ذات کے اعتبار سے دلالت نہ کرے، بلکہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنے غیر کے اعتبار سے دلالت کرے۔ یعنی اس کلمہ کے معنی کا سمجھنا بلا انضمام کلمۂ اُخری کے نہ ہو۔ (مصباح النحو، ص:۴۲)

حروف جارہ کی بحث

حروف جارہ: یہ جَرٌّ سے مشتق ہے جر کے لغوی معنی ہے، کشیدن یعنی کھینچنا۔

اصطلاح میں جر وہ حرف یا حرکت ہے جو اسم کے مضاف الیہ ہونے پر دلالت کرے۔ حروف جارہ جو فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک پہنچانے کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ کل سترہ ہیں اور ان کی چھ قسمیں ہیں (۱) سات حروف ہیں جو اسم ظاہر و مضمر دونوں پر بغیر شرط کے عمل کرتے ہیں وہ سات حروف یہ ہیں فِیْ، مِنْ، عَنْ، اِلٰی، عَلٰی، بَاء، لام۔ (۲) تین حروف ہیں جو شرط کے ساتھ عمل کرتے ہیں (الف) کاف بشرطیکہ تشبیہ کیلئے ہو (ب) حتی بشرطیکہ ابتدائیہ نہ ہو (ج) واؤ بشرطیکہ قسمیہ ہو (۳) وہ تاء جو محض اسم ظاہر خاص پر عامل ہوتی ہے وہ دو لفظ ہیں جو یہ ہیں۔ (الف) لفظ "اللہ" (ب) لفظ "رب" (۴) منذ ومذ: یہ اسم ظاہر غیر مبہم پر داخل ہوتے ہیں۔ (۵) رُبَّ یہ اسم ظاہر وضمیر خاص پر داخل ہوتا ہے اسم ظاہر کیلئے نکرہ موصوفہ ہونا شرط ہے (یعنی ضروری ہے) اور جب رُبَّ ضمیر پر داخل ہوگا تو وہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ومبہم ہوگی جس کی تفسیر مابعد میں ہوگی مثال رُبّہ رجلا جوادًا۔ اور "رُبَّ" اس کی چند خصوصیات ہیں اور رُبَّ میں حرکت کے لحاظ سے سولہ لغات مشہور ہیں۔ (دیکھئے معراج النحو، ص: ۱۷۶)

☆...... رُبَّ کا طریقہ استعمال: رب کا مابعد مجرور ہوتا ہے کیونکہ یہ حرف جر ہے اور تقلیل کیلئے آتا ہے، لیکن کبھی تکثیر کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے: رُبَـمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَـفَـرُوْا الـخ۔ اور کبھی "رُبَّ" پر "ما" داخل ہوتا ہے، جیسے: مثال مذکور میں ہے، اور "رُبَّ" ہمیشہ صدر کلام میں آتا ہے اور مجرور اس کا نکرہ موصوفہ ہوتا ہے، جیسے: رُبَّ هَجْرٍ جَمِيْلٍ. (تسهيل قواعد النحو، ص: ۲۲)

☆...... رُبَّ: یہ حرف ہے اس کے اندر نحویوں کے نزدیک سولہ لغات ہیں یعنی سولہ لغات سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اور اس کے معنی میں آٹھ قول آئے ہیں (۱) یہ کہ وہ ہمیشہ تقلیل کیلئے آتا ہے اور اکثر علماء اسی بات پر زور دیتے ہیں۔ (۲) یہ ہمیشہ تکثیر کیلئے

آتا ہے جیسے: رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ. یہاں قول اوّل کے قائلین نے کہا کہ "کفار عذاب کی سختیوں اور تکلیفوں میں ایسے مشغول رہیں گے کہ بہت کم ان کے حواس ایسی آرزو کرنے کیلئے درست ہو پائیں گے" لہذا یہ تقلیل کے معنی میں غالب ہے (۳) یہ کہ "رُبّ" تقلیل وتکثیر دونوں کیلئے یکساں آتا ہے (۴) یہ کہ بیشتر تقلیل کیلئے اور شاذ ونادر تکثیر کیلئے آتا ہے (۵) چہارم کے برعکس یعنی بیشتر تکثیر کیلئے وشاذ ونادر تقلیل کیلئے (۶) یہ کہ "رُبّ" تقلیل یا تکثیر دونوں میں سے کسی معنی کیلئے بھی وضع نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ تو حرف اثبات ہے جو نہ اس پر دلالت کرتا ہے اور نہ اُس پر، ہاں یہ بات خارج (یعنی ظاہر الفاظ اور سیاق وسباق عبارت) سے کچھ سمجھ میں آتی ہے (۷) یہ کہ "رُبّ" مباہات اور بڑائی ظاہر کرنے کے موقعوں پر تکثیر کے معنی میں اور دیگر مواقع پر تقلیل کے معنی میں آتا ہے (۸) یہ کہ "رُبّ" عدد مبہم کیلئے ازروئے تقلیل وتکثیر آتا ہے۔ (الاتقان ج ا ص:۵۱۶، تیسیر النحو، ص:۱۷۶)

رُبّ:...... اس حرف کو کئی طرح پڑھتے ہیں (۱) راء کو ضمہ اور باء کی مندرجہ ذیل تین حالتیں (الف) باء مشدد مفتوح (رُبَّ)۔ (ب) باء مفتوح غیر مشدد (رُبَ)۔ (ج) باء ساکن کے ساتھ (رُبْ)۔ (۲) راء کو فتحہ اور باء کی دو صورتیں (الف) باء کو مشدد اور مفتوح پڑھتے ہیں (رَبَّ)۔ (ب) باء کو صرف فتحہ پڑھتے (رَبَ)۔ (۳) راء کو ضمہ اور باء مشدد کو فتحہ کے ساتھ، تاء مفتوحہ آخر میں بڑھا دیتے ہیں، جیسے: رُبَّةَ. (۴) راء کو ضمہ، باء کو مفتوحہ مخففہ، اس کے بعد باء مفتوحہ، جیسے: رُبَّةَ. (مصباح العوامل، ص:۲۹)

رُبّ:۔ یہ اسم ظاہر وضمیر خاص پر داخل ہوتا ہے اسم ظاہر کیلئے نکرہ موصوفہ ہونا شرط ہے (یعنی ضروری ہے) اور جب ربّ ضمیر پر داخل ہوگا تو وہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ومبہم ہوگی جس کی تفسیر مابعد ہوگی مثال رُبَّهٗ رَجُلًا جَوَّادًا ۔ (مصباح العوامل ومسودہ فوائد ترکیبیہ از شیخ الحدیث اشرف المدارس)

(۶) حَاشَا، خَلَا، عَدَا، یہ ماقبل کے حکم کی نفی کرتے ہیں اور استثناء کا معنی دیتے ہیں۔

(مسودہ فوائد ترکیبیہ، از مولانا عبدالرشید حفظہ اللہ، شیخ الحدیث اشرف المدارس)

حَتّٰی:...... میں ایک لغت حاء کے بجائے عین کے ساتھ "عَتّٰی" بھی ہے حضرت ابن مسعودؓ نے عتی پڑھا ہے۔ اور حتی کے تین معنی (عطف، جر، استیناف) ہیں۔ (۱) عاطفہ جارہ ہونے کیساتھ انتہاء کے معنی بھی دیتا ہے لیکن اس کے مدخول میں بطور جزاء کے لاکا آنا ضروری ہے، جیسے: مَاتَ النَّاسُ حَتّٰی الْاَنْبِيَاءُ (۲) ابتداء کیلئے آتا ہے، اس کا دوسرا نام حتی استینافیہ اور حتی ابتدائیہ بھی ہے گویا اس کے مابعد کلام مستانف ہوتا ہے اور اعراب کے لحاظ سے اپنے ماقبل سے جدا ہوتا ہے، البتہ معنی ماقبل سے متعلق ہوتا ہے (۳) حتی جارہ ہے اور اکثر جارہ ہی استعمال ہوتا ہے جیسے: سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ (الاتقان ج ا ص: ۵۱۱، مصباح العوامل ص: ۲۳، معراج النحو، ۱۷۶)

حَتّٰی: ۔ مزید چار معنی کیلئے آتا ہے (۱) انتہائے غایت کیلئے، جیسے: نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصُّبْحَ، یا سِرْتُ الْبَلَدَ حَتَّى السُّوْقَ (۲) تعلیل کیلئے، جیسے: اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ (۳) حتی بمعنی مع کیلئے آتا ہے، جیسے: قَرَأْتُ وِرْدِيْ حَتَّى الدُّعَاءَ اَيْ مَعَ الدُّعَاءِ (۴) استثناء کیلئے، جیسے: وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ حَتّٰى تَفْعَلَ۔ (۵) حتی جر کیلئے۔ (۶) حتی عاطفہ بھی واقع ہوا کرتا ہے۔ اس کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ مگر ایسا "حتی" جو عاطفہ ہو مجھے نہیں معلوم کہ کہیں قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حتی کے ساتھ عطف ہونا بہت کم مستعمل ہے اور اسی وجہ سے نحویانِ کوفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور مصنف اصول الشاشیؒ کہتے ہیں کہ اگر کلمہ حتی کو، جزاء پر محمول کرنا متعذر ہو یعنی اگر کلمہ حتی کا ماقبل سبب اور کلمہ حتی کا مابعد جزا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں کلمہ حتی کو عطف محض پر محمول کیا جائے گا یعنی کلمہ

فاء کے معنی میں ہوگا یا ثم کے معنی ہوگا اس کی مثال امام محمدؒ کا یہ قول ہے مولیٰ نے کہا "عَبْدِیْ حُرٌّ اِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی اَتَغَدّٰی عِنْدَکَ الْیَوْمَ" (اگر میں آج تیرے پاس نہ آؤں، پھر تیرے پاس صبح کا کھانا نہ کھاؤں، تو میرا غلام آزاد ہے)۔ (۷) حتی ابتدائیہ بھی ہوتا ہے یعنی ایسا حرف کہ اس کے بعد سے جملوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس حالت میں وہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کا فعل مضارع ہو یا ماضی دونوں کی حالت یکساں ہے اس کی مثالیں، جیسے: حَتّٰی یَقُوْلُ الرَّسُوْلُ (رفع کیساتھ)۔ "حَتّٰی عَفَوْا وَقَالُوْا" اور "حَتّٰی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ۔ (منیۃ الادب ج ۱ ص: ۲۰، ج ۲ ص: ۴۸، اتقان ص: ۵۱۳ ج ۱، اجمل الحواشی ص: ۸۷، ۲۸۸)

☆...... حَتّٰی کے متعلق سوال اس مثال "حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ" میں، کہ حتی حرف جارہ ہے اور حرف جارہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل (ادخل) پر داخل ہو رہا ہے؟

الجواب: ۔ اس وجہ سے کہ حتی وغیرہ کے بعد اَن مقدر مانا جاتا ہے تاکہ فعل اَن کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہو جائے اور مصدر اسم ہے لہذا حتی فعل مضارع پر داخل نہیں ہوا، بلکہ اسم پر داخل ہوا ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہیں رہا، کیونکہ اس وقت اَدْخُلَ دخول کے معنی میں ہو گیا ہے۔ (ہدیہ صغیر ص: ۸۱)

اِلٰی : ...... جب ضمیر پر داخل ہوتا ہے تو وہ الف جو اسم غیر متمکن کے آخر میں واقع ہو یا سے بدل جاتا ہے، جیسے: اِلَیْہِ، عَلَیْہِ وغیرہ۔ اور لَدَیْہِ، حَتّٰی کے ضمیر پر داخل ہونے نہ ہونے میں مختلف اقوال ہیں کوفی حضرات حتی کے ضمیر پر داخل ہونے کو جائز مانتے ہیں، جیسے: شاعر نے حَتّٰاکَ کا لفظ اپنے شعر میں استعمال کیا ہے: ۔

مَتٰی حَتّٰاکَ یَاابْنَ اَبِیْ زِیَادٖ

لیکن جمہور اس استعمال کو شاذ کہتے ہیں ان کے نزدیک حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے ضمیر پر نہیں، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ الی اصل ہے اور حتی اس کی فرع ہے اسلئے کہ مرتبہ میں کم ہے لہذا ضمیر پر داخل نہ ہوگا اگر کبھی ضمیر پر داخل ہوگا تو اس کا الف یاء سے بدل جائے گا، جیسے: حتیہ وغیرہ۔ (مصباح العوامل، ص: ۴۴)

الی اور حتی میں فرق: حَتّٰي: یہ الی کی طرح انتہائے غایت کا حرف ہے، مگر حتی اور الی کے اندر کئی باتوں میں باہم فرق ہیں (ا) حَتّٰي إِلٰي سے ان باتوں میں منفرد ہے کہ وہ محض اسم ظاہر کو جر دیتا ہے اور اس آخری مسبوق کو بھی جو کئی اجزاء رکھتا ہو اور اسکا مجرور جزو اخیر کے ساتھ ملتا ہو، جیسے: "سَلَامٌ هِيَ حَتّٰي مَطْلَعِ الْفَجْرِ. الآية" کہ اس مثال میں حَتّٰي نے مطلع کو جر دیا ہے اور وہ رات کے آخری حصہ سے یعنی فجر سے ملتا ہے اور وہ اپنے ماقبل فعل کے آہستہ آہستہ شروع ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں ابتدائے غایت کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسکے بعد اَنْ مقدرہ کے باعث مضارع منصوب واقع ہوتا ہے اور اس حالت میں مضارع منصوب مع اَن مقدرہ کے دونوں مصدر مجرور کی تاویل میں ہوتے ہیں، ایسے مواقع پر حَتّٰي کے تین معانی آتے ہیں (ا) یہ کہ وہ الی کا مترادف ہوتا ہے جیسے قَوْلُهُ تَعَالٰي: "لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ حَتّٰي يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوْسٰي" (ب) دوسرے یہ کہ کی تعلیلیہ کا مترادف ہوتا ہے، جیسے قَوْلُهُ تَعَالٰي: "وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰي يَرُدُّوْكُمْ" (ج) تیسرے یہ کہ وہ استثناء میں اِلَّا کا مترادف ہوتا ہے، جیسے: قَوْلُهُ تَعَالٰي: "وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰي يَقُوْلَا. الآية" اور یہ بھی اہم ہے کہ حتی کے ساتھ غایہ کا دخول مغیا میں ہوگا اور الی کے ساتھ نہ ہوگا اور حتی ابتدائیہ اور عاطفہ بھی ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن، ص: ۵۱۱/۵۱۲ ج ۱)

بالفاظ دیگر اِلٰی حرف جار ہے اور علی بھی حرف جار ہے اور لدیٰ اسم ظاہر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ضمیر پر جب ان کو داخل کیا جاوے تو اِلَاہُ، عَلَاہُ۔ اور لَدیٰہُ نہیں ہوتے بلکہ اِلَیْہِ اور عَلَیْہِ اور لَدَیْہِ ہوتے ہیں۔

جواب:۔ یہ ہے کہ اسمائے متمکنہ اور حروف جارہ جب ضمائر کے ساتھ لگتے ہیں تو کچھ نہ کچھ تغیر ضرور ہوتا ہے اور ہر وہ اسم متمکن کہ جو اسم مقصور ہو اور ہر وہ حرف کہ جس کے آخر میں الف ہو اگر اس کے بعد ضمیر آئے گی تو وہ الف، ی سے بدل جائے گا رہ گیا معاملہ حتی حرف جارہ کا تو اس کے ضمیر پر داخل ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے جو لوگ اس کے داخلہ کو ضمیر پر جائز قرار دیتے ہیں وہ حتیہ کہیں گے۔ اور جو لوگ اس کا ضمیر پر داخلہ جائز قرار نہیں دیتے ان کے یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حتیہ کہنے کا۔

(مصباح العوامل، ص:۲۴، ۲۵)

☆...... حروف جارہ کیلئے ہمیشہ متعلق کی ضرورت ہوتی ہے پھر اگر اس کا متعلق کلام میں مذکور ہو تو اس کو "ظرف لغو" کہیں گے۔ یعنی بیکار، کہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسندالیہ اگر حروف جار کا متعلق لفظوں میں مذکور نہ ہو بلکہ مقدر ہو تو اس کو ظرف مستقر کہیں گے، پھر وہ ظرف اپنے متعلق کے محل وقوع کے لحاظ سے محلاً مرفوع یا منصوب یا مجرور کہلائے گا۔ اگر اسم معرفہ کے بعد واقع ہوگا تو ہمیشہ موصوف کے تابع رہے گا۔ یا کسی موصول کا صلہ ہوگا۔ (مفتاح العوامل، ص: ۱۰)

قاعدہ:۔ ظرف اور جار و مجرور کیلئے متعلق کا ہونا ضروری ہے، خواہ متعلق فعل ہو یا شبہ فعل ہو مقدم ہو یا مؤخر ہو مذکور ہو یا مقدر ہو۔ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن، ص:۱۶)

☆...... ہر جار کا مجرور ہمیشہ اسم ہوتا ہے عام ہے کہ اسم حقیقی ہو یا حکمی یا تاویلی۔ اسم حقیقی دس ہیں: اسم جامد، اسم مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، اسم

ظرف، اسم آلہ، اسم منسوب، اسم مبالغہ۔ اسم حکمی یہ ہیں: فعل پر اَن مصدریہ، کَیْ مصدریہ، لو مصدریہ، یا اَنّ مع اسم وخبر پر داخل ہو۔ اسم تاویلی یہ ہیں۔ فعل وحرف کی ذات مراد ہو بتاویل "هٰذَا اللَّفْظُ" یا بتاویل "هٰذَا الْقَوْلُ" کیساتھ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆...... ہر جار و مجرور کو بوقت ترکیب ظرف سے تعبیر کرتے ہیں اور ہر ظرف کیلئے متعلق کا ہونا ضروری ہے عام ہے کہ وہ متعلق فعل ہو، جیسے: اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. یا شبہ فعل ہو جیسے: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ. یا مؤول بشبہ فعل ہو، جیسے: وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ اِلٰـهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰـهٌ. یا متعلق معنیٰ فعل ہو جو نحوی کلام واشارہ کلام سے سمجھا جائے، جیسے مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ. عام ہے کہ وہ متعلق مقدم ہو یا مؤخر، مذکور ہو یا مقدر۔ مگر رُبّ، حاشا، خلا، عدا مستغنی از متعلق ہیں۔ (از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب)

☆...... مجرورات کے ذیل میں صرف مضاف الیہ آتا ہے۔ (الف) مضاف الیہ وہ اسم ہے جو بواسطۂ حرف جر منسوب کیا جائے اور لفظاً میں مذکور ہو، جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ، میں "بَـــاء" مذکور ہے اور اس کو اصطلاح نحو میں جار مجرور کہتے ہیں۔ (ب) حرف جر کبھی تقدیراً ہوتا ہے، جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ، اصل میں غُلَامٌ لِّـزَيْدٍ تھا۔ اور اس کو اصطلاح نحو میں مضاف اور مضاف الیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اضافت کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی، اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ مضاف وہ صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف واقع ہو اور اضافت معنوی کبھی (ا) لام کے معنیٰ میں ہوتی ہے، جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ (ب) یا مِن کے معنیٰ میں ہوتی ہے جیسے: خَاتَمُ فِضَّةٍ اے خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ (ج) یا فی کے معنیٰ میں ہوتی ہے جیسے: صَلٰوةُ اللَّيْلِ ای صَلٰوةٌ فِي

اَللَّيْلِ.

☆......جار مجرور کا متعلق جب لفظوں میں ہو تو اس کو ظرف لغوی کہتے ہیں اور جب اس کا متعلق مقدر ہوتا ہے تو اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں. (روایۃ النحو، ص: ۱)

حروف غیر عاملہ

☆......عربی زبان کل حروف غیر عاملہ کی سترہ قسمیں حسب ذیل ہیں:

(۱) حروف تنبیہ، تین ہیں: اَلَا . اَمَا . هَا . یہ حروف جملہ پر آتے ہیں۔ مخاطب سے غفلت دور کرنے کے لئے، جیسے: اَلَا زَیْدٌ قَائِمٌ. اَمَا عَمْرٌو نَائِمٌ . هَا اَنَا حَاضِرٌ

(۲) حروف ایجاب چھ ہیں: نَعَمْ . بَلٰی . اَجَلْ . اِیْ. جَیْرِ. اِنَّ. نعم پہلی بات کی تصدیق کرتا ہے۔ خواہ وہ بات نفی میں ہو یا اثبات میں جیسے: کوئی کہے مَا جَآءَ زَیْدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ یعنی مَا جَآءَ زَیْدٌ۔ ایسے ہی جب کہا جائے ذَهَبَ عَمْرٌو تو اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ یعنی ذَهَبَ عَمْرٌو.

☆......بَلٰی منفی کے اثبات کے لئے آتا ہے، جیسے: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟. قَالُوْا بَلٰی. یعنی بَلٰی اَنْتَ رَبُّنَا. اِیْ: مثل نَعَم کے ہے، لیکن اتنا فرق ہے کہ استفہام کے بعد قسم کے ساتھ آتا ہے جیسے کوئی کہے اَقَامَ زَیْدٌ۔ اس کے جواب میں کہا جائے۔ اِیْ وَاللهِ ہاں اللہ کی قسم۔ اَجَلْ. جَیْرِ: بھی مثل نَعَمْ کے ہیں لیکن ان کے ساتھ قسم ضروری نہیں۔ اِنَّ بھی ایسا ہی ہے لیکن اس کا استعمال کم ہوتا ہے۔

اجل، بلی اور نعم میں فرق: نعم، بلی، اور اجل، یہ تینوں حروف تصدیق وایجاب کیلئے ہیں اور تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ نعم اور اجل ماقبل کے کلام کو ثابت کرتے ہیں۔ اگر منفی ہو تو نفی ثابت کرتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے۔ زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ ؟

تو جواب دیا جاتا ہے " نعم " یا " اجل " بخلاف بَلٰی کے کہ یہ منفی سے مثبت بنا دیتا ہے جیسے: قَوْلُهٗ تَعَالٰی: ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی﴾ ہاں (کیوں نہیں؟) آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ اگر آپ بجائے بَلٰی، نَعَمْ یا اَجَلْ استعمال کریں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہاں آپ ہمارے پروردگار نہیں۔ اسی سبب سے ان دونوں کو حرف استفہام انکاری جملہ منفیہ کے بعد استعمال کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ یہ دونوں اگر ما قبل منفی ہو تو نفی ثابت کرتے ہیں مثبت ہو تو اثبات ثابت کرتے ہیں نیز علمائے لغت نے اجل اور نعم کے درمیان یہ بھی فرق لکھا ہے کہ نعم عموماً استفہام کے جواب میں آتا ہے اور اجل عموماً خبر کے جواب میں۔ (مآرب الطلبہ ص ۱۰۷)

(۳) حروف تفسیر دو ہیں: اَیْ اور اَنْ جیسے: وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ، جَآءَ نِيْ زَيْدٌ اَیْ اَبُوْكَ. (۴) حروف مصدریہ تین ہیں، مَا، اَنْ، و اَنَّ. یہ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں، جیسے: ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرَحْبِهَا وَاَعْجَبَنِيْ اَنْ ضَرَبْتَ اَیْ ضَرْبُكَ. اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے: بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا نَائِمٌ اَیْ نَوْمُهٗ. (۵) حروف تحضیض کل چار ہیں: اَلَّا، هَلَّا، لَوْمَا، لَوْلَا. یہ حروف اگر مضارع پر آئیں تو ابھارنا اور رغبت دلانا مقصود ہوگا جیسے هَلَّا تُصَلِّيْ؟ " تو کیوں نماز نہیں پڑھتا " اور اسی واسطے ان کو حروف تحضیض کہتے ہیں۔ کیونکہ تحضیض کے معنی ہیں ابھارنا اور رغبت دلانا خوب سمجھ لو۔ اور اگر یہ حروف ماضی پر داخل ہوں تو ان سے مخاطب کو ندامت دلانا مقصود ہوتا ہے جیسے هَلَّا صَلَّيْتَ الْعَصْرَ؟ تو نے عصر کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس لئے ان کو حروف تندیم بھی کہتے ہیں۔ (۶) حرف توقع ایک ہے اور وہ " قد " ہے۔ اور یہ حرف ماضی کو ماضی قریب کر دیتا ہے اور بے شک کے معنی دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل کے معنی دیتا ہے جیسے: قَدْ جَآءَ زَيْدٌ۔ زید آیا یا بے شک زید آیا

ہے۔اور قَدْ یَجِیءُ زَیْدٌ۔زید کبھی آتا ہے اور کبھی مضارع میں بھی بے شک کے معنی دیتا ہے، جیسے قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ بے شک اللہ جانتا ہے (۷) حرف ردع ایک ہے اور وہ "کَلَّا" ہے۔اور اکثر انکار و منع کے لئے آتا ہے جیسے: کوئی کہے کَفَرَ زَیْدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کَلَّا ہرگز نہیں۔اور کَلَّا حقاً یعنی بے شک کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔بے شک قریب ہے کہ تم جانو گے۔(۸) حروف استفہام تین ہیں: أ،ھَلْ،مَا یہ تینوں شروع میں آتے ہیں جیسے: مَا اسْمُکَ؟ اَزَیْدٌ قَائِمٌ؟ ھَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ؟

ھَلْ اور ہمزہ استفہام کے درمیان فرق

ھَلْ: خاص ہے ایجاب کے ساتھ بخلاف ہمزہ کے اور ہل اسم پر نہیں آ سکتا بخلاف ہمزہ کے اور "ھَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ" کہنا غلط ہوگا اور "اَزَیْدٌ قَائِمٌ؟" کہنا صحیح ہے۔(تفہیمات شرح مقامات اردو از شیخ الادبؒ ص ۱۴۹/ج۱)

(۹) حروف عطف دس ہیں: وَاوْ،فَا،ثُمَّ،حَتّٰی،اِمَّا،اَوْ،اَمْ،لَا،بَلْ،لٰکِنَّ.

(۱۰) حروف زیادت آٹھ ہیں: اِنْ،اَنْ،مَا،لَا،مِنْ،کَاف،بَاء،لَام. مثالیں: مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ. فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ. اِذَا مَا تَخْرُجُ اَخْرُجُ. مَا جَآءَنِیْ زَیْدٌ وَ لَا عَمْرٌو. مَا جَآءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ. لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ. مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ. رَدِفَ لَکُمْ.

(۱۱) حروف شرط تین ہیں: اِنْ،اَمَّا،لَوْ ہیں۔اِنْ شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ. اَمَّا: تفسیر کے واسطے آتا ہے، اور فا اس کے جواب میں لانا ضروری ہے۔کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَسَعِیْدٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ. وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ.

فائدہ:۔ (۱) اگر شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر یا نہی یا دعا، تو "ف" جزا میں لانا ضروری ہوگا جیسے: اِنْ تَاتِنِیْ فَاَنْتَ مُکْرَمٌ. اِنْ رَاَیْتَ زَیْدًا فَاَکْرِمْهُ. اِنْ اَتَاکَ عَمْرٌو فَلَا تُهِنْهُ. اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ فَجَزَاکَ اللّٰهُ خَیْرًا. (علم النحو، خلاصۃ النحو ص:۲۴، ازمولانا ولایت حسین ارکانی صاحب)

لَوْ: دوسرے جملہ کی نفی ظاہر کرتا ہے پہلے جملہ کی نفی ہونے کے سبب سے، جیسے قرآن مجید میں ہے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (اگر آسمان وزمین میں کئی خدا سوائے اللہ کے ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے۔ مگر چونکہ کئی خدا نہیں اس لئے تباہ نہیں ہوئے)۔ (۱۲) نون تاکید، دونون ہیں ایک نون ثقیلہ دوسرا نون خفیفہ، جیسے: اِضْرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ. (۱۳) لَوْلَا یہ دوسری بات کی نفی کرتا ہے پہلی بات ہونے کے سبب سے، جیسے: لَوْلَا زَیْدٌ لَهَلَکَ عَمْرٌو اگر زید نہ ہوتا تو عمرو ہلاک ہو جاتا (مگر زید تھا اس لئے عمرو ہلاک نہیں ہوا)۔ (۱۴) تنوین یہ کل پانچ ہیں: تَمَکُّنْ، تَرَنُّمْ، تَنْکِیْرْ، عِوَضْ، مُقَابَلَهْ. جن میں سے دو یہ ہیں: (الف) تمکن جیسے: زَیْدٌ (ب) عوض جیسے یَوْمَئِذٍ۔ اور یہ یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا کے عوض بولا جاتا ہے اور حِیْنَئِذٍ کو حِیْنَ اِذْ کَانَ کَذَا کی جگہ بولتے ہیں۔ (۱۵) لام مفتوحہ جو اسم، فعل، حرف، سب پر داخل ہوتا ہے، اور یہ تاکید کے واسطے آتا ہے جیسے: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور عربی میں لام کی مشہور چار قسمیں ہیں: (لام کی، لام جحد، لام تاکید، لام زائدہ)۔ ورنہ درحقیقت لام کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں: (1) لام تعلیلیہ، جیسے: لِکَیْ لَا تَاسَوْا۔ (2) لام جحد، (وہ لام جو کان منفی پر داخل ہو) جیسے: مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ۔ (3) لام کَی، جیسے: اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ (اس لام اور لام جحد میں دو اعتبار سے فرق ہے۔ اول لام کَی کو حذف کرنے سے معنی میں

خلل پیدا ہوتا ہے بخلاف لام جحد کے، دوم لام جحد کان منفی کے بعد آتا ہے بخلاف لام کی)۔(4) لام تاکید: جیسے: اِنَّـا اِلَيْـكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ یہ مفتوح اور غیر عاملہ ہوتا ہے، خواہ اس کا مدخول اسم ہو یا فعل، ماضی ہو یا مضارع، جیسے: اِنَّكَ لَـرَسُوْلُ اللّٰـهِ میں لام تاکید مفتوح ہے۔(5) لام قسمیہ: وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا (6) لام زائدہ، جیسے: رَدِفَ لَكُمْ اَیْ رَدِفَكُمْ۔(7) لام امر، جیسے: فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (8) لام ابتدائیہ، لَـزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ (9) لام عاملہ جارہ، یہ اسم ظاہر اور ضمیر واحد متکلم کے ساتھ مکسور ہوتا ہے، جیسے لِـزَيْـدٍ وَلِـيْ۔(10) لام عاملہ جازمہ: یہ مکسور ہوا کرتا ہے لِيَـحْـكُمَ اللّٰهُ اور کبھی مفتوح ہوتا ہے۔ واؤ اور فاء کے بعد اکثر ساکن ہوتا ہے، جیسے: فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ ۔اور ثم کے بعد بھی ساکن ہوتا ہے جیسے: ثُمَّ لْيَقْضُوْا (11) لام غیر عاملہ، یہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: اِنَّ زَيْـدًا لَـقَـائِمٌ۔(12) لام استغاثہ، یعنی وہ لام جارہ جو مستغاث پر داخل ہوتا ہے جیسے: يَا لَزَيْدٍ۔(اے زید! مدد کر) اس لام کی وجہ سے منادیٰ مجرور ہوگا، البتہ لام مفتوح ہوگا۔ جس طرح اِنَّ کی خبر پر داخل ہونے والا لام مفتوح ہوتا ہے، جیسے: اِنَّ مِـنَ الْبَيَـانِ لَسِـحْـرًا وَاِنَّ مِـنَ الشِّـعْـرِ لَحِكْمَةً۔(13) لام تعجب، جو منادیٰ پر بوقت اظہار تعجب داخل ہوتا ہے جیسے: يَا لَلْمَاءِ یہ لام بھی مفتوح ہوتا ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں مکسور بھی پڑھا جاتا ہے۔(14) لام ملکیت، جیسے: لِلّٰـهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔(15) لام سبب، جو سبب، وجہ اور علت پر دلالت کرے، جیسے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ اَيْ مِنْ اَجْلِ ذِكْرِيْ (16) لام بمعنی عند، جیسے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اَيْ عِنْدَ دُلُوْكِ الشَّمْسِ (17) لام بمعنی بعد، جیسے: صُوْمُوْا لِـرُؤْيَتِهٖ وَاَفْـطِـرُوْا لِـرُؤْيَتِهٖ اَيْ بَعْدَ رُؤْيَتِهٖ (18) لام تخصیص، جیسے: اَلْـجَـنَّـةُ لِلْمُؤْمِنِ (جنت مومن کیلئے خاص ہے)۔(19)

لام انتفاع، جیسے حدیث رسول ﷺ میں ہے "اَلْقُرآنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ"۔ (20) لام وقت، بِثَلاثٍ خلوْنَ مِنْ شَهْرٍ کَذَا ای لِوَقْتِ ثَلاثٍ۔ (21) لام جزاء، جیسے: اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ، الآیة. اس میں "لِیَغْفِرَ" کالام۔ (22) لام عاقبت، فَالْتَقَطَهُ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَکُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا. میں "لِیَکُوْنَ" کالام (23) لام تہدید، وہ لام ہے جو منادیٰ پر بغرض اظہار تہدید داخل ہوتا ہے جیسے: یَالَلَّذُوَاهِیْ یہ لام بھی مفتوح ہوا ہے۔ (المصباح اللغات وغیرہ)

☆...... لامِ تقویت: عامل ضعیف کو قوت بخشنے کیلئے معمول پر جو لام، زائد کیا جاتا ہے اس کو لام تقویت کہا جاتا ہے۔ عامل میں ضعف آنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) عامل فعل ہو اور اس کا معمول اس پر مقدم ہو گیا ہو، پس اس مقدم معمول پر لام آئے گا جیسے هُدًی وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ۔ اس جگہ "یَرْهَبُوْنَ" فعل پر اس کا معمول "ربّھم" مقدم ہو گیا، پس اس پر تقویت عامل کیلئے لام لایا گیا۔ (۲) عمل میں فرع ہونے کی وجہ سے یعنی عامل شبہ فعل ہونے کی وجہ سے، پس اس پر بھی لام زائد آئے گا، جیسے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ اس میں "مَامَعَهُمْ" مفعول ہے، "مُصَدِّقًا" شبہ فعل کا، اس لئے اس پر لام لایا گیا۔ (منیة الادب، ص: ۲۳۲ ج ۱)

(۱۶) ما بمعنی مادام ہے، جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِیْرُ میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھے۔ (۱۷) تاء تانیث ساکنہ ہے جو فعل ماضی میں لاحق ہوتی ہے (کیونکہ تاء متحرکہ اسم کے ساتھ خاص ہے) تا کہ دلالت کرے تانیث پر جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ. (ہندہ نے مارا)۔

(خلاصۃ النحو از مولانا ولایت حسین ابرکانی ص: ۲۸/۲۷، وتسہیل النحو ص: ۱۹۶، مآرب الطلبہ ص: ۵۷، مقدمات علوم درسیہ ص: ۵۴، ۲۳۴، مزید تفصیل کیلئے، کتب نحو، المنجد، المصباح، معراج النحو، ص: ۱۶۹، کی طرف مراجعت کیجئے)

حروف عاملہ

حروف عاملہ کی ۹، اقسام ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

☆......جار ومجرور:۔اگر جار ومجرور کا تعلق مبتدا خبر یا جملہ فعلیہ کے ساتھ آ جائے، تو اس کا تعلق صفت یا فعل سے ہوتا ہے، جیسے: خَالِدٌ تِلْمِيْذٌ فِي الْمَدْرَسَةِ. یہاں "في المدرسة" کا تعلق تِلْمِيْذٌ سے ہے یا وَجَدْتُ هٰذَا قَلَمًا فِي الْمَدْرَسَةِ. اس جملہ فعلیہ میں جار مجرور کا تعلق وجد فعل سے ہے۔ (الطریقۃ العصریۃ، ص:۵۳ ج۲)

(۱)......حروف جارہ، جو اسم کو جر دیتے ہیں اور یہ سترہ ہیں، ایک شعر میں:

بَاؤ تَاؤ کاف ولام وواؤ مُنْذُ مُذْ خَلَا

رُبَّ حَاشَا مِنْ عَدَا فِيْ عَنْ عَلٰى حَتّٰى اِلٰى

مثالیں: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ. تَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا. زَيْدٌ كَالْاَسَدِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا. مَا رَأَيْتُهُ مُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ. مَا جَآءَ نِيْ زَيْدٌ مُذْ خَمْسَةِ اَيَّامٍ. جَآءَ نِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ. رُبَّ عَالِمٍ يَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ. جَآءَ نِي الْقَوْمُ حَاشَا زَيْدٍ. جَآءَ نِي الْقَوْمُ عَدَا زَيْدٍ. زَيْدٌ فِي الدَّارِ. سَأَلْتُهُ عَنْ اَمْرٍ. قَامَ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ. اَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتّٰى رَأْسِهَا. سِرْتُ مِنَ الْهِنْدِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

(۲)......حروف مشبہ بالفعل: اور یہ کل چھ ہیں: اِنَّ، اَنَّ، كَاَنَّ، لَيْتَ، لٰكِنَّ، لَعَلَّ۔ (لیکن اِنَّ و اَنَّ کے ساتھ جب مائے کافہ لاحق ہو تو اس وقت یہ فعل پر بھی آتے ہیں، اور ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے)۔ مثالیں: اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ. بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا مُنْطَلِقٌ. كَاَنَّ زَيْدًا اَسَدٌ. غَابَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ. لَيْتَ زَيْدًا قَائِمٌ. لَعَلَّ السُّلْطَانَ

يُكْرِمُنِيْ.

☆......إنّ یا کانّ کے بعد اگر جار مجرور یا ظرف آئے گا تو اِنّ اور کان کا اسم مؤخر ہو جائے گا یعنی اِنّ کا اسم منصوب اور کان کا اسم مرفوع ہوگا، جیسے: اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا .اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً. اِنَّ لِلّٰهِ مَاأَخَذَ وَلَهُ مَاأَعْطَىٰ. فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا. وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا. اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِيْ اَلْمَالُ. اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً. (مشکوۃ) ان تمام مثالوں میں اِنّ کا اسم منصوب اور مؤخر ہے اور جار مجرور اپنے متعلق محذوف سے مل کر خبر مقدم ہے۔

اور مثال "اِنْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ" میں "بعدی" یہاں ظرف ہے اس لئے کان کا اسم مؤخر مرفوع ہے۔ اور مثال مذکورہ میں اسم کے مؤخر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اِنّ اور کان کا اسم مبتدا کے حکم میں ہوتا ہے اور مبتدا میں استقلال کی شان ہوتی ہے اور ظرف و جار و مجرور میں بوجہ ضعف مبتدا بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی اسی وجہ سے اِنّ کی خبر کو مقدم اور اسم کو مؤخر بنایا جاتا ہے۔ (تسہیل قواعد النحو ص:۳۱،۳۲)

☆......اِنّ کا اسم اگر معنی متضمن بالشرط نہ ہو تو اس کی جزاء پر "ف" داخل نہیں ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن، معلم الانشاء)

كَأَنَّ: ۔ یہ چار معنی کیلئے آتا ہے (۱) تشبیہ کیلئے یہ اکثر استعمال ہوتا ہے (۲) ظن و شک کیلئے، جیسے: كَأَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (۳) تحقیق کیلئے، جیسے: كَأَنَّ الْاَرْضَ لَيْسَ بِهَا هِشَامٌ ۔ یاء کا مخرج، زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے اس سے یاء غیر مدہ یعنی یاء متحرک اور یاء لین ادا ہوتی ہے اور یاء لین یاء ساکن ماقبل مفتوح کو کہتے ہیں۔ (منیۃ الادب ص:۱۹۶ ج۱، تسہیل التجوید ص:۹)

☆......ما و لامشبہ بلیس: یہ دونوں جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔ "ما" معرفہ و

نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ "لا" ہمیشہ نکرہ پر آتا ہے، جیسے: لَا رَجُلَ ظَرِيْفٌ فِي الدَّارِ . اور لا، نصب بلا تنوین دیتا ہے، جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ. (کتاب النحو، ص:۲۶)

☆ ...... مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَانِ بِلَيْسَ: یہ دو چیزوں میں لیس کے ساتھ مشابہ ہے، (۱) دونوں یعنی ما و لا بھی لیس کی طرح نفی کیلئے ہیں۔ (۲) یہ بھی لیس کی طرح جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور لیس کیساتھ مشابہت میں، لا کے بجائے ما زیادہ قوی ہے، کیونکہ لیس نفی زمانہ حال میں کرتا ہے۔ اور "ما" سے بھی حال کی نفی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ "ما" معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے، جیسا کہ لیس بھی دونوں پر داخل ہوتا ہے، بخلاف "لا" کے، کیونکہ "لا" صرف نکرہ پر ہی داخل ہوتا ہے، اسلئے "لا" کی مشابہت "لیس" کے ساتھ ضعیف ہے۔ (ہدیہ صغیر، ص:۷۱)

(۳) حروف ما و لا بمعنی لیس، جو عمل کرنے میں لَيْسَ کے مشابہ ہیں، جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا، لَا رَجُلٌ ظَرِيفًا.

(۴) حروف لائے نفی جنس، اس لا کا اسم اکثر مضاف منصوب ہوتا ہے اور خبر مرفوع، جیسے: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِي الدَّارِ اور اگر اسم نکرہ مفرد ہو تو فتحہ پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ ۔ اور اگر بعد لَا کے معرفہ ہو تو دوسرے معرفہ کے ساتھ "لَا" کو دوبارہ لانا ضروری ہوگا ۔ اور "لا" کچھ عمل نہ کرے گا اور معرفہ مبتدا کی حیثیت سے مرفوع ہوگا، جیسے:

لَا زَيْدٌ عِنْدِيْ وَلَا عَمْرٌو　　لَا خَالِدٌ هٰهُنَا وَلَا سَعِيْدٌ

اور اس کو یوں سمجھو کہ جب دو معرفوں کا کسی جگہ نہ ہونا بتایا جائے تو اس ترکیب کے ساتھ بتائیں کہ لَا کو دوبارہ ہر معرفہ کے شروع میں لائیں اور معرفوں کو رفع کے ساتھ پڑھیں۔ اور اگر دو نکروں کا نہ ہونا ظاہر کریں تو دونوں کو پانچ طرح کہہ سکتے

ہیں: (ا) لَارَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَااِمْرَاَةَ. (ب) لَارَجُلٌ فِي الدَّارِ وَلَااِمْرَاَةٌ (ج) لَارَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَااِمْرَاَةٌ. (د) لَارَجُلٌ فِي الدَّارِ وَلَااِمْرَاَةَ. (ہ) لَارَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَااِمْرَاَةً.

لائے نفی اور مائے نفی کا فرق: واضح ہو کہ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ نفی کیلئے مضارع میں حرف لا اور ماضی میں حرف ما لائے جاتے ہیں مگر کبھی مضارع کی نفی کیلئے ما بھی لایا جاتا ہے جیسے کہ" قوله تعالیٰ: ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ﴾، ﴿وَمَاتَدْرِي نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ (الآیۃ) لیکن ماضی میں تین شرطوں کے ساتھ لائے نفی بھی داخل ہوسکتا ہے (۱) لا کے ساتھ صیغہ ماضی کا تکرار ہو جیسے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾ (۲) جواب قسم میں واقع ہو جیسے. تَاللّٰهِ لَافَعَلْتُ كَذَا (۳) محل دعاء میں واقع ہو، جیسے:

اَلَا لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ سُهَيْلٍ إِذَا مَااللّٰهُ بَارَكَ فِي الرِّجَالِ

(ترجمہ) آگاہ ہو کہ برکت نہ دے اللہ تعالیٰ سہیل کے حق میں جبکہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے حق میں برکت فیضان عطاء کرے۔ (مآرب الطلبہ، ص:۵۴)

(۵) حروف ندا، جو منادیٰ مضاف کو نصب کرتے ہیں اور یہ پانچ ہیں: يَا، اَيَا، هَيَا، اَيْ، ا مفتوحہ ہیں۔ جیسے: يَاعَبْدَاللّٰهِ۔ اَيْ اور ہمزہ نزدیک کے واسطے اور اَيَا و هَيَا دور کے واسطے اور يَا عام ہے۔

قواعد حروف ندا

حروف ندا پانچ ہیں، اور ان کے پانچ عمل ہیں (۱) یہ حروف منادیٰ مضاف کو نصب دیتے ہیں، جیسے: يَاعَبْدَاللّٰهِ. (۲) مشابہ مضاف کو نصب دیتے ہیں، جیسے: يَاطَالِعًا جَبَلاً (۳) نکرہ غیر معینہ کو نصب دیتے ہیں، جیسے: يَارَجُلاً خُذْ بِيَدِيْ

(۴) منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: یَازَیْدُ. یَازَیْدَانِ. یَازَیْدُوْنَ. یَامُسْلِمُوْنَ. یَاقَاضِیُ اوریَامُوْسیٰ. یہ اسم مقصور ہے، جو حرف ندا سے قبل بھی معرفہ ہے مگر یا قاضی جو اسم منقوص ہے وہ حرف ندا سے قبل نکرہ تھا بعد دخول حرف ندا معرفہ بنا۔ (۵) منادیٰ لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے، جیسے یَالِزَیْدٍ۔ لیکن جب اس کے آخر میں الف استغاثہ کا اضافہ کر دیا جائے تو مفتوح ہوتا ہے، جیسے: یَازَیْدَاہ۔ (بدر منیر ص:۷۰، وتیسیر النحو ص:۵۸)

قاعدہ: حروف ندا، الف لام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، سوائے اسم جلالہ ''اللہ'' کے، جیسے یا اللہ! یا بوجہ ضرورت شعری کے، جیسے:

فَیَاالْغُلَامَانِ اللَّذَانِ فَرَّا   اِیَّاکُمَااَنْ تَبْغِیَاشَرًّا

(ترغیب الاخوان، ص:۲۲)

(۶) واؤ بمعنی مع، جیسے: اِسْتَوَی الْمَآءُ وَالْخَشَبَةَ.

(۷) اِلَّا حرف استثناء، جیسے: جَآءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا. حروف استثناء کل آٹھ ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: اِلَّا. غَیْرَ. سِوٰی. حَاشَا. خَلَا. عَدَا. مَاخَلَا. مَاعَدَا. ان حروف سے پہلے جو اسم واقع ہوتا ہے اسے مستثنیٰ منہ کہتے ہیں جیسے: جَآءَنِیَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا. (آئی میرے پاس قوم مگر زید نہیں آیا)

اِس مثال میں آنے کی نسبت قوم کی طرف ہو رہی ہے مگر اِلَّا نے زید کو اس نسبت سے خارج کر دیا پس قوم مستثنیٰ منہ ہوئی اور زید مستثنیٰ۔ (علم النحو ص:۵۶)

(۸) حروف نواصب مضارع، یعنی یہ حروف فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں (کل چار ہیں) اَنْ وَلَنْ پھر کَیْ اِذَنْ ہیں، مثالیں: (۱) اَنْ جیسے: اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ۔ اَنْ کے ساتھ فعل مصدر کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اُرِیْدُ قِیَامَکَ۔ اس لئے اس کو اَنْ

مصدر یہ کہتے ہیں۔ (ب) لَنْ جیسے: لَنْ یَّذْهَبَ عَمْرٌو. لَنْ تاکید نفی کے واسطے آتا ہے (ج) کَیْ جیسے: اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ. (د) اِذَنْ جیسے: اِذَنْ اَشْكُرَكَ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو کہے: اَنَا اُعْطِیْكَ دِیْنَارًا.

(۹) جوازم حروف مضارع یعنی وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں: (وہ کل پانچ ہیں) اِنْ، لَمْ، لَمَّا، لام امر اور لائے نہی ہیں، مثالیں: لَمْ یَنْصُرْ. لَمَّا یَنْصُرْ. لِیَنْصُرْ. لَایَنْصُرْ. اِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ.

اِنْ شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ ۔ جملہ اول کو شرط اور جملہ دوم کو جزا کہتے ہیں اور یہ اِنْ مستقبل کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر آئے جیسے: اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ.

☆......اِن شرطیہ اسم پر داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ فعل پر ہی داخل ہوتا ہے۔ "اِن" فعل ماضی کے شروع میں زائد ہوتا ہے۔ (معلم الانشاء اول واز تقریر سرفراز خاں صفدر)

☆......جواب تمنی پر "اَن" مقدر ہونے کی وجہ سے نصب آتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

جزم اور وقف میں فرق: جزم حروف عاملہ کے عمل کے اثر کی وجہ سے ہوتا ہے اور وقف میں کسی عامل کا اثر نہیں ہوتا، اور وقف کا معنی ہے کسی حرف کے آخر کو ساکن کر کے سانس توڑ دینا، تو فعلِ مضارع کے معرب ہونے کی وجہ سے اس کے آخری حرف کے ساکن ہونے کو جزم کہتے ہیں، کیونکہ وہاں عاملِ جازم کا اثر ہے اور امر حاضر مبنی ہونے کی وجہ سے آخری حرف کے ساکن ہونے کو وقف کہا جاتا ہے، کیونکہ یہاں کسی عامل کے ذریعہ ساکن نہیں ہے، نہ کسی عامل کا اثر ہے، یاد رہے کہ وقف وجزم میں جس طرح حرف ساکن ہونے کو کہا جاتا ہے، اسی طرح آخر سے حرف علت ساقط ہونے کو بھی کہا جاتا ہے۔ (توضیحات شرح علم الصیغہ ص: ۲۰)

فائدہ:۔ اَنْ چھ حروف کے بعد مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب کرتا ہے:

(۱) حَتّٰی جیسے: مَرَرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ (۲) لامِ جحد جیسے: مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ (۳) اَوْ جو اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہو جیسے: لَاَ لْزَمَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ اَیْ اِلٰی اَنْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ۔

(۴) واؤ صرف: اور یہ اس واؤ کو کہتے ہیں کہ جو چیز معطوف علیہ پر داخل ہو وہ اس واؤ کے مدخول پر داخل نہ ہو سکے جیسا کہ اس شعر میں:......

لَا تَنْہَ عَنْ خُلُقٍ وَتَاْتِیَ مِثْلَہٗ　　　عَارٌ عَلَیْکَ اِذَا فَعَلْتَہٗ عَظِیْمٗ

پس اس شعر میں واؤ صرف کا مدخول تَاْتِیَ مِثْلَہٗ ہے اس پر لَا تَنْہَ کی لَا داخل نہیں ہو سکتی۔ معنی شعر کے یہ ہیں" کہ جس برے کام کو تو کرتا ہے اس سے دوسروں کو مت روک کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو یہ بڑے شرم کی بات ہو گی۔"

(۵) لامِ کَیْ جیسے: اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّۃَ. (اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)

(۶) فَا جو چھ چیزوں کے جواب میں ہو: امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض، مثالیں:

(ا) امر جیسے: زُرْنِیْ فَاُکْرِمَکَ. (ب) نہی، جیسے: لَاتَشْتِمْنِیْ فَاُھِیْنَکَ.

(ج) نفی جیسے: مَاتَاْتِیْنَا فَتُحَدِّثَنَا. (د) استفہام، جیسے: اَیْنَ بَیْتُکَ فَاَزُوْرَکَ.

(ھ) تمنی جیسے: لَیْتَ لِیْ مَالاً فَاُنْفِقَ مِنْہُ. (و) عرض جیسے: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْراً.

نہی اور نفی کے درمیان فرق: ان دونوں کے درمیان چند فرق ہیں (۱) نہی کے معنی ہیں ایسے کام سے باز رکھنا جس کو کرنے کی قدرت حاصل ہو اور جس کام کو کرنے کی قدرت حاصل نہیں اس سے باز رکھنے کو نفی کہا جاتا ہے۔ (۲) نہی میں منہی

عنہ کا وجود شرط ہے یعنی وجود نہی کیلئے چار چیزیں ہونی ضروری ہیں۔ (۱) صیغہ نہی جس سے روکا جائے (۲) منہی عنہ یعنی جس کام سے روکا جائے (۳) ناہی یعنی روکنے والا (۴) منہی یعنی جس کو منع کیا جائے۔ (تفصیل کیلئے، مآرب الطلبہ ص:۵۸)

بحث اِنّ و اَنّ

اِنّ را درچار جا مکسور خواں ابتدا و بعد قول و بعد قسم داں
چوں درآید در خبرش لام نیز اِنَّ را مکسور خوانی اے عزیز

اس شعر اِن کی مثالیں: (۱) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (۲) قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ. (۳) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ. (۴) اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ. (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن، ص:۱۸)

نوٹ:۔ اِنَّ (کسرہ کے ساتھ) شرح عبدالرسول میں دس جگہ بتایا ہے۔ (مرتب)

☆...... اِنّ چار مقامات پر آتا ہے (۱) ابتدائے کلام میں، جیسے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (الآیۃ) (۲) قول کے بعد، جیسے: وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (الآیۃ) (۳) جب ان جواب قسم میں واقع ہو، جیسے: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (الآیۃ) (۴) جب ان کی خبر پر لام تاکید داخل ہو، جیسے: قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّا اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ. (الآیۃ). (تسہیل قواعد النحو، ص:۳۳)

☆ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام تاکید مفتوحہ آتا ہے، جیسے: اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ۔ اور عَلِمَ یَعْلَمُ کے بعد بھی جب اَنَّ کی خبر پر لام آئے تو اس وقت بھی اَنّ مکسور ہو جاتا ہے، جیسے: وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ. (کتاب النحو، ص:۲۵)

☆......اَنَّ، پانچ مقامات پر آتا ہے (۱) علم کے بعد، جیسے: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ (الآیۃ). (۲) ظن کے بعد، جیسے: يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ (الآیۃ) (۳) وسطِ کلام میں ہو، جیسے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الآیۃ) (۴) حرف لو کے بعد، جیسے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ (الآیۃ) (۵) حرف لولا کے بعد، جیسے: فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ الخ ۔ (تسہیل قواعد النحو ص:۳۳)

اَنَّ را در پنج جا مفتوح خواں　　بعد علم وبعد ظن و درمیاں

بعد لولا بعد لو تحقیق داں　　اَنَّ را مفتوح خوانی اے جواں

اس شعر کی مثالیں: (۱) وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. (۲) وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِنَ اللّٰهِ. (۳) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. (۴) فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ. الآیۃ. (۵) لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ. (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن)

<u>اِنَّ اور اَنَّ میں فرق:</u> اِنَّ صدرِ کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم وخبر سے مل کر کلام تام بن جاتا ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ ۔ اور اَنَّ وسطِ کلام میں آتا ہے، اپنے اسم وخبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک فعل یا ایک اسم کا اس سے پہلے آنا ضروری ہے جس کا یہ اَنَّ فاعل یا مفعول یا کوئی اور جز و جملہ بن سکے، جیسے: بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ. اِنَّ کی خبر پر لام تاکید مفتوحہ آتا ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اور علم اور اُس کے مشتقات کے بعد جب اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام آئے تو اُس وقت اَنَّ مفتوحہ بھی مکسورہ ہو جاتا ہے، جیسے: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ. (کتاب النحو ص:۲۵)

اِنَّ اور اَنَّ میں معنوی فرق

ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ " اَنَّ " اپنے مدخول کو تاویل مفرد میں

کر دیتا ہے، بخلاف اِنّ کے۔ اور یہ دونوں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ اور کبھی اسم وخبر دونوں پر نصب یا دونوں پر رفع بھی آتا ہے۔ کَمَا فِي الْحَدِيْثِ : اِنَّ قَعْرُ جَهَنَّمَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا. وَفِي الْقُرْآنِ، اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ۔

(ترغیب الاخوان، ص:۱۹)

بحث ''اِنَّمَا''

☆ اِنَّمَا. یہ کلمہ حصر کیلئے ہے یعنی حقیقت یہی ہے، یا اس کے سوا اور کوئی دوسری بات نہیں، یا اس کے قریب قریب مضمون ادا کرنے کیلئے یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ (نخبۃ الاحادیث)

☆...... ''اِنَّمَا'' یہ کلمہ حصر ہے جس کے ترجمہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جس جملہ پر یہ داخل ہو اس میں خبر یا مسند کا مبتدا یا مسند الیہ کیلئے ثبوت ولازم ضروری ہوتا ہے جیسے: اِنَّمَا هُوَ اللّٰهُ وَّاحِدٌ. میں ''ہو'' کی ضمیر کا مرجع ''اللہ'' ہے اور یہ معنی ہوئے ''ضروری طور پر اللہ تنہا معبود ہے''۔ (کفایۃ المفتی، ۸۹/۲)

اَمَّا: تین چیز کیلئے زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱) تفصیل کیلئے، جیسے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (۲) فصل الخطاب کیلئے، جیسے: فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (۳) محض تاکید کیلئے، مثال: اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ (الاتقان، ج ا ص:۴۷۹ النحو الیسیر، ص:۱۲۷)

اَمَّا:...... حرف شرط ہے۔ اس کے بعد فا کا آنا لازم ہے۔ کبھی اس کے بعد فا کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ. اصل میں ''فَيُقَالُ لَهُمْ اَكَفَرْتُمْ'' تھا اس میں یقال کو حذف کر دیا۔ مقولہ کے اس پر دال ہونے کی وجہ

سے۔ پس اس کے ساتھ فا بھی گر گیا۔ اور وہ متضمن معنی شرط ہے اصل میں مهما يكن من شيء تھا۔ (مغنی الادب، ص:۳۰ ج۲)

☆...... ما کافہ: حروف مشبہ بالفعل کے بعد جب "ما کافہ" آتا ہے تو حروف مشبہ بالفعل کے عمل کو زائل کر دیتا ہے، جیسے: إِنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ، إِنَّ حرف پر جب "ما ئے کافہ" داخل ہو تو اس وقت یہ حروف افعال پر بھی داخل ہوتے ہیں، جیسے: إِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ (زید کھڑا ہوا) كَأَنَّمَا يُسَاقُوْنَ إِلَى الْمَوْتِ (گویا انہیں موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے)۔ (کتاب النحو، ص:۲۴۰)

☆...... ام کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصلہ، (۲) منقطعہ، متصلہ وہ ہے جس سے پہلے ہمزہ تسویہ (سواء کا ہمزہ) ہو یا ایسا ہمزہ ہو جو أَيٌّ کی طرح دو چیزوں میں سے کسی ایک کا تعین کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمزہ تسویہ کی مثال: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ اور ام منقطعہ وہ ہے جس سے پہلے ہمزہ تسویہ ہو نہ ہی ہمزہ بمعنی أَيٌّ کے ہو۔ یہ بل کی طرح "إِضْرَاب" (پہلی بات سے اعراض کرنا) کیلئے آتا ہے، اور ام منقطعہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ "ام" جس کے ماقبل محض خبر وارد ہوئی ہو مثلاً: تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ۔ (۲) وہ "ام" جس کے ماقبل میں ہمزہ تو آئے مگر استفہام کا ہمزہ نہ آئے جیسے: أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا۔ کہ اس میں ہمزہ استفہام انکاری ہے جو بمنزلہ نفی کے تصور کیا جاتا ہے (۳) وہ "ام" جس کے ماقبل میں ہمزہ کے سوا کوئی اور کلمہ استفہام آتا ہے، جیسے: هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ، أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ۔ (الاتقان ج۱ ص:۴۷۸، النحو الیسیر، ص:۱۳۴)

☆...... کلمات ربط: کلمات ربط جن کا ترجمہ اردو میں (ہے، ہیں، ہوں، کا، کی، کے،

را، ری، رے وغیرہ) سے کیا جاتا ہے۔ (کتاب النحو، ص:۲۰)

اقسام ''واؤ''

☆......واؤ: یہ عربی میں بارہ (۱۲) معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے (۱) حرف عطف، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو ۔ (۲) واؤ حالیہ جملہ اسمیہ پر مثال جَاءَ زَيْدٌ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ. جملہ فعلیہ پر، جیسے: وَجَاءَ زَيْدٌ وَقَدْطَلَعَتِ الشَّمْسُ (۳) واؤ استئناف کیلئے، جیسے: لَاتَأْكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبُ اللَّبَنَ ۔ (۴) واؤ معیت کیلئے، مثال سِرْتُ وَالْجَبَلَ ۔ (۵) واؤ جو اس مضارع منصوب کے اوپر داخل ہو جو نہی کے جواب میں واقع ہو، جیسے: لَاتَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ. (۶) واؤ قسم کیلئے، جیسے: وَاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (۷) واؤ رُبَّ، جیسے: وَلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخٰى سُدُوْلَهُ ۔ (۸) واؤ ضمیر جمع مذکر کیلئے، جیسے: قَامُوْا. (۹) واؤ علامت جمع مذکر کیلئے، جیسے: يَلُوْمُوْنَنِيْ قَوْمِيْ ۔ (۱۰) واؤ زائدہ بعد إلّا، جیسے: مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّاوَلَهُ طَمَعٌ اَوْحَسَدٌ، (۱۱) واؤ فصل، جیسے: عمرو، کا واؤ حالت رفعی وجری میں ۔ (۱۲) واؤ ندبہ کیلئے مخصوص ہے جیسے: وَازَيْدَاهُ ''یا'' واظهـراه'' اور کبھی نداء حقیقی میں مستعمل ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات، ص:۹۲۹۵)

☆......واؤ صرف اس واؤ کو کہتے ہیں جس کا مابعد اس کے ماقبل پر عطف نہ ہو سکے، جیسے: اس مصرع میں: لَاتَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ. (ہدیہ صغیر شرح نحو میر ص:۸۲)

بحث اقسام ''ما''

اولاً لفظ ''ما'' کی دو قسمیں ہیں اول اسمیہ، دوم حرفیہ۔ پھر حرفیہ کی چند قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں: (۱) ما نافیہ، جیسے: مَاهٰذَا بَشَرٌ. (۲) مازائدہ، جیسے: فَبِمَا

رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ. (۳) مائے کافہ جیسے: كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ (۴) ما مصدریہ، جیسے: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۵) ما مصدریہ ظرفیہ، جیسے: وَاَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا.

پھر ما اسمیہ کی بھی چند قسمیں ہیں: (۱) ما استفہامیہ، جیسے: مَا عِنْدَكَ؟ (۲) ما موصولہ، جیسے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔ (۳) وہ ما جو جزا کیلئے ہو، جیسے: مَا يَفْعَلُ اَفْعَلُ۔ (۴) وہ ما جو تعجب کیلئے ہو، جیسے: مَا اَحْسَنَ زَيْدًا مَا اَحْسَنَهُ. (۵) وہ ما جو فعل کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جائے، جیسے: بَلَغَنِيْ مَا صَنَعْتَ. (۶) وہ ما جو نکرہ ہو اور اس کیلئے صفت لازم ہے، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٌ لَكَ (۷) وہ ما، جو ابہام کیلئے ہو، جیسے: اِعْطِنِيْ كِتَابًا مَّا (یعنی کوئی بھی کتاب مجھے دو)۔ اور اما یہ حرف تفصیل ہے، تین چیز کیلئے مستعمل ہے مع مثال گذر چکا ہے۔ (مصباح اللغات، ص: ۸۰۱، ۸۰۲)

اقسام ''نون''

نون کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نون تاکید کیلئے، جیسے: لَيُسْجَنَنَّ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (۲) نون تنوین: یہ نون ساکنہ زائدہ، جو اسم کے آخر میں آتا ہے۔ اور صرف پڑھا جاتا ہے لکھا نہیں جاتا، جیسے: كِتَابٌ (۳) نون تانیث: یہ یا تو خفیفہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: ضَرَبْنَ یا مشددہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: مِنْهُنَّ وَضَرَبَهُنَّ، (۴) نون وقایہ: ضَرَبَنِيْ (۵) نون زائدہ: اس کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ نون جو فعل مضارع کے ساتھ لاحق ہوتا ہے جب کہ ضمیر تثنیہ کے ساتھ متصل ہو، جیسے: يَضْرِبَانِ تَضْرِبَانِ يَضْرِبُوْنَ، تَضْرِبِيْنَ وغیرہ، (ب) وہ ہے جو اسم مثنیٰ کے ساتھ لاحق ہو اور مکسور ہو، جیسے: اَلزَّيْدَانِ

یا مفتوح ہو، جیسے: اَلزَّیْدُوْنَ۔ (المصباح ص:۸۳۶)

تنوین اور نونِ خفیفہ میں فرق: پوشیدہ نہ رہے کہ تنوین اور نونِ خفیفہ میں چار اعتبار سے فرق ہے (۱) نونِ خفیفہ حرکت کا تابع نہیں ہے مگر بعض وقت تنوین ہر حرکت کی تابع ہوتی ہے (۲) تنوین کے اکثر افراد اسم میں پائے جاتے ہیں البتہ تنوین ترنم فعل میں بھی آتی ہے مگر بہت کم اور نونِ خفیفہ ہمیشہ فعل ہی میں ہوتا ہے (۳) تنوین کو حالت وقف میں الف سے بدل دیا جاتا ہے جبکہ نونِ خفیفہ کو حالت وقف میں بدلا نہیں جاتا (۴) تنوین کے بعد ایک الف لکھا جاتا ہے حالتِ نصب میں، لیکن پڑھنے میں نہیں آتا مگر نونِ خفیفہ فعل میں آنے کے بعد اس کیلئے حالتِ نصب ہی کہاں کہ الف لکھا جائے۔ (مآرب الطلبہ ص:۸۷)

قاعدہ نون تثنیہ وجمع

نون حرف ہے اور حرف کی اصل مبنی ہے اور مبنی کی اصل سکون ہے۔ اس لئے نون تثنیہ اصل میں ساکن تھا۔ اور قاعدہ ہے۔ "اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ"۔ کے تحت نون تثنیہ کو کسرہ دیا جاتا ہے، جیسے: فِعْلَانِ. (تیسیر النحو ص:۲۱)

☆ ...... نون جمع کو رفع اس لئے دیا جاتا ہے تا کہ نون تثنیہ و نون جمع میں فرق باقی رہے۔

☆ ...... نون تثنیہ و نون جمع دونوں اضافت کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ نون دراصل تنوین کے عوض میں لایا جاتا ہے تو جب اصل نہیں رہتا تو فرع کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ (تیسیر النحو ص:۲۱)

اقسام "لام"

لام کی دو قسمیں ہیں (۱) لامِ کَیْ (۲) لامِ جحد۔ اور لامِ جحد وہ ہے جو فعل

مضارع پر کان منفی کے بعد آتا ہے۔اور یہ زائدہ ہوتا ہے،اور یہ لام دراصل حرف جارہ ہے لہٰذا اس کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے، جیسے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔ (المصباح المنیر، ص: ۹۳، تیسیر النحو، ۱۴۸)

اور لام کَی: جو زائد نہیں ہوتا اور اس کے بعد اَن کا اظہار جائز ہے تا کہ لام کَیْ اور لام جحد میں فرق واضح ہو جائے، نیز لام کَیْ جب لائے نافیہ کے ساتھ متصل ہو جائے تو اَنْ کا اظہار واجب ہے، جیسے: لِئَلَّا يَعْلَمَ۔ (تیسیر النحو، ص:۱۴۸)

<u>لام جحد، لام کَی اور لائے نفی جنس کا فرق:</u> لام کَیْ اور لام جحد میں لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے فرق ہے (۱) لفظی فرق یہ ہے کہ لام جحد ہمیشہ کان منفی کے بعد آتا ہے اور لام کَیْ میں یہ شرط نہیں ہے (۲) معنوی فرق یہ ہے کہ لام کَی تعلیل اور سببیت کے معنی دیتا ہے اور لام جحد صرف تاکید نفی کیلئے آتا ہے (۳) دوسرا معنوی فرق یہ ہے کہ لام کَیْ اگر لفظ سے گر جائے تو معنی مقصود میں خلل آجاتا ہے بخلاف لام جحد کے کہ وہ محض تاکید نفی کیلئے آتا ہے (بدر منیر) اور لائے نفی جنس جو صرف جنس کی نفی کیلئے آتا ہے اس کا اسم عموماً نکرہ ہوتا ہے اور اکثر مضاف و منصوب ہوتا ہے اگر لائے نفی جنس کا اسم مضاف نہ ہو بلکہ غیر مضاف ہو تو نکرہ ہی ہوگا اور فتحہ پر مبنی ہوگا، جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ. اگر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو تو "لا" کو مکرر مع اسم معرفہ کے لایا جائیگا اسم میں "لا" عمل نہ کریگا یعنی ملغیٰ ہوگا جب کے لائے نفی جنس بطریق عطف مکرر واقع ہو تو ان کا اسم نکرہ مفرد بلا فصل واقع ہوگا جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ الخ. (بدر منیر ص ۷۲، مصباح المنیر ص: ۹۵، مقدمات علوم درسیہ ص: ۳۴۴)

☆ <u>"اِذْ" یہ چار معنی کیلئے مستعمل ہے۔</u> (۱) زمانہ ماضی کیلئے، پھر یہ کبھی مفعول فیہ ہوگا، جیسے: فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. اس میں "اِذْ اَخْرَجَهُ"

نصر کا مفعول فیہ ہے۔ اور کبھی مفعول بہ ہوتا ہے، جیسے: وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلاً۔ کبھی بدل کیلئے آتا ہے، جیسے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ۔ اس جگہ "اِذْ" مع اپنے مضاف الیہ کے بدل ہے مریم سے۔ کبھی "اِذْ" مضاف الیہ ہوتا ہے، جیسے: يَوْمَئِذٍ (۲) زمانہ مستقبل کے افادہ کیلئے، جیسے: فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ. اِذِ الْاَغْلَالُ فِي اَعْنَاقِهِمْ۔ (۳) اِذ: تعلیل کیلئے ہے، جیسے: وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ۔ یعنی آج کے دن (قیامت کے دن) تم لوگوں کا عذاب میں شریک کیا جانا تمہیں اس واسطے کوئی نفع نہ دے گا کہ تم نے دنیا میں ظلم (گناہ) کئے تھے۔ (۴) مفاجاۃ کیلئے، جیسے: خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ. (منیۃ الادب، ص: ۵۳ ج ۱)

☆...... اِذ، اور اِذا کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ اِذ۔ کسی گذشتہ واقعہ کی یاد دہانی کیلئے آتا ہے جب کہ اِذا کسی مستقبل کے واقعہ پر دلالت کیلئے آتا ہے۔ اور "اِذا" یہ بھی حرف ہے یہ ظرف کیلئے ہے اور یہ ظرف مبنی بر سکون ہوتا ہے، جب اس کے بعد (كَانَ كَذَا) محذوف ہوگا تو اس سے معرب کی طرح کبھی مکسور منون اور کبھی مفتوح منون پڑھتے ہیں، جیسے: اِذًا اور يَوْمَئِذٍ. (تیسیر القرآن، ص: ۱۹)

☆...... اِذَنْ: اس کی اصل اِذَانْ تھی تخفیف کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا، شارح رضی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل اِذ ظرفیہ ہے اور وہ جملہ جو اس کا مضاف الیہ تھا اس کو حذف کر کے اس کے عوض میں تنوین لے آئے، اسلئے یہ "اِذَنْ" ہوگیا۔ (مصباح العوامل، ص: ۵۰)

اِذ، اِذا، اِذًا اور اِذ ما میں فرق: "اِذ" کسی گذشتہ واقعہ کی یاد دہانی کیلئے آتا ہے جب کہ "اِذا" کسی مستقبل کے واقعہ پر دلالت کیلئے آتا ہے اور "اِذا" یہ ظرف کیلئے آتا ہے اور یہ ظرف مبنی بر سکون ہوتا ہے تب اسکے بعد (کان کذا) محذوف ہوگا، چنانچہ

اس کو معرب کی طرح کبھی مکسور منوّن اور کبھی مفتوح منوّن پڑھتے ہیں جیسے اِذًا اور یَوْمَئِذٍ (تیسیر القرآن ص:۱۹) اور ''اِذما'' یہ اِ ذَا سے بنا ہے۔ ما کے لاحق ہونیکی وجہ سے الف کو گرا دیا گیا ''اِذ ما'' ہو گیا۔ چونکہ ''اِذا'' میں خود ہی شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اور مستقبل کیلئے وضع کیا گیا ہے، لیکن ما کے لاحق ہونیکی وجہ سے مضارع پر اگر چہ داخل ہو جاتا ہے مگر جزم نہیں دیتا۔ علامہ سیرافیؒ کا قول یہ ہے کہ سیبویہؒ کے علاوہ کسی نحوی نے ''اِذ ما'' کو ذکر نہیں کیا ہے۔ علامہ مبردؒ کا قول ہے کہ ''اِذ ما'' اپنی اِسمیت پر باقی رہتا ہے ما سے صرف اضافت کی طلب سے رُک جاتا ہے، اِس قول کی بناء پر ''اِذْ ما'' جزم دینے کے ساتھ مستقبل کے معنی بھی دیتا ہے۔ (مصباح العوامل ص:۶۴،۶۵)

☆...... ما اور اَن، یہ دو حرف ایسے ہیں جب فعل پر داخل ہوتے ہیں تو اسے مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں اور اس کو اَن مصدریہ یا ما مصدریہ کہتے ہیں۔ جیسے: (۱) ما کی مثال: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ (۲) اَن کی مثال: عَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا۔ یا، كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا۔ (تسهيل قواعد النحو، ص:۳۵)

☆...... ذو: یہ ہمیشہ مضاف بہ اسم ظاہر ہوتا ہے اور یہ واحد کیلئے ''ذو'' اور تثنیہ کیلئے ''ذوا'' اور جمع کیلئے ''ذوی'' آتا ہے اور اس کی جمع ''اولو'' ہے جو کہ من غیر لفظہ ہے۔ (تسہیل قواعد النحو، ص:۲۶)

بحث حروف مشبہ بالفعل

☆...... حروف مشبہ بالفعل فعل کے ساتھ کونسی چیزوں میں مشابہت رکھتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: (۱) جس طرح فعل سہ حرفی چار حرفی اور پنج حرفی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی

سہ حرفی، چار حرفی اور پنج حرفی ہوتے ہیں (۲) فعل کی طرح یہ بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں (۳) یہ بھی فعل کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثال إنَّ أنَّ بمعنی حَقَّقْتُ وَاَكَّدْتُ۔ اور "كَانَّ" بمعنی شَبَّهْتُ، لٰكِنَّ بمعنی اِسْتَدْرَكْتُ. اور لَيْتَ بمعنی تَوَجَّيْتُ. وغیرہ (۴) وزن کے اعتبار سے إن، فِرْ کے وزن پر ہے اور أن مدّ کے وزن پر ہے اور لیت، لیس کے وزن پر ہے۔ اور كأنّ (جو کہ اصل میں كانِنَ ہے) ضربن کے وزن پر ہے لیکن جو کہ اصل میں لٰکنن بروزن ضاربن ہے (۵) عمل کے اعتبار سے جیسے فعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے۔ اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور ایک کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔ (بدر منیر شرح نحو میر ص:۷۰)

بحث حروف قسمیہ

☆......حروف قسمیہ تین ہیں (۱) باء، (۲) تاء، (۳) واؤ۔ اور "تاء" اسم ضمیر پر نہیں داخل ہوسکتی، پھر واؤ اللہ تعالیٰ کے تمام اعلام پر آسکتا ہے۔ اور "تاء" صرف لفظ "اللہ" پر آئے گی۔ نیز فعل قسم ان کے ساتھ ذکر نہیں کیا جاسکتا بخلاف "باء" کے کہ وہ سب سے اعم ہے اسم ضمیر اور اسم ظاہر دونوں پر داخل ہوتا ہے پھر فعل قسم بھی اس کے ساتھ ذکر کیا جاسکتا ہے۔ (مصباح العوامل ص:۳۲)

إلیٰ آٹھ معانی کیلئے

☆......إلیٰ کے آٹھ معانی ہیں (۱) انتہاء غایت جو زمانی ہو، جیسے: اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ یا مکانی ہو، جیسے: مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔

(۲) معیت کیلئے یہ ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں ایک شئے کو محکوم یا محکوم علیہ بنا کرا سے کسی دوسری شئے کے ساتھ شامل کر دیا جائے نیز تعلق ظاہر کرنے کیلئے بھی ایسا کیا جاتا ہے، جیسے: مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ. وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ. (۳) تبیین کیلئے ابن مالک کا بیان ہے کہ یہ فعل تعجب یا اسم تفضیل سے حب و بغض کے افادہ کے بعد اپنے مجرور کی فاعلیت کو بیان کرتا ہے، جیسے: رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ (۴) مرادفت لام کیلئے، جیسے: وَالْاَمْرُ اِلَیْکَ، (۵) موافقت فی کیلئے، جیسے: لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ. ھَلْ لَّکَ اِلٰی اَنْ تَزَکّٰی. (۶) تاکید کیلئے۔ اس کو زائدہ بھی کہتے ہیں، جیسے: اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ. (بعض قراء کی قرأت میں تَھْوَاھُمْ ہے اور اِلٰی زائد تاکید کیلئے آتا ہے)۔ (۷) ابتدأ کیلئے، جیسے شاعر جاہلی ابن الاحمر کے قول میں:

تَقُوْلُ وَقَدْ عَالَیْتُ بِالْکُوْرِ فَوْقَھَا
أَیُسْقِی فَلَا یَرْوِی إِلَیَّ ابن أحمرا

یہاں اِلَیَّ "مِنِّیْ" کے معنی میں ہے۔ (دیکھئے، مغنی اللبیب ج ۱ ص: ۱۵۷)

(۸) موافقت عند کیلئے، جیسے: آیت قرآنی: إِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ میں لیکن ظاہر یہی ہے کہ کلمہ اِلٰی از قبیل رابع ہے۔ (غایۃ السعایۃ بما فی حل الہدایۃ، ص: ۱۲۵ ج ۱)

بحث حروف مبانی یا حروف تہجی

عربی میں کل حروف تہجی ۲۹ ہیں، اور اردو میں ۳۲ ہیں عربی میں تمام حروف تہجی مؤنث ہیں اور اردو میں معاملہ مختلف ہے یعنی چودہ حروف مذکر ہیں اور سترہ مؤنث ہیں اور دو حروف مشترک ہیں (یعنی واؤ، جیم) اور چودہ حروف جو مذکر ہیں وہ یہ ہیں:

الف، ذ، س، ش، ص، ض، ع، غ، ق، ک، گ، ل، م اور ن۔ یہ سب مذکر ہیں۔ اور سترہ حروف مؤنث ہیں، جو حسب ذیل ہیں: ب، ت، ٹ، ث، ج، چ، ح، خ، د، ڈ، ر، ز، ژ، ط، ظ، ف، ہ، ی، ے۔ (فیروز اللغات اردو)

بحث "الف"

الف مذکر ہے، یہ عربی اردو اور فارسی کا پہلا حرف ہے اور ابجد کے حساب سے اس کا عدد ایک مقرر ہے، الف کی دو قسمیں ہیں (۱) الف ممدودہ (۲) الف مقصورہ۔ اور عربی میں یہ ساکنہ و متحرکہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور الف ساکنہ کو حرف لین کہتے ہیں، جیسے: قَالَ، قَامَ، بَاعَ وغیرہ۔ اور الف متحرکہ کو ہمزہ بھی کہتے ہیں اور یہ کئی معانی میں مستعمل ہے (۱) استفہام کیلئے، جیسے: أَقَرَأْتِ؟ (۲) ندا قریب کیلئے، جیسے: اَزَیْدُ اَقْبِلْ (ای زیدًا)۔ (۳) تسویہ کیلئے، جیسے: لَا اُبَالِیْ اَقُمْتَ اَمْ قَعَدْتَ۔ یعنی مجھے تیرے کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ یعنی دونوں میرے نزدیک برابر ہیں۔ (۴) آ۔ حرف ندا جو بعید کیلئے یا جو بعید کے مانند، جیسے: غافل اور سونے والا۔ اور الف ساکن کا مخرج جوف دہن ہے یعنی منہ کے اندر کا خلا۔ (المصباح، ص: ۲۵، فیروز اللغات، ص: ۷، وتسہیل التجوید، ص: ۸)

بحث "باء"

"ب" مؤنث ہے یہ اردو، عربی اور فارسی کا دوسرا حرف ہے اور ہندی کا ۲۳ واں حرف ہے، حساب ابجد میں اس کا عدد "دو" مقرر ہے، یہ حرف فارسی ترکیب میں مفتوح اور عربی میں مکسور ہوتا ہے، اور فارسی میں اسم کے شروع میں ہو تو با مفتوح

ہوتی ہے اور فعل کے شروع میں ہو تو مکسور ہوتی ہے، جیسے: بِیِّن، بِنَشِیں وغیرہ۔

یہ حروف جر میں سے ہے حسب ذیل معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) الصاق کیلئے، جیسے: اَمْسَکْتُ بِالْغُلَامِ " یعنی میں نے غلام پکڑ لیا"۔ (۲) استعانت کیلئے، جیسے: کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ ۔"میں نے قلم سے لکھا"۔ (۳) مصاحبت کیلئے، جیسے: اِذْهَبْ بِسَلَامٍ۔"یعنی سلامتی کے ساتھ جاؤ"۔ (۴) ظرفیت کیلئے، جیسے: سَارَ بِاللَّيْلِ ۔"وہ رات میں چلا"۔ (۵) بدل کیلئے، جیسے: بَاعَ الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ۔"اس نے ایمان کے بدلے میں کفر کو لیا ہے"۔ (۶) تعدیہ کیلئے، جیسے: ذَهَبْتُ بِهٖ إِلَى الْبَيْتِ ۔"میں اس کو گھر تک لے گیا۔ (۷) قسم کیلئے، جسے: بِــاللهِ ۔"اللہ کی قسم"۔ (۸) سببیت کیلئے، جیسے: لَقِيْتُ بِزَيْدٍ الْاَهْوَال ۔"میں زید کی وجہ سے خطرات میں پڑ گیا"۔ (۹) تاکید کیلئے ہے اور یہ زائد ہوتا ہے اور زیادتی کے مواقع حسب ذیل ہیں (الف) کان منفی کی خبر میں، جیسے: وَمَا كَانَ بِمُنْكِرٍ (یہ منکر نہیں ہے)۔ (ب) لیس کی خبر میں، جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ یعنی زید کھڑا نہیں ہے۔ (ج) ماشبہ بلیس کی خبر میں، جیسے: مَا اللهُ بِغَافِلٍ (یعنی اللہ غافل نہیں ہے)۔ (د) اور اَفْعِلْ صیغہ تعجب کے فاعل پر، جیسے: اَكْرِمْ بِــهٖ، اَحْسِنْ بِهٖ (ھ) اور نفس وعین کے ساتھ تاکید لانے میں، جیسے: جَاءَ الْوَزِيْرُ بِنَفْسِهٖ (وزیر خود آیا)۔ (و) کفی فعل کے فاعل پر، جیسے: وَكَفٰى بِاللهِ شَهِيْدًا۔ (ز) اور مفعول پر جبکہ اس کا تعدیہ ایک مفعول کی طرف ہو، جیسے: كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ (ح) اور مبتدا پر سماعی حیثیت سے، جیسے: بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ (بجائے "حَسْبُکَ دِرْهَمٌ" کے)۔ (ط) اِذا مفاجاتیہ کے بعد قیاسی حیثیت سے، جیسے: خَرَجْتُ فَاِذَا بِزَيْدٍ فِي الطَّرِيْقِ ۔ (ی) اس حال پر جس کا عامل منفی ہو، جیسے: فَمَا رَجَعْتُ بِخَائِبَةٍ رِكَابٌ۔ اور حرف باء کبھی عن، علیٰ، اِلیٰ کے معنی میں

بھی آتا ہے۔اور باء کو حرف ذلقیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرف زبان اور ہونٹوں کے پھسلنے سے نکلتے ہیں۔اور "باء" کا مخرج، دونوں لبوں کی تری ملکر پ نکلتی ہے۔(مصباح اللغات ص:۳۶، فیروز اللغات، ص:۲۰۲ و تسہیل التجوید، ص:۱۱)

بحث "تاء"

"ت" یہ مؤنث ہے، یہ حروف مبانی کا تیسرا حرف ہے اس کی جمع تاءات آتی ہے نسبت کیلئے تائی وتاوی وتیوی کہا جاتا ہے، جیسے قصیدة تائیة وتاویة وتیوية" اردو اور فارسی کا چوتھا حرف اور عربی کا تیسرا اور ہندی کا سولھواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے چار سو عدد مقرر ہیں۔اور تا کی اقسام یہ ہیں (۱) تاء مصدریہ (۲) تاء منتقلہ (۳) تاء وحدت (۴) تاء مبالغہ (۵) تاء مادہ (۶) تاء تذکیر (عددی)۔ (۷) تاء تکثیر (۸) تاء زائدہ (۹) تاء متکلم (۱۰) تاء خطاب (۱۱) تائے تانیث (۱۲) تاء مضارع۔(مقدمات، ص:۹۱، فیروز اللغات، ص:۱۸۷)

اور تاء کی آٹھ قسمیں ہیں جنہیں اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

تاء تانیث است تذکیر است وحدت ہم بدل
مصدریت ہم مبالغہ زائدہ شد ہم نقل

اس کا استعمال کئی طرح سے ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے (۱) تائے تانیث کی مثال: ضَارِبَةٌ. (۲) تائے تذکیر کی مثال: ضَرَبْتَ. (۳) تائے وحدت کی مثال: تَمْرَةٌ. (۴) مصدریت کی مثال، جیسے: حامدية، محمودية۔(۵) تائے مبالغہ کی مثال، جیسے: عَلَّامَةٌ. (۶) زائدہ کی مثال، جیسے: رَحْمَةٌ، قُدْرَةٌ. (۷) تائے نقل کی مثال، جیسے: کَافِيَةٌ شَافِيَةٌ. اور تائے بدل، یعنی وہ تاء جو فاء کلمہ کے عوض میں

ہو جیسے: صِفَۃٌ، اس کی اصل وَصْفٌ ہے، دوسری وہ تاء، جو آخری کلمہ کے بدل میں ہو جیسے: تُجَاہ، یہ اصل میں وِجَاہ تھا۔ (موسوعۃ النحو والصرف والاعراب)

یہ عربی حروف مبانی کا تیسرا حرف ہے اس کی جمع تاءات آتی ہے نسبت کیلئے تائی، تاوی اور تیوی کہا جاتا ہے۔ اس کا استعمال کبھی (1) فعل کے آخر میں متکلم، مخاطب کی ضمیر کیلئے، جیسے: قمتُ قمتِ وغیرہ (2) کبھی تانیث کی علامت کیلئے، جیسے: قَائِمَۃٌ ذَھَبَتْ وغیرہ۔ (3) جنس میں سے واحد پر دلالت کیلئے، جیسے: شَجَرَۃٌ (4) کبھی مبالغہ کیلئے، جیسے: عَلَّامَۃٌ وَفُھَّامَۃٌ وغیرہ۔ (5) کبھی حرف جر ہوتی ہے اور قسم کیلئے آتی ہے اور لفظ اللہ کو جر دیتی ہے، جیسے: تَاللّٰہِ (6) اور کبھی کبھی لفظ اللہ کے علاوہ دوسرے کو بھی جر دیتی ہے، جیسے: تربی (7) کبھی صیغہ منتہی الجموع کے آخر میں نسبت پر دلالت کیلئے، جیسے: مھالبۃ (8) کبھی حرف محذوف کے بدلے میں، جیسے: زنادقہ۔ یہ زندیق کی جمع ہے (9) افعال کے اوائل اور وسط میں زیادہ کیجاتی ہے، جیسے: تَقَابَلَ وَاقْتَتَلَ (10) اور کبھی اسماء کے آخر میں، جیسے: ملکوت کی تاء ہے (11) کبھی اول کلمہ کے حرف محذوف کے بدلہ میں، جیسے: عِظَۃٌ (یہ اصل میں وَعْظٌ تھا)۔ (12) کبھی آخر کلمہ سے، جیسے: ثِقَۃٌ ہے (13) یہ واحد مؤنث اسم اشارہ کیلئے ہے، اور تاء کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔ (توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی، ص: ۴۴، مصباح اللغات، ص: ۸۱، مقدمات، علوم درسیہ، ۳۳۲)

بحث "ثاء"

"ث" یہ مؤنث ہے یہ اردو کا چھٹا فارسی کا پانچواں اور عربی کا چوتھا حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد پانسو (۵۰۰) ہیں۔ اور اس کا مخرج زبان کی نوک

اورثنایا علیا کا سرا ہے۔(فیروز اللغات،ص:۴۳۹،وتسہیل التجوید،ص:۱۰)

بحث ''جیم''

''ج'' یہ مذکرومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے،فارسی کا چھٹا حرف اور عربی کا پانچواں اور ہندی کا آٹھواں حرف ہے۔حساب ابجد میں اس کے تین عدد مقرر ہیں۔اور مخرج وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔(فیروز اللغات،ص:۴۴۱و تسہیل التجوید،ص:۹)

بحث ''حاء''

''ح'' یہ مؤنث ہے اردو کا نواں،فارسی کا آٹھواں اور عربی کا چھٹا حرف ہے اسے حائے حطی،حائے مہملہ اور حائے غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں۔ابجد کے حساب سے اس کے آٹھ عدد مقرر ہیں۔اوراس کا مخرج وسط حلق ہے۔(فیروز اللغات،ص:۲۹۸،وتسہیل التجوید،ص:۸)

بحث ''خاء''

''خ'' یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور مؤنث ہے اردو کا دسواں،فارسی کا نواں اور عربی کا ساتواں حرف ہے۔ابجد کے حساب سے اس کے چھ سو(۶۰۰)عدد مقرر ہیں۔اوراس کا مخرج ادنیٰ حلق ہے یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف ہے۔
(فیروز اللغات،ص:۳۰۹وتسہیل التجوید،ص:۸)

بحث ''دال''

''د'' یہ مونث ہے اردو کا گیارہواں، فارسی کا دسواں عربی کا آٹھواں اور ہندی کا اٹھارہواں حرف ہے اسے دال مہملہ بھی کہتے ہیں ابجد کے حساب سے اس کے عدد چار مقرر ہیں۔ اور اس کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔ (فیروز اللغات، ص:۳۴۴ و تسہیل التجوید ص:۱۰)

بحث ''ذال''

''ذ'' یہ عربی مذکر ہے اردو کا تیرہواں، فارسی کا گیارہواں اور عربی کا نواں حرف ہے اسے ذال معجمہ یا ذال منقوطہ بھی کہتے ہیں۔ ابجد کے حساب میں اس کے سات سو عدد مقرر ہیں. ذا: یہ اسم اشارہ ہے قریب کیلئے، ذان، ذین، تثنیہ حالت رفعی، نصبی اور جری کیلئے ہے اس کی جمع اُلاء ہے اس پر ھاء تنبیہ داخل کر کے ''ہٰذا'' بولتے ہیں۔ اور یہ ذا: پر ''من'' یا ''مـا'' استفہامیہ کے بعد واقع ہو تو الذی کے معنی میں ہوتا ہے، جیسے: مَـاذَافَـعَـلْتَ. وَمَن ذَافِي الدَّارِ ۔ اور ما کے ساتھ اسم استفہام ہوتا ہے، جیسے: لِمَاذَاتَرَ كْتَنَا (تو نے ہم کو کیوں چھوڑ دیا)۔ ذاک: اسم اشارہ متوسط کیلئے ہے اور ہاء تنبیہ کے ساتھ ہٰذاک اور تصغیر کی صورت میں ذیـاک، تثنیہ حالت رفعی میں ذَانِکَ اور حالت نصبی و جری میں ذَیـنِکَ اور جمع اُولـئک ہیں۔ ذالک: یہ اسم اشارہ بعید کیلئے ہے تثنیہ ذانک جمع اولـئک تـصـغیر ذیالک ہے۔ اور ذال کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ (الـمـصـبـاح، ص: ۲۵۹، فیروز اللغات ص: ۶۲۲ و تسہیل التجوید، ص:۱۰)

بحث ''راء''

''ر'' یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے اردو کا چودھواں، فارسی کا بارھواں اور عربی کا دسواں اور ہندی کا ستائیسواں حرف ہے اسے رائے مہملہ اور رائے غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں، ابجد کے حساب میں اس کے دوسو عدد مقرر ہیں۔ راء کا مخرج نون کے مخرج سے ذرا اندر سے نکلتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۶۵ و تسہیل التجوید، ص:۹)

بحث ''زاء''

''ز'' یہ عربی حرف ہے اور مؤنث ہے اردو کا سولھواں فارسی کا تیرھواں اور عربی کا گیارھواں حرف ہے ابجد کے حساب سے اس کے عدد سات مقرر ہیں۔ زاء کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا اور سفلیٰ کے سرے کا درمیانی حصہ ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۹۱، و تسہیل التجوید، ص:۱۰)

بحث ''سین''

''س'' یہ عربی حرف ہے مذکر ہے۔ اردو کا اٹھارھواں فارسی کا پندرھواں عربی کا گیارھواں اور ہندی کا بیسواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے عدد ساٹھ مقرر ہیں واضح ہو کہ ''س'' فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنی کیلئے خاص کر دیتا ہے۔ اور سین کی سات قسمیں ہیں: (۱) طلب کیلئے، جیسے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (۲) تحقیق کیلئے یعنی جو فعل کی تحقیق کرے، جیسے: سَأَنْتَقِمُ مِنْكَ. (۳) تحویل کیلئے یعنی وہ سین جو ایک چیز کے دوسری چیز میں بدل جانے پر دلالت کرے، جیسے: اِسْتَحْجَرَ الطِّيْنُ (کیچڑ پتھر بن گیا)۔ (۴) سین استقبال یعنی وہ سین جو معنی استقبال پر دلالت کرے، جیسے: سَأَضْرِبُ (۵) سین زیادت، جیسے: استطاع،

سین زیادت وہ ہے جو معنی فعل کی زیادتی پر دلالت کرے۔(۶) وہ سین جو کسی چیز کو کسی صفت کے ساتھ متصف پانے پر دلالت کرے، جیسے: اِسْتَعْظَمْتُهُ یعنی میں نے اس کو بڑا پایا۔(۷) سین کسکسہ: یعنی وہ سین ہے جو کاف خطاب مؤنث کے بعد سکتہ کیلئے لاحق ہوتی ہے جیسے: مَرَرْتُ بِكِسْ یاضَرَبْتُكِسْ ۔ان میں پہلی چھ قسمیں فعل کے ساتھ خاص ہیں اور آخری قسم اسم کے ساتھ خاص ہے۔اس کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا اور سفلی کے سرے کا درمیانی حصہ ہے۔(تسہیل التجوید، ص:۱۰ امصباح اللغات، ص: ۳۵۴، فیروز اللغات، ص: ۴۰۳ مقدمات، ص: ۹۱ ،تحفة الطالبین فی تحقیق خطبة المصنفین، ص: ۴۲)

<u>سین کے اقسام:</u>۔ سین کی سات قسمیں ہیں: (۱) سین طلب یعنی جو معنی طلب کیلئے آتا ہے، جیسے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (۲) سین تحقیق یعنی جو معنی فعل کی تحقیق کرے، جیسے: سَاَنْتَقِمُ مِنْكَ (۳) سین تحویل، جیسے: اَسْتَحْجَرَ الطِّيْنُ (کیچڑ پتھر بن گیا)۔ (۴) سین استقبال کیلئے، جیسے: شعر:

سَاَطْلُبُ بُعْدَالدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرَبُوْا

وَتَسْكُبُ عَيْنَایَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا

”یعنی عنقریب طلب کرونگا گھر کی دوری کو تم سے تاکہ تم قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تاکہ مسرت وخوشی ہو جائے۔“

(۵) سین زیادت:۔ یعنی وہ فعل جو معنی کی زیادت پر دلالت کرے، جیسے: اِسْتَطَاعَ (۶) وہ سین جو کسی چیز کے کسی صفت کے ساتھ متصف پانے پر دلالت کرے، جیسے: اِسْتَعْظَمْتُ (میں نے اسکو بڑا پایا)۔(۷) سین کسکسہ جس کو سین سکتہ بھی کہا جاتا ہے جو کاف خطاب مؤنث کے بعد سکتہ کیلئے لاحق ہوتی ہے، جیسے: مَرَرْتُ بِكِسْ اصل

میں مورت بک تھا۔ (مآرب الطلبہ، الاتقان، مقدمہ علوم دریہ، مصباح اللغات)

سین اور سوف میں فرق: سوف اور سین یہ دونوں علامتِ مضارع میں سے ہیں دونوں کو حرفِ تسویف کہا جاتا ہے یہ دونوں فعل مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں، جیسے: الآن: قرینۂ حالیہ یا مقالیہ کی وجہ سے فعل مضارع حال کے ساتھ ہو جاتا ہے جیسے: زَیْدٌ یَضْرِبُ الآنَ۔ اور اب دونوں کے درمیان فرق کے متعلق دو مذاہب ہیں

(۱) پہلا مذہب: سین استقبال قریب کیلئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کیلئے آتا ہے۔

(۲) دوسرا فرق یہ اسکے برعکس ہے یعنی سوف استقبال قریب کیلئے اور سین استقبال بعید کیلئے ہے لیکن پہلا مذہب جمہورِ نحاۃ کا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سین اور سوف کا فعل مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دینا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثریہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ﴾ (الآیۃ) پس اس آیتِ کریمہ میں سین نہ استقبال قریب کیلئے ہے نہ استقبال بعید کیلئے ہے۔ (مآرب الطلبہ ص:۵۱)

بحث "شین"

"شین" یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا انیسواں، فارسی کا سولہواں، عربی کا تیرہواں اور ہندی کا تیسواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے عدد تین سو (۳۰۰) مقرر ہیں۔ اور حرف شین کا مخرج وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔

(فیروز اللغات، ص:۳۴۴ و تسہیل التجوید، ص:۹)

بحث "صاد"

"ص" یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا بیسواں، فارسی کا سترہواں اور عربی کا چودہواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے نوے عدد فرض کئے گئے ہیں اسے صاد

مہملہ یا صاد غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں۔اور صاد کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا اور سفلی کے سرے کا درمیانی حصہ ہے۔(فیروز اللغات،ص:۳۵۸وتسہیل التجوید،ص:۱۰)

بحث ''ضاد''

''ض'' یہ عربی حرف ہے مذکر ہے،اردو کا اکیسواں،فارسی کا اٹھارہواں اور عربی کا پندرہواں حرف ہے،ابجد کے حساب سے اس کے عدد آٹھ سو (۸۰۰) فرض کیے گئے ہیں۔استاد مصری (عبداللہ جمعہ المؤقر) فرمایا کرتے تھے کہ عربی زبان کو لغۃ الضاد کہا جاتا ہے کیونکہ حرف ضاد کو اہل عرب جس انداز وطریقہ سے ادا کرتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے جس کی وجہ سے زبان عربی کو لغۃ الضاد کہا گیا ہے۔مخرج ضاد: یہ زبان کے کنارے کو اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگا کر اس سے نکلتا ہے۔دونوں جانب سے نکالنا صحیح ہے،لیکن بہت مشکل ہے۔اس سے آسان دائیں طرف سے ہے اور اس سے زیادہ آسانی بائیں طرف سے نکالنے میں ہے۔(تسہیل التجوید،ص:۹فیروز اللغات،ص:۴۶۵)

بحث ''طاء''

''ط'' یہ اردو کا بائیسواں،فارسی کا انیسواں اور عربی کا سولہواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد نو مقرر ہیں۔اس کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔(فیروز اللغات،ص:۴۶۸،تسہیل التجوید،ص:۱۰)

بحث ''ظاء''

''ظ'' یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے اردو کا تیئسواں،فارسی کا بیسواں اور عربی کا سترہواں حرف ہے۔حساب ابجد میں اس کے نوسو عدد (۹۰۰) مقرر ہیں۔اور اس کا

مخرج زبان کی نوک جب ان ہی اوپر کے اگلے دونوں دانتوں کی نوک کی طرف والے آدھے حصے سے لگے (اسی سے ذ، ث بھی) نکلتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۷۴، کمال الفرقان شرح جمال القرآن، ص: ۴۷)

بحث ''عین''

''ع'' یہ عربی حرف ہے مذکر ہے، اردو کا چوبیس واں، فارسی کا اکیسواں اور عربی کا اٹھارہواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے عدد ستر مقرر کیے گئے ہیں۔ (۲) ع سے رکوع قرآن کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اور ع مصرع کی علامت بھی ہے۔ اور ع علیہ السلام کا مخفف بھی ہے۔ اور عین کا مخرج وسط حلق ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۰۷، تسہیل التجوید، ص: ۸)

بحث ''غین''

''غ'' یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا پچیسواں، فارسی کا بائیسواں، اور عربی کا انیسواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے عدد ہزار (۱۰۰۰) مقرر ہیں۔ یہ ادنیٰ حلق سے یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف ہے اس سے غین نکلتا ہے (فیروز اللغات، ص: ۹۴۰، تسہیل التجوید، ص: ۹)

بحث ''فاء''

''ف'' یہ عربی حرف ہے مونث ہے اردو کا چھبیسواں، فارسی کا تیئسواں اور عربی کا چوبیسواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد اسی (۸۰) فرض کیے گئے ہیں۔ یہ حرف کئی معنوں میں مستعمل ہے (۱) ترتیب کیلئے، جیسے: قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو (۲)

تعقیب کیلئے، جیسے: حَبس زیدًا فقتلَهُ (۳) سببیت کیلئے، جیسے: ضرب زیدًا فمات (۴) رابطہ جواب شرط میں، جیسے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَنِیْ فَاحْفَظُوْا وَصَايَایَ شبہ جواب شرط میں، جیسے: اَلَّذِیْ يَاتِيْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ (۵) ناصبہ مضارع کیلئے بتقدیر اَنْ، جیسے: زُرْنِیْ فَاُكْرِمَكَ. (۶) استیناف کیلئے، جیسے: يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ (۷) زائدہ، جیسے: زَيْدًا فَلَا تَضْرِبْهُ. خَرَجْتُ فَاِذَا الْاَسَدُ فِی الدَّارِ وغیرہ۔

(مصباح اللغات، ص: ۶۱۵، فیروز اللغات، ص: ۴۹۶)

فاء کے معانی:...... فاء چند معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) ترتیب کیلئے، جیسے: قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو (۲) تعقیب کیلئے، جیسے: حَبسَ زَيْدٌ فَقَتَلَهٗ (۳) سببیت کیلئے، جیسے: ضَرِبَ زَيْدٌ فَمَاتَ (۴) رابطہ کیلئے، جیسے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَنِیْ فَاحْفَظُوْا وَصَايَایَ۔ (۵) ناصبہ مضارع کیلئے، جیسے: زُرْنِیْ فَاُكْرِمَكَ (۶) استیناف کیلئے، جیسے: يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ (۷) زائدہ، جیسے: زَيْدًا فَلَا تَضْرِبْه۔ (مصباح اللغات)

☆...... فاء تاکید بلا مہلت کیلئے آتا ہے، جیسے: اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ اس آیت سے عذاب قبر ثابت کرتے ہیں۔ (معلم الانشاء اول)

فائے فصیحہ:...... جو شرط محذوف کی اجزاء میں واقع ہو، جیسے: اِنْ كَانَ كَذَا فَعَرَفْنِیْ بِالْوَجْهِ. اور فائے فصیحہ کی تعریف میں تین مذاہب ہیں (۱) فائے فصیحہ وہ ہے جو شرط محذوف کی جزاء میں واقع ہو (۲) فائے فصیحہ وہ ہے جو معطوف علیہ محذوف کے معطوف پر واقع ہو (۳) وہ ہے کہ جو شرط محذوف کی جزا یا معطوف علیہ محذوف کے معطوف پر آیا ہو۔ فاء کا مخرج ہونٹ کے نیچے کی تری اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

(منیۃ الادب، ص: ۳۶۰ ج ا، تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث "قاف"

"ق" یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا ستائیسواں، فارسی کا چوبیسواں اور عربی کا اکیسواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اسکے سو عدد مقرر ہیں۔ اور حرف "قاف" کا مخرج لہات ہے یعنی کوے کے متصل زبان کی جڑ ہے۔ (فیروز اللغات، ص:۵۰۹، تسہیل التجوید، ص:۹)

بحث "کاف"

"ک" یہ عربی حرف مذکر ہے، اردو کا اٹھائیسواں، فارسی کا پچیسواں، عربی کا بائیسواں اور ہندی کا پہلا حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے عدد بیس مقرر ہیں۔ یہ کئی معنی کیلئے مستعمل ہے (۱) مخاطب ومخاطبہ کیلئے ضمیر منصوب اور مجرور کے طور پر مستعمل ہے، جیسے: ضَرَبَکَ وَضَرَبَکِ وغیرہ۔ (۲) حرف جار کبھی تشبیہ کیلئے ہے، جیسے: زَیْدٌ کَالْاَسَدِ. اور کبھی تعلیل کیلئے اُذْکُرُوْا اللّٰہَ کَمَا هَدَاکُمْ. کبھی تاکید کیلئے اور اس صورت میں زائد ہوتا ہے، جیسے: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (۳) حرف غیر جار۔ اور اس صورت میں معنی خطاب کے ہوتے ہیں اور اسم اشارہ اور ضمیر منصوب منفصل اور بعض اسماء افعال کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، جیسے: ذلک، تلک، ایاک وغیرہ۔ اور اس کا مخرج قاف کے مخرج کے متصل منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر اس سے کاف ادا ہوتا ہے۔ (المصباح، ص:۱۹۷، فیروز اللغات، ص:۹۲۱، تسہیل التجوید، ص:۹)

بحث "لام"

"ل" یہ عربی حرف مذکر ہے یہ اردو کا تیسواں، فارسی کا ستائیسواں عربی تیسواں اور ہندی کا اٹھائیسواں حرف ہے ابجد کے حساب میں اس کے عدد تیس مانے گئے ہیں۔ واضح ہو کہ لام کی کل گیارہ قسمیں ہیں (۱) لام تعلیلیہ، جیسے: لِکَیْ لَاتَاسَوْا (۲) لام جحد (لام جحد وہ لام ہے جو کان منفی ماضی پر داخل ہو)، جیسے: مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ (۳) لام کَیْ: (اس میں اور لام جحد میں دو اعتبار سے فرق ہے) اول: لام کی کو حذف کرنے سے معنی میں خلل پیدا ہوتا ہے بخلاف لام جحد کے۔ دوم: لام جحد کان منفی کے ساتھ آتا ہے بخلاف لام کی کے) مثال اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّۃَ.

(۴) لام تاکید: یہ لام مفتوح ہوتا ہے اور غیر عاملہ ہے خواہ اس کا مدخول اسم ہو یا فعل ماضی ہو یا مضارع کمافی ھذاالشعر:

لَقَدْضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ   کَمَاضَاعَ عِقْدٌ عَلٰی خَالِصَۃَ

ترجمہ:۔ "بیشک میرے اچھے اشعار (ناقدری کی وجہ سے) تمہارے دروازے پر یعنی تمہارے دربار میں ضائع ہو گئے۔ جیسا کہ خالصہ یعنی بدصورت باندی کی گردن میں قیمتی ہار ضائع ہے"۔ (نفحۃالیمن)

اس شعر میں " لَقَدْ " کا لام تاکید کیلئے ہے (۵) لام قسمیہ (٦) لام زائدہ (۷) لام امر (۸) لام ابتدائیہ (۹) لام عاملہ جارہ (۱۰) لام عاملہ جازم (۱۱) لام غیر عاملہ۔

حرف لام کی اولا تین قسمیں ہیں (۱) عامل بعمل جر (۲) عامل بعمل جزم (۳) غیر عامل۔ اور لام جارہ اسم ظاہر اور ضمیر واحد متکلم کے ساتھ مکسور ہوتا ہے، جیسے: لِزَیْدٍ وَلِیْ۔ اور ضمائر غیر واحد متکلم کے ساتھ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: یا لَلّٰہِ وَلَکَ وَ لَنَا وَلَہٗ وغیرہ۔ اور یہ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ اسم پر داخل ہونے والا کئی معنوں میں آتا ہے۔ (۱) اختصاص کیلئے، جیسے: اَلْجَنَّۃُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (جنت مؤمنین

کیلئے خاص ہے)۔(۲)استحقاق کیلئے، جیسے: اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ (عزت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے)۔
(۳) ملکیت کیلئے، جیسے: لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ (۴) تبلیغ کیلئے،
جیسے: قُلْتُ لَهٗ وَ فَسَّرْتُ لَهٗ (۵) تعدیہ کیلئے، جیسے: مَااَشَدُّحُبَّ زَيْدٍ لِعَمْرٍو ۔
(زید کو عمرو سے کتنی شدید محبت ہے)۔(۶) قسم کیلئے، جیسے: لِلّٰهِ لاافعلن هٰذَا
(۷) صیرورت کیلئے، جیسے: وُلِدَتِ الْاِنْسَانُ لِلْحَيٰوةِ الْاَبَدِيَّةِ. (انسان کو ہمیشہ کی
زندگی کیلئے پیدا کیا گیا ہے) اور اس کو لام عاقبت اور لام المآل بھی کہتے ہیں (۸)
تعلیل کیلئے، جیسے: وَيَوْمَ عَقَرْتُ لِلْعَذَارٰى مَطِيَّتِيْ ۔(اور اس دن کہ باکرہ لڑکیوں
کیلئے میں نے اپنی سواری (اونٹنی) کو ذبح کیا)۔(۹) موافقت اِلٰی کیلئے، جیسے: بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوْحٰي لَهَااَيْ اِلَيْهَا. (۱۰) موافقتِ علٰی کیلئے، جیسے: يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اَيْ
عَلَى الْاَذْقَانِ ۔(۱۱) موافقتِ فی کیلئے، جیسے: وَيَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ
الْقِيٰمَةِ اَيْ فِيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔(۱۲) عند کے معنی کیلئے، جیسے: كَتَبْتُهٗ لِخَمْسٍ خَلَوْنَ
اَيْ عِنْدَ خَمْسٍ خَلَوْنَ ۔یعنی پانچویں تاریخ گذرنے پر میں نے اس کو لکھا۔ اور اس
کو لام تاریخ بھی کہتے ہیں۔(۱۳) موافقتِ بعد کیلئے، جیسے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ
الشَّمْسِ اَيْ بَعْدَ دُلُوْكِ الشَّمْسِ (۱۴) موافقتِ مع کیلئے، جیسے: فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا
كَاَنِّيْ وَمَالِكًا لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ مَعًا اَيْ مَعَ طُوْلِ (۱۵) موافقت مِن کیلئے
جیسے: سَمِعْتُ لَهٗ صُرَاخًا اَيْ مِنْهُ صُرَاخًا ۔(۱۶) موافقتِ عن کیلئے، جیسے: قَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَاسَبَقُوْنَا اِلَيْهِ اَيْ عَنِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا.
(۱۷) زائدہ ہوتا ہے، جیسے: ضَرَبْتُ لِزَيْدٍ اور فعل مضارع پر داخل ہونے والا تقدیر
ان سے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور اَن مع اپنے مدخول کے مصدر مجرور باللام کی
تاویل میں ہوتا ہے اور یہ یا تو تعلیل کیلئے ہوتا ہے، جیسے: جِئْتُكَ لِتُعَلِّمَنِيْ. (میں

تیرے پاس اسلئے آیا کہ تو مجھے تعلیم دے)۔ (۱۸) اور یا تاکید نفی کیلئے آتا ہے، اس صورت میں کان منفی اس سے پہلے آتا ہے اور اس کو لام جحد کہتے ہیں، جیسے: مَا كَانَ زَيْدٌ لِيُكْرِمَكَ (زید ہرگز تیری تعظیم کیلئے نہ تھا)۔ (مصباح اللغات)

اور منیۃ الادب و تسہیل قواعد النحو میں اقسام لام بارہ لکھی ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) لام تعریف (۲) وہ لام جو جواب قسم میں واقع ہو (۳) لام مؤطیہ برائے قسم، جیسے: وَاللّٰهِ لَئِنْ اَكْرَمْتَنِيْ لَاُكْرِمُتُكَ (۴) لام جواب لو اور لولا (۵) لام امر (۶) لام نہی (۷) لام ابتدائیہ (۸) وہ لام جو مخففہ اور نافیہ کے درمیان فرق کرنے والا ہو (۹) لام جارہ (۱۰) لام نافیہ، جیسے: لَا رَيْبَ فِيْهِ (۱۱) لام جو بمعنی لیس ہو، جیسے: لَا رَجُلٌ قَائِمًا اَیْ لَيْسَ (۱۲) لام زائدہ تاکیدیہ، جیسے: لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ.

(منیۃ الادب، ص: ۲۱۳، تسہیل قواعد النحو، ۶۷)

<u>لام جازمہ کی تعریف:</u>۔ یہ لام امر ہے اور اس کا نام لام طلب بھی ہے اور یہ مکسور ہوا کرتا ہے، جیسے: لِيَحْكُمَ اللّٰهُ. اور کبھی یہ مفتوح بھی ہوتا ہے، جیسے: يَالَلدَّاهِيْ اور لام، واؤ اور فاء کے بعد اکثر ساکن ہوتا ہے، جیسے: فَلْيَسْتَجِيْبُوْالِيْ وَلْيُؤْمِنُوْابِيْ اور ثم کے بعد بھی لام ساکن ہوتا ہے، جیسے: ثُمَّ لْيَقْضُوْا۔

<u>لام غیر عاملہ:</u>...... اور یہ لام ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور اس کو لام ابتداء بھی کہتے ہیں، جیسے: لَزَيْدٌقَائِمٌ وَاِنَّ زَيْدًالَقَائِمٌ۔ اور لام جواب (ہوتا ہے) بعد لولا و قسم، جیسے: لَوْعُدْتُّمْ لَعُدْنَا وَلَوْلَازَيْدٌ لَهَلَكْنَا. وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ كَرِيْمٌ۔ اور لام زائدہ بھی ہوتا ہے، جیسے: اَرَاكَ لَشَاتِمِيْ۔ اور منجملہ ان غیر عاملہ لام میں سے وہ بھی ہے جو بعد پر دلالت کرنے کیلئے اسماء اشارہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور اصلاً یہ ساکن ہوتا ہے، جیسے: تِلْكَ. میں مگر ذالک میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے لام کو کسرہ دیا جاتا ہے۔ (مصباح اللغات، ۷۶۱ تا ۷۶۰)

☆...... حرف لا کی تین قسمیں ہیں (۱) لا نافیہ یہ چار طرح سے مستعمل ہے (الف) لا نفی جنس کیلئے اس کا اسم مفرد ہونے کی صورت میں مبنی برفتحہ ہوتا ہے اور مضاف اور شبہ مضاف کی صورت میں منصوب ہوتا ہے، جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ (گھر میں کوئی مرد نہیں ہے) وَلَا غُلَامَ رَجُلٍ حَاضِرٌ (مرد کا کوئی غلام حاضر نہیں)۔ (ب) لا بمعنی لیس۔ اس صورت میں اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اور یہ نفی واحد کیلئے ہے جیسے: لَا رَجُلٌ قَائِمًا (مرد کھڑا نہیں ہے) اور لا نفی جنس ولا بمعنی لیس میں فرق یہ ہے کہ جب تم لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ کہو گے تو پھر بل رجلین اور بَلْ رِجَالٌ کہنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس میں جنس رجال کی نفی کر دی گئی ہے بخلاف لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ. کے وہاں بَلْ رَجُلَانِ اور رِجَالٌ کہنا صحیح ہوگا اسلئے کہ لا بمعنی لیس صرف واحد کی نفی کرتا ہے (ج) لا نافیہ عطف کیلئے آتا ہے، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو (زید آیا نہ کہ عمرو)۔ (د) لا حرف جواب نقیض نعم کیلئے آتا ہے، جیسے: کوئی پوچھے أَقَامَ زَيْدٌ؟ تو تم اس کے جواب میں لا کہو گے۔ (۲) لاء نہی: طلب ترک فعل کیلئے آتا ہے اس کا نام لاء نہی ہے اور یہ صرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے، جیسے: لَا تَخَفْ (مت ڈر) (۳) لا زائدہ ہے جو تقویت معنی کیلئے ہوتا ہے جس کو حذف کرنے سے خلل نہیں ہوتا، جیسے: مَا مَنَعَكَ أَنْ لَّا تَقُوْمَ۔ بمعنی مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُوْمَ ہے۔ اور حرف لام کا مخرج ”زبان کا کنارہ اور ثنایا اور رباعی اور ناب اور ضواحک کے مسوڑھے“ ہے۔

(مصباح اللغات، ص: ۷۶۱)

”لو“ کی چار قسمیں: (۱) لو وصلیہ: یعنی وہ ہے جو اپنے مابعد کو ماقبل سے ربط دینے اور ملانے کیلئے آتا ہے، بشرطیکہ یہ لو واو حالیہ کے بعد واقع ہو، جیسے: زَيْدٌ بَخِيْلٌ وَلَوْ كَانَ غَنِيًّا اس لو کی جزاء یا تو محذوف ہوتی ہے یا مقدم۔ (۲) وہ لو جو کسی

شئے کے دوام واستمرار کیلئے آتا ہے بشرطیکہ دو متضاد چیزوں کیلئے استعمال کیا گیا ہو، جیسے: لَوْ شَتَمْتَنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ. (۳) وہ لو جو شرط کی نفی ہونے سے جزاء کی نفی پر دلالت کرے، جیسے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (۴) وہ لو جو جزاء کی نفی سے شرط کی نفی پر دلالت کرے۔ ان چاروں لو میں اول کو وصلیہ، ثانی کو استمراری، ثالث کو استدلال خارجی اور رابع کو استدلال عقلی کہا جاتا ہے۔ (مقدمات علوم دربیہ)

اور منیۃ الادب میں "لو کے استعمال کے طریقے چھ لکھے ہیں" جو حسب ذیل ہیں: (۱) زمانہ ماضی میں شرط کیلئے ہو، جیسے: لَوْ جَآءَ نِيْ لَاَكْرَمْتُهُ (۲) زمانہ مستقبل میں شرط کیلئے، جیسے: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ. (۳) حرف مصدری ہو بمنزلہ اَنْ کے مگر یہ نصب نہیں دیتا۔ اگر وَدَّ یَوَدُّ کے بعد واقع ہوتا ہے، جیسے: وَدُّوْا لَوْ تَأْتِيْهِمْ. يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ. (۴) تمنا کیلئے۔ لَوْ تَأْتِيْنِيْ فَتُحَدِّثَنِيْ (۵) عرض کیلئے مانند اَلَا کے، تو اس کا جواب بھی حرف فا سے ہوتا ہے اور منصوب ہوتا ہے، جیسے: لَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ آپ کچھ بہتری پالیتے)۔ (۶) تقلیل کیلئے، جیسے: تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ. (منیۃ الادب، ص: ۱۹۸ ج ۱)

☆...... لَوْ: چھ معنی کیلئے آتا ہے، (۱) عرض کیلئے۔ اور عرض کے معنی نرمی سے کسی کو کسی بات پر آمادہ کرنا ہے، جیسے: لَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ آپ کچھ بہتری پالیتے)۔ (۲) تقلیل کیلئے، جیسے: تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ. (صدقہ کرو اگر چہ جلے ہوئے کھر سے ہی کیوں نہ ہو)۔ (۳) تمنی کیلئے، جیسے: لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً۔ (۴) مصدریہ یعنی بعد والے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، لیکن یہ لَوْ اَنْ کی طرح فعل کو نصب نہیں دیتا۔ اور لو مصدریہ اکثر فعل وَدَّ یَوَدُّ کے بعد

واقع ہوتا ہے، جیسے: یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ (۵) لَوْ، لَوْلَا کی طرح تحضیض کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: لَوْ تَأْمُرُ فَتُطَاعُ (۲) لوشرط کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو عام طور سے مشہور ہے۔ (النحو الیسیر ،ص:۱۲۹)

☆...... لَوْلَا کے استعمال کے طریقے تین ہیں: (۱) ایسے جملوں پر داخل ہوتا ہے جن میں پہلا جملہ اسمیہ اور دوسرا جملہ فعلیہ ہوتا ہے اور اول کا انتفاء وجود ثانی ہوتا ہے، جیسے: لَوْلَا زَیْدٌ لَاَکْرَمْتُکَ ۔ اگر زید موجود نہ ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا۔ (۲) تحضیض اور عرض کیلئے جب مضارع پر داخل ہو چاہے وہ حقیقۃً ہو یا تاویلاً ہو، جیسے: لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ (۳) توبیخ وتندیم کیلئے جبکہ فعل ماضی پر آئے، جیسے: لَوْلَا جَآءُوْا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ. (منیۃ الادب ،ص:۲۵ج۲)

لواور لولا کے درمیان فرق: یاد رہے کہ (۱) لولا کا مدخول ہمیشہ اسم ہوگا اور لو کا مدخول ہمیشہ فعل ہوگا۔ (۲) لولا میں شرط وجودِ جزا کیلئے سبب ہوتا ہے اور لو میں شرط کی نفی ہوتی ہے جزا کی نفی کیلئے یا جزا کی نفی سبب ہوتی ہے شرط کی نفی کیلئے۔ (۳) لولا کے جواب میں لام ہونا ضروری ہے اور لو کے جواب میں لام اور فا دونوں آسکتے ہیں۔ (۴) لو کے مدخول سے زمانہ ماضی سمجھا جاتا ہے۔ لولا کا مدخول زمانہ ماضی سے عاری ہے بلکہ دوام کا مفہوم ہے۔ (مآرب الطلبہ ،ص:۸۳)

لات:...... یہ حرف نفی ہے جو لیس کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کے بعد صرف ایک ہی معمول ذکر کیا جاتا ہے اور عموماً اسم ہی محذوف ہوا کرتا ہے، جیسے: تَنَدَّمَ الْبُغَاةُ وَلَاتَ سَاعَةَ مَنْدَمٍ بمعنی لَاتَ السَّاعَةُ سَاعَةَ مَنْدَمٍ یعنی باغی پشیمان ہوئے مگر اب پشیمانی کا وقت نہیں رہا۔ اور لو کی چار قسمیں ہیں۔ (مصباح اللغات، فیروز اللغات، مقدمات علوم درسیہ)

☆......لا: کے آخر میں "ت" لاحق ہوتو پھر لفظ "حِیْنَ" کے ساتھ خاص ہوجاتا ہے، جیسے: وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ (یعنی وقت بچاؤ کا نہیں ہے) اس جگہ "لات" کا اسم "الحین" محذوف ہے، پس تقدیر یوں ہوگی، لَاتَ الْحِیْنُ حِیْنَ مَنَاصٍ .(کتاب النحو، ص: ۲۶)

بحث "میم"

"میم" مذکر ہے عربی حرف ہے اردو کا اکتیسواں، فارسی کا اٹھائیسواں اور عربی کا چوبیسواں اور ہندی کا پچیسواں حرف ہے۔حساب ابجد میں اس کے عدد چالیس مقرر ہیں۔اور حرف میم کئی معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) میم جو جمع مذکر پر دلالت کرتا ہے، جیسے: ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور (۲) میم کبھی حرف قسم بھی ہوتا ہے اور لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، جیسے: مَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ (۳) اور کبھی ما حروف جر کے بعد استفہام ہوتا ہے، جیسے: بِمَ وَعَلَامَ ۔اور یہ اصل میں ما استفہامیہ ہے جس سے الف محذوف ہے اور میم کی حرکت فتح باقی رہ گئی ہے۔اور ما کی دو قسمیں ہیں ایک ما اسمیہ دوسرا ما حرفیہ۔اور ما حرفیہ کی چند قسمیں ہیں (۱) نافیہ جیسے: مَاهٰذَا بَشَرًا (۲) زائدہ، جیسے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (۳) ما کافہ: (وہ ہے جو عامل کے عمل کو روک دے)، جیسے: كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ (۴) ما مصدریہ، جیسے: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ. (۵) ما بمعنی مادام (مصدریہ ظرفیہ) جیسے: اَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا.

اور ما اسمیہ کی قسمیں یہ ہیں (الف) استفہامیہ اور اس سے غیر ذوی العقول کے متعلق سوال ہوتا ہے، جیسے: مَا عِنْدَكَ (تمہارے پاس کیا ہے؟) اور ذوی العقول کی صفات کے متعلق بھی سوال کیا جاتا ہے، جیسے: مَازَيْدٌ ؟ اس کے جواب میں

عاقل، جاہل یا احمق وغیرہ کہا جائے گا۔اور جب ما اسمیہ پر حرف جار داخل ہو تو الف محذوف ہوتا ہے۔اور فتحہ میم پر باقی رہتا ہے، جیسے: بِمَ، عَلَامَ اور کبھی میم ساکن بھی کیا جاتا ہے۔(ب) ما موصولہ، جیسے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَاعِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ (ج) شرطیہ یعنی وہ ما جو جزا کیلئے ہو، جیسے: مَاتَفْعَلْ اَفْعَلْ (د) ما تعجبیہ، جیسے: مَا اَحْسَنَ زَيْدًا (ہ) وہ ما جو فعل کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جائے، جیسے: بَلَغَنِيْ مَا صَنَعْتَ (و) وہ ما جو نکرہ ہو (بعض نے اس کو ما موصوفہ قرار دیا ہے) اور اس کیلئے صفت لازم ہے، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٌ لَكَ (ز) وہ ما جو ابہام کیلئے ہو، جیسے: اَعْطِنِيْ كِتَابًامَّا (یعنی کوئی کتاب مجھے دو) اس کا نام ما ابہامیہ ہے (ح) ما تامہ ہے، جیسے: فَنِعِمَّاهِيَ (ط) صفتیہ، جیسے: اَكْرَمْتُهُ بِوَجْهٍ مَّا ۔ مَن کی چار قسمیں ہیں (۱) من موصولہ، جیسے: اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۲) من شرطیہ، جیسے: مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ (۳) من استفہامیہ، جیسے: مَنْ اَنْتَ (۵) من موصوفہ، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٌ لَكَ ۔اور میم کا مخرج، دونوں لبوں کی خشکی ملکر ہے یعنی اس سے میم نکلتا ہے

(مقدمات، ۹۰، ۱۰۰، مصباح اللغات، ۸۰۲، فیروزاللغات، ص: ۲۰۶، تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث "نون"

"ن" (نون) یہ مذکر ہے عربی حرف ہے یہ اردو کا بتیسواں، فارسی کا انیسواں عربی کا پچیسواں اور ہندی کا بیسواں حرف ہے، حساب ابجد میں اس کے حساب پچاس عدد فرض کئے گئے ہیں۔ حرف نون کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نون تاکید اس کی دو قسمیں ہیں (الف) نون ثقیلہ (ب) نون خفیفہ۔ یہ دونوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ ماضی کی تاکید کیلئے نہیں آتا امر کی تاکید جائز ہے فعل مضارع کی تاکید

واجب ہے جبکہ جواب قسم ہو، اور قسم سے کسی اجنبی کا فاصلہ نہو اور فعل مثبت مستقبل ہو، جیسے: تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ۔ اور جبکہ جواب قسم ہو اور یہ شرطیں نہ پائی جاتی ہوں تو تاکید ممتنع ہے اور ان کے علاوہ میں تاکید وعدم تاکید دونوں جائز ہیں مگر طلب میں تاکید زیادہ ہوتی ہے۔ (۲) نون تنوین: یہ نون ساکنہ زائدہ اسم کے آخر میں آتا ہے جو صرف پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا، جیسے: كِتَابٌ. (۳) نون تانیث: اور یہ یا تو خفیفہ ومفتوحہ ہوتا ہے جو فعل کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، جیسے: ضَرَبْنَ، يَضْرِبْنَ، اِضْرِبْنَ وغیرہ اور یا مشددہ یا مفتوحہ ہوتا ہے جو جمع مؤنث پر دلالت کرنے کیلئے ضمیروں کے ساتھ متصل ہوتا ہے، جیسے: غُلَامُكُنَّ وَمِنْهُنَّ وَ ضَرَبهُنَّ وغیرہ. (۴) نون وقایہ: یہ یائے متکلم سے پہلے آتا ہے، جیسے: ضَرَبَنِيْ وَاِنَّنِيْ وغیرہ۔ (۵) زائدہ: اس کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ ہے جو فعل مضارع کے ساتھ لاحق ہوتا ہے جبکہ ضمیر تثنیہ کے ساتھ متصل ہو، جیسے: يَضْرِبَانِ تَضْرِبَانِ ۔ یا ضمیر مؤنث حاضر کے ساتھ متصل ہو، جیسے: تَضْرِبِيْنَ یا جمع مذکر کے ساتھ، جیسے: تَضْرِبُوْنَ وَيَضْرِبُوْنَ ۔ ان ساری صورتوں میں سوائے مثنیٰ کے مفتوح ہوتا ہے اور مثنیٰ میں مکسور ہوتا ہے (ب) وہ ہے جو اسم مثنیٰ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور مکسور ہوتا ہے، جیسے: اَلزَّيْدَانِ اور اسم جمع مذکر کے ساتھ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: اَلزَّيْدُوْنَ. (مصباح اللغات، ص: ۸۴۲، فیروز اللغات، ص: ۱۷۴۲)

☆...... نون وقایہ: ۔ یہ فعل اور یائے متکلم کے درمیان اسلئے آتی ہے تاکہ فعل کے آخری حرف میں کسرہ ہونے سے بچالے (یا کسرہ آنے سے فعل محفوظ رہے) اور نون کا مخرج، ناک کا بانسہ ہے یعنی اس سے نون ساکن اور نون تنوین حالت ادغام میں اور اخفاء میں غنہ کے ساتھ، نون مشدد وغیرہ۔ (دیکھئے شرح علم الصیغہ اردو از مفتی محمد ابراہیم

صاحب"،ص:۱۲۷،تسہیل التجوید،ص:۱۰)

بحث "واؤ"

"واؤ" یہ مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے عربی حرف ہے، اردو کا تینتیسواں، فارسی کا تیسواں عربی کا چھبیسواں اور ہندی کا انتیسواں حرف ہے ابجد میں اس کے عدد چھ رکھے گئے ہیں۔ واؤ چند معانی کیلئے مستعمل ہے جو حسب ذیل ہیں:
(۱) حرف عطف اور اس کے معنی مطلق جمع کے ہیں، جیسے: جَآءَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو (۲) واؤ حالیہ جملہ اسمیہ پر، جیسے: جَآءَ زَیْدٌ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ. یا جملہ فعلیہ پر، جیسے: جَآءَ زَیْدٌ وَقَدْطَلَعَتِ الشَّمْسُ (۳) واؤ استیناف کیلئے، جیسے: لَاتَأکُلِ السَّمَکَ وَتَشْرَبُ اللَّبَنَ (۴) واؤ معیت کیلئے، جیسے: سِرْتُ وَالْجَبَلَ اَیْ مَعَ الْجَبَلِ (۵) وہ واؤ جو مضارع منصوب کے اوپر داخل ہو جو نہی کے جواب میں واقع ہو، جیسے: لَاتَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأتِيَ مِثْلَهٗ الخ (۶) واؤ قسم، جیسے: وَاللّٰهِ الْعَظِیْمِ (۷) واؤ بمعنی رُبَّ، جیسے: وَلَیْلٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخیٰ سُدُوْلَهٗ (۸) واؤ ضمیر جمع مذکر، جیسے: قَامُوْا (۹) واؤ علامت جمع مذکر، جیسے: یَلُوْمُوْنَنِيْ. (۱۰) واؤ فصل، جیسے: عَمْرٌو کا واؤ حالت رفعی وجری میں، تاکہ عُمَر سے فرق ہو جائے۔ (۱۱) واؤ زائدہ بعد اِلاَّ، جیسے: مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ طَمَعٌ اَوْحَسَدٌ۔ (۱۲) واؤ ندبہ (رونے کیلئے) مخصوص ہے، جیسے: وَازَیْدَاهُ یَاوَاظُهْرَاهُ اور واؤ کبھی نداء حقیقی میں استعمال ہوتا ہے۔

☆......واؤ الصرف کا دوسرا نام "واؤ الجمع" ہے، یہ اصل میں واؤ عاطفہ ہے مگر اس کے بعد اَن کے مقدر ہو کر عمل کرنے کیلئے دو شرطیں ہیں (الف) اس واؤ کے بعد جو فعل ہو اس کا زمانہ اور ما قبل جو فعل ہے اس کا زمانہ ایک ہو (ب) اس واؤ سے پہلے امر

نہی، نفی، استفہام، تمنی اور عرض واقع ہو۔ اور واوٌ الصرف کی اصل تعریف یہ ہے کہ واوِ صرف وہ واؤ ہے جس میں اس کا ماقبل مابعد پر داخل نہیں ہو سکتا ہو، جیسے: لَاتَأْکُلِ السَّمَکَ وَتَشْرَبُ اللَّبَنَ۔ یہاں واوٌ الصرف ''تشرب'' پر داخل ہے اس کا معطوف علیہ لَاتَأکُلُ ہے تو لَاتَأکُلُ کا تشرب میں داخل ہونا ممنوع ہے ورنہ معنی بدل جائے گا اور یہ معنی ہوگا ''مچھلی نہ کھاؤ اور نہ دودھ پیو''۔ حالانکہ مقصد اس کے برعکس ہے یعنی مچھلی نہ کھا، دودھ پینے کے ساتھ۔ (اسعاد النحو، ۳۵، المصباح المنیر ۹۴، مصباح اللغات، ص: ۹۲۵، فیروز اللغات، ص ۶۹۶)

واوٌ عطف اور واوٌ صرف کے درمیان فرق:...... واوٌ صرف اس کا دوسرا نام واوٌ الجمع ہے یہ اصل میں واوٌ عاطفہ ہے مگر اس کے بعد اَنْ مقدر ہو کر دو شرطوں کے ساتھ عمل کرتا ہے بخلاف واوٌ عطف کے اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) اس واوٌ کے بعد جو فعل ہوگا اس کا زمانہ اور اس کے ماقبل جو فعل واقع ہے اس کا زمانہ ایک ہونا شرط ہے (۲) یہ ہے کہ اس واوٌ سے پہلے امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، اور عرض واقع ہو اور واوٌ عطف میں یہ شرط نہیں ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بعض علماء نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ۔ واوٌ صرف اس واوٌ کو کہتے ہیں جس کا مدخول اس چیز کی صلاحیت نہیں رکھتا جو معطوف علیہ سے قبل گذر چکی ہو اور واوٌ عطف وہ واوٌ ہے جو اپنے مدخول کو معطوف علیہ کے حکم میں کر دیتا ہے، جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَعَمْرٌو یہاں عمرو معطوف کو بھی واوٌ عطف کے ذریعہ معطوف علیہ کے حکم میں کر دیا گیا ہے۔ (مصباح المنیر، ص ۹۵ و بدر منیر ایضا)

فائدہ:...... واوٌ کی چند قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں (۱) واوٌ بمعنی مع جو مفعول معہ سے پہلے آتا ہے جیسے: جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ (۲) واوٌ عطف کے معنی میں جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَبَکْرٌ (۳) واوٌ قسم مثلاً ﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾

(۴) واوبمعنیٰ رُبَّ مثلاً: وَبَلْدَةٍ لَيْسَ لَهَا أَنِيْسُ الخ (۵) واوصرف جوابھی گذرا ہے (۶) واوحالیہ مثلاً جَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَّھُوَ رَاکِبٌ (۷) واواستنافیہ جوشروع کلام میں واقع ہو (۸) واوزائدہ، مثلاً قوله تعالیٰ: ﴿ وَاَسَرُّوا النَّجْوىٰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ایک توضیح کے مطابق "واسروا" کے اندرواوزائدہ ہے (۹) واواشباع یعنی وہ واو جو کلمہ کے آخر میں ضمہ کی مناسبت سے بڑھادیا جائے تاکہ آواز میں درازی پیدا ہو اسی طرح کسرہ کے بعدیائے اشباعی اورفتحہ کے بعدالف اشباع زائدکرتے ہیں تاکہ آواز میں درازی پیدا ہو (۱۰) واومقدرجومرکب کے ضمن میں مقدرہو مثلاً: اَحَدَ عَشَرَ اصل میں اَحَدٌ وَّعَشَرٌ تھا (۱۱) واوتفریقیہ جوامتیاز کیلئے دواسم کے درمیان لایا جاتا ہے (۱۲) واواعرابیہ جوکل اعراب میں واقع ہو مثلاً: جَآءَ اَخُوْکَ (۱۳) واومعدولہ جولکھا جاتا ہے پڑھانہیں جاتا (۱۴) واضح ہوکہ جب ضمیر "تم" کے بعدیا ضمیر "کم" کے بعدیا ضمیر "ھُمْ" کے بعدضمیرمنصوب منفصل لاحق ہوتوایک واوبڑھا دیاجاتا ہے جیسے اَنُلْزِمُکُمُوْھَا فَکَرِھْتُمُوْهُ. اورحدیث میں ہے ﴿صَلُّوْا کَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ ﴾۔ (مآرب الطلبہ ص:۹۷، ۹۸)

<u>واوقسمیہ</u>:۔ <u>واوقسمیہ کے آنے کی تین شرطیں ہیں</u> (الف) واوقسمیہ ضمیر پرداخل نہیں ہوتا، جیسے: وَکَ. (البتہ باء داخل ہوتی ہے، جیسے: بِاللّٰهِ، بِکَ)۔ (ب) واوقسمیہ سوال پرداخل نہیں ہوتا، جیسے: وَاللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ (ج) واوقسمیہ کے آنے کی شرط یہ ہے کہ قسم کا فعل مذکورنہ ہو، جیسے: اُقْسِمُ وَاللّٰهِ (واللہ! قسم کھاتا ہوں)۔ کہنا درست نہیں ہے۔ اورواو کا مخرج دونوں لبوں کے دونوں کنارے ملکراور بیچ کا حصہ کھلا رہ کر واوغیرہ کا مخرج ہے۔ یعنی واومتحرک اورواولین کا۔ واولین واوساکن ماقبل مفتوح کو کہتے ہیں۔ (مصباح العوامل، ص:۳۱، تسہیل التجوید، ص:۱۰)

بحث ''ہاء''

ھ: (ہائے ہوز) یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے اردو کا چونتیسواں، فارسی کا اکتیسواں، عربی کا ستائیسواں اور ہندی کا تینتیسواں حرف ہے، اسے ہائے مختفی اور ہائے ہوز بھی کہتے ہیں۔ حساب ابجد میں اس کے عدد پانچ مقرر ہیں۔ ہائے ہوز تین صورتوں میں مستعمل ہے (۱) ضمیر غائب ہے منصوبا و مجرورًا جیسے: قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ. اور یہ کسرہ، یائے ساکنہ کے بعد ہو تو مکسور ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے بعد الف نہ ہو اور اس کے علاوہ مضموم ہوتی ہے۔ (۲) صرف غیبت کیلئے، جیسے: اِیَّاہُ کی ''ہ'' ہے۔ (۳) ھائے سکتہ: اور یہ حرکت یا حرف کے ظاہر کرنے کیلئے لاحق ہوتی ہے، جیسے: مَاهِيَه، هَاهُنَاهُ وَوَازَيْدَاهُ۔ اور ''ھاء'' کا مخرج اقصیٰ حلق ہے یعنی حلق کا پچھلا حصہ جو سینہ کی طرف ہے اس سے ہمزہ اور ہاء نکلتے ہیں۔ (تسہیل التجوید، ص:۸)

☆......اور ھائے ہوز کی مزید تین صورتیں ہیں: (الف) اسم فعل بمعنی خُذْ، جیسے: هَا الْكِتَابَ. یعنی کتاب لو۔ اور اس ھاء کے الف کو ممدودہ کرنا بھی جائز ہے اور یہ ممدودہ ومقصورہ، کاف خطاب اور بغیر خطاب کے دونوں طرح مستعمل ہیں۔ اور ممدودہ ہونے کی صورت میں کاف کو حذف کرنا بھی جائز ہے اس طرح پر کہ ہمزہ کی گردان کاف کی گردان طرح کریں اور کہیں ھاء مذکر کیلئے اور ھاء مونث کیلئے وھاؤم جمع مذکر کیلئے اور هَاؤُمَا جمع مؤنث کیلئے (ب) ھا مؤنث کی ضمیر منصوب ہے، جیسے: ضَرَبَهَا اور مجرور كِتَابَهَا. اور ''ہ'' ضمیر ہے اور الف علامت تانیث ہے۔

ہاءِ ضمیر کو "زیر" یا "پیش" دینے کی صورتیں

☆...... ہاءِ ضمیر کا بیان: (۱) ہائے ضمیر سے پہلے زیر یا یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر کو بھی زیر دیا جائے گا، جیسے: بِہٖ، اِلَیْہِ. لیکن قرآن میں چار جگہ اس کے خلاف آیا ہے (الف) وَمَآ اَنْسٰنِیْہُ (ب) عَلَیْہُ اللّٰہَ، (ج) اَرْجِہْ، (د) وَاَلْقِہْ۔ پہلی دو مثالوں میں ہائے ضمیر پر پیش ہے اور آخری دو مثالوں میں ساکن ہے (۲) جب اس ہائے ضمیر سے پہلے زیر اور یاء ساکنہ نہ ہو تو ضمیر پر پیش پڑھیں گے، جیسے: مِنْہُ، اَخَاہُ۔ لیکن ایک جگہ قرآن میں اس کے خلاف بھی آیا ہے وَیَتَّقْہِ میں "ہ" مکسور ہے۔ (تسہیل التجوید، ص:۱۵)

ہائے ضمیر پر "الٹا" پیش کب پڑھتے ہیں؟

جب ہائے ضمیر سے پہلے اور بعد دونوں طرف حرکت ہو تو ضمیر میں صلہ ہوگا یعنی اگر ضمیر پر پیش ہو تو واو یعنی اُلٹا پیش زائد کر کے پڑھیں گے اور اگر ضمیر پر زیر ہو تو یاء یعنی کھڑا زیر زائد کر کے پڑھیں گے، جیسے: رَسُوْلَہٗ، اَحَقُّ، جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ. مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، ایک جگہ قرآن میں اس کے خلاف بھی آیا ہے، جیسے: اِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ۔ یہاں اُلٹا پیش نہیں ہے۔ (تسہیل التجوید، ص:۵۲)

(ج) <u>ھاءِ تنبیہ اور اس کی چار صورتیں</u>: (۱) اشارہ سے پہلے، جیسے: ھٰذَا وَھٰذَاکَ (۲) ضمیر مرفوع سے پہلے، جیسے: ھَآاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ۔ (۳) اَیٌّ کی صفت ندا کی صورت میں، جیسے: یٰٓاَیُّھَا الرَّجُلُ (۴) قسم کی صورت میں لفظ اللہ سے پہلے حرف قسم کے حذف کے وقت، جیسے: ھَا اللّٰہِ۔ (المصباح، ص:۹۷۲، فیروز اللغات، ص:۷۰۷)

بحث یاء "ی / ے"

یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے یہ اردو کا پینتیسواں، فارسی کا بتیسواں عربی کا اٹھائیسواں اور ہندی کا چھبیسواں حرف ہے، حساب ابجد میں اس کے عدد دس رکھے گئے ہیں۔ یاء ضمیر مؤنث کیلئے آتی ہے، جیسے تَقُوْمِيْنَ وَقُوْمِيْ اور ضمیر متکلم کا کام دیتی ہے، جیسے: ضَرَبَنِيْ وَكِتَابِيْ یا حرف ندا ہے جو بعید وقریب دونوں کیلئے مستعمل ہے اور کبھی اس کا منادیٰ محذوف ہوتا ہے، جیسے: يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ وَيَارُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور یا یہ کہ ان جیسی تراکیب میں یا صرف تنبیہ کیلئے ہو، جیسے: اَتَانِيْ رَجُلٌ يَا لَهُ رَجُلاً اَوْمِنْ رَجُلٍ وَيَا لَكَ مِنْ فَارِسٍ جیسی ترکیبوں میں حرف ندا ہے اور لام تعجب کیلئے ہے۔ (المصباح، ص: ۱۱۰۶، فیروز اللغات، ص: ۷۴۵)

<u>یائے نسبتی اور یائے مصدری میں فرق:</u> ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو یا لفظ منسوب سے تعبیر کی جا سکتی ہو اور ملحوق یاء کی جانب مضاف ہو سکے اسکو یائے نسبتی کہتے ہیں جیسے بصری، اَیْ مَنْسُوْبٌ اِلَى الْبَصْرَةِ اس میں یائے نسبتی ہے اسلئے کہ یاء لفظ منسوب سے تعبیر کی جارہی ہے اور بواسطۂ حرف جارہ بصرہ کی طرف مضاف ہے اور یائے مصدری وہ یاء ہے جس کو لفظ کون کے ساتھ بتقدیر الاسم تعبیر کر سکیں اور ملحوق یاء اس کون کی خبر واقع ہو جیسے الفاعلیۃ میں یاء کہ اس کو كَوْنُ الْاِسْمِ فَاعِلاً کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ملحوق یاء یعنی فَاعِلاً ترکیب میں "كَوْنُ" کی خبر واقع ہو رہا ہے۔ (مقدمات، ص: ۱۰۱ بحوالہ مصباح المعانی وسوال باسولی)

دس حروف زائد کی مثال

<u>عربی میں حروف زائدہ کل دس ہیں:</u> حروف زائدہ کا مجموعہ "سَاَلْتُمُوْنِيْهَا" یا

"اَلْیَوْمَ تَنْسَاهُ" ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک زبردست ادیب سے انکے شاگردوں نے حروف زائدہ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں تو ادیب نے جواب دیا کہ سَأَلْتُمُوْنِیْهَا (تم نے تو پہلے مجھ سے حرف زائدہ کے متعلق سوال کیا تھا) تو اس میں ان کا جواب اور جواب کا جواب بھی ہو گیا۔ اور ساتھ بتا بھی دیا کہ حرف زائدہ کل دس ہیں۔ پھر شاگردنے کہا کہ حضرت یاد نہیں ہیں تو استاد ادیب نے فرمایا کہ "اَلْیَوْمَ تَنْسَاهُ" یعنی آج اس کو تم فراموش کر رہے ہو۔ ان حروف کا مجموعہ یہ بھی ہے "هـويـت السـمـان" اور اس میں بھی وہی دس حروف زائد شامل ہیں۔ (ہدایہ اول، فرائد منثورہ، ص:۶۰)

اِلَّا :...... اِلَّا کی تین قسمیں ہیں (۱) استثناء کیلئے، جَآءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا. (۲) بمعنی غیر، جیسے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا، اَیْ غَیْرَ اللّٰهِ. (۳) زائدہ، جیسے: لانامنه إلاان يشب. (منیۃ الادب ج۲ص:۲۹)

اِلَّا اور غَیر کے درمیان فرق: ان دونوں کے درمیان پانچ فرق ہیں (فرق اول) یہ ہے کہ غیر کی وضع، وصفی معنی کیلئے ہے اور وہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا مضاف الیہ موصوف کا مغائر ہے ذاتاً، جیسے:۔"جَآءَنِیْ رَجُلٌ غَیْرُ عَمْرٍو یا وَصْفًا، جیسے: "دَخَلْتُ بِوَجْهٍ غَیْرَ الْوَجْهِ الَّذِیْ خَرَجْتُ" (یعنی میں آیا خوشی میں اور گیا غصے میں) اور اِلَّا کی وضع استثناء کیلئے ہے یعنی نَفْیًا یا اِثْبَاتًا ماقبل اور مابعد کا تغائر ہوتا ہے یعنی اِلَّا کا تعلق حکم سے ہے نہ کہ ذاتی یا وصفی تغائر سے، لیکن فی الجملہ تغائر میں شریک ہونے کی وجہ سے مجازاً ایک دوسرے پر محمول ہوتے ہیں اور اسماء کا حرفی معنی میں استعمال ہونا کثیر ہے، اسلئے بغیر کسی شرط کے لفظ "غیر" استثنائی معنی دیدیتا ہے اور حروف کا اسی معنی میں استعمال ہونا قلیل ہے اسلئے اِلَّا کا غَیْـــر کے معنی میں استعمال ہونا قلیل اور موقوف علی الشرط ہے امام سیبویہؒ کے نزدیک استثناء کے صحیح

ہوتے ہوئے بھی الّا کو غیرَ کے معنی میں کرنا جائز ہے، جیسے: شعر میں ہے:

كُلُّ اخٍ مَفَارِقُهٗ اَخُوهٗ لَعَمْرُ اَبِيْكَ الّا الْفَرْقَدَانِ

(فرق دوم) الّا کے بعد جملہ واقع ہوسکتا ہے بخلاف غیر کے (فرق سوم) "عِنْدِيْ دِرْهَمٌ غَيْرَ جَيِّدٍ" کہنا جائز ہے اور "عِنْدِيْ دِرْهَمٌ اِلَّا جَيِّدًا" کہنا ناجائز ہے، کیونکہ اثبات میں مُستثنیٰ مفرغ نہیں آتا (فرق چہارم) کہ "قَامَ غَيْرَ زَيْدٍ" کہنا جائز ہے اور "قَامَ اِلَّا زَيْدٌ" کہنا ناجائز ہے کیونکہ اس سے مُستثنیٰ مفرغ لازم آئیگا (فرق پنجم) "قَامَ الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَعَمْرٍو (بجر عمرو) جائز ہے بخلاف "مَاقَامَ اِلَّا زَيْدٌ وَعَمْرٌو" کے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے "الكلمةُ العُليا في مسئلة الثُّنيا" ص: ۱۸، مؤلف جناب مولانا ابوالفتح الحاج محمد یوسف صاحب المؤقر، مدیر مدرسہ عربیہ دارالعلوم عثمانیہ خانپور۔ ناشر: مدرسہ عربیہ دارالعلوم عثمانیہ، شارع خانپور، رحیم یارخان)

فَلَمَّا: ۔فاء کی تین قسمیں ہیں (۱) عاطفہ (۲) جزائیہ (۳) زائدہ۔ پھر عاطفہ تین امور کا فائدہ دیتا ہے اول: ترتیب کا، پھر یہ ترتیب کبھی ذکری ہوتی ہے اور کبھی معنوی۔ ترتیب معنوی کی مثال: قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو. ترتیب ذکری کی مثال: فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً. ان کا قول "اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً" کہنا اور سوال کرنا ایک ہی بات ہے دونوں ایک ساتھ ہوئے۔ لہذا معنوی کوئی ترتیب نہیں پائی گئی بلکہ یہ ذکری ترتیب ہے۔ ترتیب ذکری کی تعریف۔ ترتیب ذکری کہتے ہیں کہ اولا ایک بات اجمالا ذکر کرنا پھر اس کو تفصیلا ذکر کرنا، جیسے: وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ الخ. وَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ الخ ان دونوں مثالوں میں فاء کے مابعد سے اس کے ماقبل کی تفصیل ہورہی ہے۔ دوم: ۔تعقیب بلامہلت کیلئے یعنی اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ ماقبل فاء کے متصل بعد مابعد سے فعل کا تعلق ہو، جیسے: جَـآءَ

زَیْدٌ فَعَمْرٌو۔ یا اس بات کیلئے کہ ماقبل فاء کے متصل بعد مابعد فاء کا وقوع ہو، جیسے: دَخَلْتُ الْبَصْرَۃَ فَبَغْدَادَ۔ فاء کبھی تعقیب کے معنی سے خالی ہو کر واؤ کے معنی پر ہوتا ہے، جیسے: امرأالقیس کے شعر کے اندر "بَیْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلٍ" کا فا واؤ کے معنی میں ہے۔ سوم فاء سببیہ اور وہ اکثری وغالبی امر ہے۔ پھر کبھی فاء سبب پر داخل ہوتی ہے اور اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے، جیسے: فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَيْهِ اس مثال کے اندر فَقَضٰی کا فاء سببیہ ہے۔ قضیٰ مسبب ہے اور "وَكَزَهٗ مُوْسٰی" سبب ہے۔ اور کبھی فاء سبب پر داخل ہوتی ہے، جیسے: لَاتَصُوْمُوْا بِهٰذِهِ الْاَيَّامِ فَاِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَبِعَالٍ. مثال مذکور میں فاء کا مابعد اس کے ماقبل کا سبب اور علت ہے۔ (۲) فاء جزائیہ، جیسے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (۳) زائدہ جو مطلقاً خبر پر داخل ہوتی ہے، جیسے: زَیْدٌ فَلَا تَضْرِبْهُ۔

☆......اور لَمَّا کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (۱) نافیہ (۲) شرطیہ (۳) استثنائیہ۔ لما ئے استثنائیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے، جیسے آیت قرآنی میں ہے: اِنْ كُلُّ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. (منیۃ الادب ص:۱۹ ج ۲)

لم اور لمّا کے درمیان میں فرق: دونوں کے درمیان پانچ فرق ہیں (۱) لم سے پہلے حرف شرط آ سکتا ہے جیسے اِنْ لَمْ يَضْرِبْ بخلاف لمّا کے کہ اس میں حرف شرط نہیں لا سکتے۔ (۲) لَمَّا توقع کے معنی کیلئے آتا ہے اور لم میں توقع نہیں ہوتی۔ (۳) لَمَّا میں استمرار نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور لم میں استمرار نفی نہیں پایا جاتا۔ (۴) منفی لَمَّا قریب إلی الحال ہوتا ہے نہ کہ لم۔ (۵) منفی لَمَّا جائز الحذف ہے اور لم میں ایسا نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مصباح العوامل اردو شرح، شرح مائۃ عامل ص:۵۲۔ تفہیمات شرح مقامات اردو، از شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب ص ۹۱، مآرب الطلبہ ص:۵۴)

بحث "ما"

مَا: ۔ واضح ہو کہ ما اولا دو قسم پر ہے اسمیہ و حرفیہ۔ پھر اسمیہ کی چند قسمیں ہیں (۱) موصولہ، جیسے: مَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ. (۲) تامہ بمعنی شی، جیسے: نِعِمَّا هِیَ ای نِعْمَ شیئ هی وہ بہت اچھی چیز ہے۔ (۳) موصوفہ، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٌ لَکَ۔ اس میں "ما" موصوف، اور "مُعْجِبٌ لَکَ" صفت ہے۔ (۴) شرطیہ، جیسے: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ (۵) استفہامیہ. مَاهِیَ، لَوْمَا؟ ما استفہامیہ پر جب حروف جارہ داخل ہوتا ہے تو اس کا الف وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: الام عــلام، اوفیم (۶) صفتیہ، جیسے: اضــربــه ضَرْبًامَا. پھر "ما حرفیہ" کی بھی چند قسمیں ہیں (۱) نافیہ، جیسے: مَاهٰذَا بَشَرًا، مَاضَرَبَ زَیْدًا (۲) مصدریہ زمانیہ، جیسے: وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ای الاوقت رحمة ربی. اس جگہ ما زمانیہ اور مصدریہ ہے (۳) ما مصدریہ غیر زمانیہ، جیسے: وَضَــاقَــتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای بِرَحْبِهَا. (۴) زائدہ:، جیسے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ای فَبِرَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ اس میں "ما" زائدہ ہے۔ (منیۃ الادب، ص: ۱۱ ج ۲)

بحث "بعد"

بَعْدُ: . یہ اسمائے ظروف میں سے ہے اس کی تین حالتیں ہیں (۱) مضاف الیہ مذکور ہو اس وقت یہ معرب ہوتا ہے (۲) مضاف الیہ محذوف ہو لیکن متکلم کی نیت میں باقی ہو اس وقت وہ مبنی ہوتا ہے، جیسے: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ای مِنْ قَبْلِ کُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ کُلِّ شَیْءٍ۔ مضاف الیہ "کل شیء" محذوف ہے اور مقصود

منوی بھی ہے۔ (۳) مضاف الیہ محذوف ہو اور متکلم کی نیت بھی نہ ہو، جیسے: رُبَّ بَعْدٍ خَيْرٌ مِنْ قَبْلٍ. بہت سے بعد سے بہت سے پہلے سے اچھے ہیں۔ اس جگہ صرف مفہوم قَبْلِيَّتْ وَبَعْدِيَّتْ سے بحث ہے۔ مضاف الیہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ (منیۃ الادب، شرح تحفۃ العرب، ص:۱۱)

بحث "ثُمَّ"

ثُمَّ:..... یہ حرف عاطفہ تین امور کا فائدہ دیتا ہے (۱) تَشْرِيْكٌ فِي الْحُكْمِ. یعنی معطوف ومعطوف علیہ کو ایک ہی حکم میں شریک کرنا (۲) ترتیب یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ معطوف علیہ پہلے ہو پھر معطوف (۳) مہلت وتراخی۔ یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ معطوف علیہ فعل سے بہت پہلے صادر ہوا اور اس کے بہت بعد معطوف، جیسے: جَآءَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو. مثال مذکورہ میں دونوں وصف مجیت میں شریک ہیں۔ زید پہلے، عمرو بعد میں آیا۔ اور عمرو کا آنا زید کے بہت بعد ہوا۔ (۴) کبھی ثم ترتیب ذکری کیلئے آتا ہے، جیسے: بَلَغَنِيْ مَاصَنَعْتَ الْيَوْمَ ثُمَّ مَاصَنَعْتَ أَمْسِ۔ اس کو ثم للانتقال کہا جاتا ہے۔ (منیۃ الادب، ص:۱۱ جلد دوم)

ثُم، حتّی اور فاء میں فرق: یہ تینوں حروف عطف میں سے ہیں اور یہ تینوں تفصیل مسند الیہ میں مشترک ہیں مثلاً: جَآءَ نِيْ زَيْدٌ وَعُمَرُ ثُمَّ عَمْرٌو، اَوْ جَآءَ نِي الْقَوْمُ حَتّٰى خَالِدٌ. مگر ان میں فرق یہ ہے کہ کلمہ فاء معنیٰ تعقیب پر بلا تراخی دلالت کرتا ہے اور ثُم تعقیب پر بالتراخی دلالت کرتا ہے، پس جَآءَ نِيْ زَيْدٌ فَعَمْرٌو میں معنیٰ یہ ہوئے کہ میرے پاس زید آیا پھر عمرو، اس سے دونوں کا آنا بلا مہلت معلوم ہوا، اور جَآءَ نِيْ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو کے معنی یہ ہوئے کہ میرے پاس زید آیا پھر تھوڑی دیر بعد عمرو آیا۔ پس دونوں کا ایک دوسرے سے مہلت کے ساتھ آنا معلوم ہوا، اس کے علاوہ فاء اور ثُم ترتیب

خارجی پر دلالت کرتے ہیں اور حتی ترتیب ذہنی پر دلالت کرتا ہے، تو خلاصہ یہ نکلا کہ حتی اور ثُم کے اندر تین اعتبار سے فرق ہے (۱) ثُمَّ کی تراخی، حتیٰ کی تراخی سے کم ہے۔ (۲) حتیٰ میں ترتیب ذہنی ہوتی ہے اور ثُم میں ترتیب خارجی ہوتی ہے۔ (۳) حتیٰ کا مدخول ماقبل کا جزء ہوتا ہے بخلاف ثُم کے کہ اس کا مدخول ماقبل کا جزء نہیں ہوتا، یاد رہے کہ کلامِ عرب میں حروفِ عطف دس ہیں جن کو کسی شاعر نے ایک شعر میں جمع کردیا ہے ملاحظہ ہو:

ده حروفِ عطف مشهور اند یعنی واؤ، فا

ثُمَّ، حتیٰ، او، واِمّا، اَمْ، وَبَلْ، لٰکِن، وَلَا

(مآرب الطلبہ ص:۹۷)

بحث "مَنْ"

مَنْ:...... مَن کی قسمیں ہیں (۱) شرطیہ ہوتا ہے، جیسے: مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً ا يُجْزَبِهٖ (۲) کبھی استفہامیہ ہوتا ہے، جیسے: مَنْ فَعَلَ هٰذَا ؟ (۳) جب مَن استفہامیہ انکاری ہو تو اس وقت اس سے استثناء صحیح ہوگا، جیسے: مَنْ يَّفْعَلُ هٰذَا اِلَّا زَيْدٌ؟ ۔ (کون کرے گا یہ علاوہ زید کے)۔ (۴) کبھی موصولہ ہوتا ہے، جیسے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اس میں دونوں "مَنْ" موصولہ ہیں (۵) کبھی نکرہ موصوفہ ہوتا ہے، جیسے: اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ. (منیۃ الادب، ص: ج۲)

بحث "اَن"

اَنْ:...... اَن حرفیہ کی چار قسمیں ہیں (۱) ان مصدریہ وہ کبھی فعل مضارع پر داخل ہوکر اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے۔ کبھی ماضی پر داخل ہوکر مصدر کے معنی میں لے جاتا ہے، جیسے: لَوْ اَنَّ مَنَّ اللّٰهِ عَلَيْكَ ۔ کبھی فعل امر پر بھی داخل ہوتا ہے،

جیسے: کَتَبَ اِلَیْهِ بِاَنْ قم (۲)ان مخففه من المثقله یعنی انّ حرف مشبہ مفتوحہ کو اَنْ کرنا، جیسے: عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ. وَحَسِبُوْا اَنْ لَاتَکُوْنَ (۳) اَن تفسیریہ، یہ صرف اُس فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو، جیسے: کَالْکِتَابَةِ وَالنِّدَاءِ وَالْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَغَیْرِهَا. یہ افعال قول کے معنی میں ہیں اس لئے کہ بذریعہ قول مافی الضمیر کی تعبیر کی جاتی ہے اسی طرح مذکورہ افعال سے بھی مافی الضمیر کی تعبیر ہوتی ہے، جیسے: وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّاِبْرَاهِیْمُ. فَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ. وَکَتَبْتُ اِلَیْهِ اَنِ ارْجِعْ (۴) اَن زائدہ: وہ اکثر لمّا ئے شرطیہ کے بعد واقع ہوتا ہے، جیسے: وَلَمَّا اَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اور کبھی فعل قسم اور "لو" کے درمیان "اَن" آتا ہے، جیسے: اقسم اَن لو التقینا وانتم لکان لکم یوم الشر مظلم. اور کبھی بعد اذا بھی آتا ہے۔ (منتہی الادب، ص:۱۶ ج۲)

بحث "اَنّٰی"

اَنّٰی: کی چار قسمیں ہیں: (۱) اَنّٰی بمعنی اَیْنَ، جیسے: اَنّٰی تَذْهَبُ اَذْهَبُ اَیْ اَیْنَ تَذْهَبُ اَذْهَبُ۔ (۲) اَنّٰی بمعنی کَیْفَ، جیسے: اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ اَیْ کَیْفَ یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ۔ اسی طرح فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ اَیْ کَیْفَ شِئْتُمْ (قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اَوْ مُضْطَجِعًا). (۳) اَنّٰی بمعنی مِنْ اَیْنَ مثال اَنّٰی لَکِ هٰذَا اَیْ مِنْ اَیْنَ لَکِ هٰذَا (۴) اَنّٰی بمعنی مَتٰی مثال اَنّٰی جِئْتَ اَیْ مَتٰی جِئْتَ۔ (مقدمات علوم درسیہ، ص:۳۲۸)

☆...... چھ جگہ ایسی ہیں جہاں ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے (۱) اگر شروع میں اِن نافیہ داخل ہو، جیسے: اِنْ مَا زَیْدٌ قَائِمٌ۔ (۲) اگر ما کا تکرار ہو، جیسے: مَا مَا زَیْدٌ قَائِمٌ (۳) اگر ما کی خبر سے مثبت بدل واقع ہو، جیسے: مَا زَیْدٌ بِشَیْءٍ اِلَّا قَائِمٌ (۴) اگر

ما کے بعد الا استثنائیہ ہو، جیسے: مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ (۵) اگر ما کی خبر اس کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَاقَائِمٌ زَیْدٌ (۶) اگر ما کی معمول خبر ما کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَا طَعَامُکَ زَیْدٌ اٰکِلٌ اَیْ اٰکِلٌ طَعَامَکَ۔ (مآرب الطلبہ، ص:۵۶)

بحث "اَمَّا"

اَمَّا: ...... کے بعد عموماً فا آتی ہے مگر یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثریہ ہے کیونکہ کلام عرب کے اندر ایسے مواضع بھی ہیں جہاں اما کے جواب میں فاء نہیں آئی، جیسے: قول باری تعالیٰ: وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ. اَکَفَرْتُمْ الخ اور حدیث شریف میں آیا ہے اَمَّا بَعْدُ مَابَالُ اَقْوَامٍ یَشْتَرِطُوْنَ، الخ۔ (مآرب الطلبہ)

اَمَّا اور مَھْمَا میں فرق: ان دونوں کے درمیان چار فرق ہیں (ا) اَمَّا حرف شرط ہے اور مَھْمَا اسم شرط ہے (ب) اَمَّـا غیر عاملہ ہے اور مَھْمَا عاملہ ہے (ج) اَمَّا کا مدخول ہمیشہ اسم یا حرف ہوتا ہے اور مھما کا مدخول ہمیشہ فعل ہوتا ہے (د) اما کے مدخول کا حذف ہونا واجب ہے اور مھما کے مدخول کا فعل حذف ہونا جائز ہے، واجب نہیں۔

(مآرب الطلبہ، ص:۸۳)

☆...... حروف قسمیہ کے استعمال کیلئے شرائط: جاننا چاہیے کہ حروف قسمیہ (واؤ، تاء اور باء) کے استعمال میں چند شرائط ہیں چنانچہ واؤ قسمیہ کے استعمال کیلئے تین شرائط ہیں (ا) فعل قسم محذوف ہو، اگر فعل قسم مذکور ہو تو وہاں واؤ قسمیہ کا استعمال صحیح نہیں ہوتا۔ اسلئے اُقْسِمُ وَاللّٰہِ کہنا درست نہیں (۲) سوال کی قسم نہ ہو لہذا وَاللّٰہِ اَخْبَرْنِیْ کہنا صحیح نہیں ہوگا (۳) واؤ قسمیہ کا مدخول اسم ظاہر ہونا ضروری ہے اس کا مدخول اسم ضمیر نہیں ہو سکتی اسلئے وَبِکَ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ اور حرف تاء کیلئے چار شرائط

کا ہونا ضروری ہیں۔ ان میں تین تو وہ ہیں جو واؤ قسمیہ کیلئے ضروری ہیں چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کا استعمال لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے غیر میں درست نہیں لہذا تالرَّحمٰنِ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا کہنا صحیح نہیں۔ اور باء قسمیہ کا استعمال واؤ قسمیہ اور تاء قسمیہ سے عام ہے کہ اس میں فعل قسم کا ذکر و عدم ذکر دونوں برابر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں حروف میں سے حرف باء کا استعمال بالکل عام ہے اور حرف تاء کا استعمال بالکل خاص ہے۔ کیونکہ اس میں واؤ سے بھی ایک شرط زائد ہے وہ یہ ہے کہ اس کا استعمال صرف لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (والتفصیل فی شرح جامی فی بحث الحروف، وماً رب الطلبہ)

بحث ''کم استفہامیہ وکم خبریہ''

☆..... کم استفہامیہ وخبریہ: استفہامیہ کسی انجان چیز کے متعلق سوال کیلئے آتا ہے۔ خبریہ کسی چیز کی خبر دینے کیلئے آتا ہے دونوں شروع کلام کو چاہتے ہیں۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ (۱) کم استفہامیہ کی تمیز ہمیشہ منصوب مفرد ہوگی بشرطیکہ مِنْ جارہ داخل نہ ہو مثلاً: کَمْ رَجُلًا عِنْدَکَ. اور کم خبریہ کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے اور کبھی مجموع مجرور ہوتی ہے مثلاً: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ وَکَمْ دَارٍ بَنَیْتُ (۲) کم استفہامیہ تمیز کو نصب دیتا ہے اور کم خبریہ جر دیتی ہے (۳) کم خبریہ کی تمیز پر من جارہ داخل ہونا کثیر ہے اور کم استفہامیہ اس کے برعکس ہے نیز کم استفہامیہ کی تمیز پر من جارہ کا داخل ہونا واجب ہوگا جب کم اور تمیز کے درمیان فعل متعدی آ جائے، جیسے: قول باری تعالیٰ: کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ الخ، سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِنْ آیَةٍ۔ یہ دونوں کم خبریہ اور استفہامیہ کی مثالیں ہوسکتی ہیں۔ لیکن کم استفہامیہ کی تمیز حذف کرنے کیلئے تین شرائط ہیں (الف) کم کے بعد اسم مرفوع واقع ہو (ب) کوئی فعل واقع ہو (۳) کم کے بعد جمع ہو۔

یہ شرائط صرف کم استفہامیہ میں ہوسکتی ہیں نہ کہ کم خبریہ میں۔ (مآرب الطلبہ ص:۶۹)

فائدہ:۔ او: کی سات قسمیں ہیں: (۱) تنویعیہ: جو کہ انواع پر دلالت کرے، جیسے: اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ. کہ عدد کی دو قسمیں ہیں زوج اور فرد یعنی جفت اور طاق (۲) اباحتیہ: جو دلالت کرتا ان دو چیزوں کو جمع کرنا جائز اور مباح ہے جیسے: زوج هذه او هذه. (۳) تخییر یہ: جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دو چیزوں کو جمع کرنا منع ہے بلکہ کسی ایک کو اختیار کیا جائے جیسے: زَوِّجْ هٰذِهٖ اَوْ اُخْتَهَا. (۴) تعمیمیہ: جو کہ عموم بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے: وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا. (۵) اضرابیہ: جو کہ بمعنی بل ہوتا ہے جیسے: إنها لابل اَوْ شَاةٌ اَیْ بَلْ شَاةٌ. (۶) تردیدیہ، یہ شک کیلئے آتا ہے جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ اَوْ عَمْرٌو (۷) اَوْ بمعنی اِلٰی اَنْ ہے عند جمہور یا بمعنی اِلٰی ان ہے عند سیبویہ جیسے لَاَلْزَمَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ اَیْ اِلَّا اَنْ تُعْطِیَنِیْ الخ یاالیٰ ان تعطینی الخ. (توضیح المعانی شرح مقدمة الجامی، ص: ۵۳)

☆...... اَوْ بمعنی اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ: کا خلاصہ یہ ہے کہ "او" جب کہ "اِلٰی" یا "اِلَّا" کے معنی میں ہو تو وہاں اَنْ مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیا کرتا ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہوتا ہے (اگر ایسا ہو تو تکرار ان لازم آئے گا جو نا جائز ہے) جیسے: لَاَلْزَمَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ.

إمّا اور أو کے درمیان فرق: دونوں میں فرق یہ ہے کہ اِمّا کے ساتھ جس امر کیلئے وہ آیا ہے، اُسی کے لحاظ سے بنائے کلام شروع ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کی تکرار واجب ہے، مگر حرف او کے ساتھ کلام کا آغاز یقین اور وثوق کے لحاظ سے ہو کر پھر بعد میں اس کلام پر ابہام یا کوئی دوسری بات طاری ہوتی ہے، اسلئے اس کی تکرار نہیں

ہوتی ۔ (بدر منیر ۷۸، مصباح المنیر ۹۳، الاتقان فی علوم القرآن ص: ۱۸۴ ج ۱)

☆......قَدْ: اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمیہ (۲) حرفیہ بمعنی حسب کے، جیسے: قَدْزَیْدٍ دِرْھَمٌ (زید کو ایک درہم کافی ہے) اور قد حرفیہ فعل پر آ کر کبھی تقلیل کا فائدہ دیتا ہے، جیسے: قَدْیُصَدِّقُ الْکِذْبَ ۔ قد کبھی توقع کا فائدہ بھی دیتا ہے، جیسے: قَدْ یَقْدِمُ الْغَائِبُ الْیَوْمَ ۔ کبھی تقریب کیلئے آتا ہے، جیسے: قَدْقَامَ زَیْدٌ . کبھی تحقیق کیلئے، جیسے: قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا. (منیۃ الادب، ص: ۲۹ ج ۲)

☆......قد: (۱) یہ کبھی تقریب الماضی إلی الحال کیلئے ہوتا ہے، جیسے: قَدْ رَکِبَ الْاَمِیْرُ (۲) اور کبھی یہ تحقیق کیلئے آتا ہے، جیسے: قَدْیَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ .

(تسہیل قواعد النحو، ص: ۶۳)

مراجع ومصادر کتب

شمارہ	اسمائے کتب	شمارہ	اسمائے کتب
۱	القرآن الکریم	۲	الاتقان فی علوم القرآن
۳	اشرف التوضیح شرح مشکوۃ المصابیح	۴	ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن
۵	تقریر الحاوی شرح البیضاوی	۶	کمال الفرقان شرح جمال القرآن
۷	ظفر المحصلین باحوال المصنفین .	۸	درسی تقریر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ

۹	لسان القرآن	۱۰	نخبۃ الاحادیث
۱۱	درس ترمذی	۱۲	فضل الباری، شرح البخاری
۱۳	کشف الباری، شرح البخاری	۱۴	علمی جواہر پارے
۱۵	فیوض عثمانی شرح فصول اکبری	۱۶	مصباح اللغات
۱۷	فرائد منثورہ در تحقیقات کلمات مستورہ	۱۸	مآرب الطلبہ، مؤلفہ مولانا شبیر احمد صاحب ارکانی
۱۹	تیسیر القرآن، تفسیر عم	۲۰	تحفۃ الطلبہ، از مفتی علی احمد قاسمی
۲۱	فیروز اللغات	۲۲	قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون
۲۳	تحلیۃ الاسیر، مولانا حسین احمد ارکانی	۲۴	غایۃ السعایۃ عمانی حل الہدایۃ
۲۵	الفاظ مترادفہ کے درمیان فرق	۲۶	افاضات شرح مقامات
۲۷	الکلمۃ العلیا فی مسئلۃ الثنیا	۲۸	إظهار الصدف، شرح ارشاد الصرف
۲۹	تحفۃ الادب، شرح نفحۃ العرب	۳۰	تفهیمات شرح مقامات
۳۱	مقدمات علوم درسیہ	۳۲	توضیحات، شرح علم الصیغہ
۳۳	الطریقۃ العصریۃ فی تعلیم اللغۃ العربیۃ	۳۴	اللطائف المثمرة فی تحقیق الکلمات المشکلة
۳۵	روایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو	۳۶	ایضاح المطالب، شرح کافیہ
۳۷	معارف الصرف شرح ارشاد الصرف	۳۸	کنز النوادر فی القوانین والمصادر

۳۹	منیۃ الادب، شرح نفحۃ العرب	۴۰	دفع رنج، شرح پنج گنج
۴۱	ہدیہ صغیر شرح نحو میر	۴۲	اسعاد النحو شرح نحو میر
۴۳	مسودۂ کافیہ، از مولانا نذیر صاحب (سابق استاد اشرف المدارس)	۴۴	مسودۂ درس سراجی، مفتی عبد المنان صاحب (دار العلوم کراچی)
۴۵	سعیدیہ، شرح کافیہ	۴۶	تسہیل قواعد النحو
۴۷	ہدیہ شبیر، شرح نحو میر	۴۸	تحفہ سعیدیہ، شرح علم الصیغہ
۴۹	تبیان، شرح میزان	۵۰	صلاح التعبیر شرح نحو میر
۵۱	المصباح المنیر، شرح نحو میر	۵۲	علم الصیغہ، مترجم
۵۳	کافیہ	۵۴	مصباح العوامل، شرح مائۃ عامل
۵۵	معلم الانشاء اول	۵۶	مصباح المنیر شرح نحو میر
۵۷	مصباح النحو، شرح ہدایۃ النحو	۵۸	تسہیل النحو
۵۹	خلاصۃ النحو مولوی ولایت ارکانی	۶۰	معراج النحو، شرح ہدایۃ النحو
۶۱	تسہیل التجوید	۶۲	ہدایۃ النحو
۶۳	تسہیل شرح علم الصیغہ	۶۴	اشرف القطبی، شرح قطبی
۶۵	مفتاح الصرف، شرح ارشاد الصرف	۶۶	درسی تقریر مولانا سلطان احمد صاحب مفتی اعظم ارکان (سابق
۶۷	آسان نحو (شیخ الحدیث دیوبند)	۶۸	النحو الیسیر، شرح نحو میر
۶۹	ارشاد الصرف	۷۰	علم الصرف آخرین

۷۱	زبدۃ تشہید	۷۲	عربی کا معلم اول
۷۳	مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب "شیخ الحدیث اشرف المدارس"	۷۴	مسودہ شرح فصول اکبری مؤلفہ مولانا محمد صدیق ارکانی صاحب
۷۵	علم النحو	۷۶	مہر منیر، شرح نحو میر
۷۷	بدر منیر، شرح نحو میر	۷۸	کتاب النحو
۷۹	مسودہ شرح مقامات، از مولف	۸۰	حاشیہ قدوری
۸۱	توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی	۸۲	مقدمہ دورہ حدیث
۸۳	تسہیل الادب	۸۴	إملاء الصرف
۸۵	مغنی اللبیب	۸۶	الصرف العزیز
۸۷	القاموس الفرید	۸۸	تحفۃ الیمن
۸۹	ملفوظات فقیہ الامت	۹۰	فیض المنعم، شرح مقدمہ مسلم
۹۱	خطبات فقیر	۹۲	تذکرۂ عزیز
۹۳	المعجم الوسیط فی الاعراب	۹۴	موسوعۃ النحو والصرف والاعراب
۹۵	تیسیر النحو شرح ہدایۃ النحو	۹۶	حقیقت قرآن
۹۷	فضائل حفظ القرآن	۹۸	قرآن کے محیر العقل شماریات
۹۹	تفسیر عزیزی	۱۰۰	آداب القرآن
۱۰۱	خزینہ، از مولانا اسلم شیخوپوری	۱۰۲	درس مقامات، از ابن الحسن عباسی
۱۰۳	مقدمات، از مولانا صدیق ارکانی	۱۰۴	مجموعۃ النوادر، از مفتی علی احمد قاسمی

۱۰۵	علم الصیغہ فارسی	۱۰۶	تقریر مفتی رشید احمد صاحب ؒ
۱۰۷	اجمل الحواشی شرح اصول الشاشی	۱۰۸	ہدایہ اول
۱۰۹	کفایۃ المفتی	۱۱۰	فیروز اللغات اردو
۱۱۱	شرح جامی بحث حرف	۱۱۲	المنجد عربی

تم بحمد الله تعالىٰ وعونه، يوم الجمعة قبيل الجمعة .

في: ۱۵/ ربیع الثاني: ۱۴۲۵ هجـ الموافق: ۴ یولیو ۲۰۰۴ء

الراقم: مولوی نور حسین عبد الشکور القاسمي غفر له ولوالديه

ولاساتذته ولمن له حق عليه.

اللهم ان هذا الكتاب وسيلتي اليک وفي مغفرتک الواسعة

وحيلتي لديک لااله الاانت سبحانک لبّيک وسعديک .فاغفر

اللهم وارحم أُمَّةَ مُحَمَّدٍصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً عَامَّةً.اِيَّاکَ نَعْبُدُ

وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْکَ رَبَّنَاعَلَيْکَ توكلناواليک اَنَبْنَا

واليک المصيرُ وعليناالا البلاغ المبينُ.

وصلى الله على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين.

واخر دعواناان الحمد لله رب العالمين

زیر نظر کتاب "مسائل النحو والصرف" حضرت مولانا نور حسین قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، فاضل دارالعلوم دیوبند و سابق استاذ کتب عربی جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کی تالیف لطیف ہے۔ اگر اس کے مندرجات و امتیازات کا خلاصہ پیش کیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ

۱۔ اس میں علم نحو و صرف سے متعلق ایسے فوائد نافعہ، قواعد مہمہ اور فرائد منثورہ پنہاں ہیں جو نہایت سود مند و فائدہ مند ہونے کے باوجود تمام کتابوں میں باآسانی دستیاب نہیں ہیں۔

۲۔ کتاب میں موجود ہر مضمون و بحث کا مستند حوالہ مکتوب ہونے کے ساتھ عربی عبارات و اصطلاحات کا اردو ترجمہ بھی ہے تاکہ ہر طالب علم اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۳۔ کتاب میں ایک بحث "الف سے یا" تک ہے جس میں ہر حرف سے متعلق ضروری اور نادر الوجود اسرار و رموز کا خزانہ ہے جو بلاشبہ سرمایہ گراں مایہ ہے۔

۴۔ اس میں بہت سے وہ اہم اصول و ضوابط اور ادبی و فنی اصطلاحات و نوادرات مندرج ہیں جن کا مکمل تعارف عام کتابوں میں مشکل سے ملتا ہے جو یہاں باآسانی دستیاب ہے۔

۵۔ اس میں بعض ایسے ادبی لطائف و ظرائف، فنی حقائق و دقائق، قابل قدر نکات و صلات اور بعض مشکل عربی عبارات کی تشریحات و توضیحات ہیں جن سے دیگر کتب خالی ہیں۔

۶۔ حروف کی بحث اگرچہ نحو و صرف کی کتابوں میں موجود ہے لیکن اس کی تعلیم و تدریس کی نوبت کم آنے کی وجہ سے طلبہ عموماً مختلف حروف کے اہم اصول و ضوابط اور فوائد و قواعد سے ناآشنا رہتے ہیں، بہرحال یہ ایک کمی ہے جو کتاب ہذا نے پوری کردی ہے۔

۷۔ یہ کتاب درحقیقت مختلف النوع علوم و فنون کا کشکول، پوشیدہ دفائن و خزائن کا نچوڑ اور نایاب و کمیاب علمی و تحقیقی مضامین و مباحث سے بھرپور ہے جو ہر طالب علم کی معلومات میں اضافہ کرے گی۔

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk